اُردو کا کلاسیکی ادب
توتا کہانی
از
حیدر بخش حیدری
مرتبہ
کارکنانِ مجلسِ ترقی ادب
مجلسِ ترقیِ ادب ○ لاہور

بعونِ صناعِ مکین و مکان بفضلِ خلاقِ زمین و زمان
۳۸
اُردو کا کلاسیکی ادب
توتا کہانی
از
حیدر بخش حیدری
ناشر
مجلسِ ترقیِ ادب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

طبع اول : اکتوبر ، ۱۹۶۳ء

تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ، ستارۂ امتیاز
ناظم مجلس ترقیٔ ادب ، لاہور

مطبع : مدنی پرنٹنگ پریس ، لاہور

مہتمم : ظفر الحسن رضوی

سر ورق : زرین آرٹ پریس ، لاہور

فہرست مندرجات

مقدمہ :

الف : " طوطا کہانی "

از محمد اسماعیل پانی پتی - ۱ - ۴۲

ب : " کچھ توتا کہانی کے بارے میں "

از ڈاکٹر وحید قریشی - - ۴۳ - ۸۱

حمد و نعت میں - - - - ۱

پہلا قصہ :

میمون کی پیدائش کا - - - ۳

دوسری کہانی :

پاسبان اور بادشاہ طبرستان کی - - ۱۴

تیسری نقل :

بڑھئی اور سنار کی - - - ۲۱

چوتھی داستان :

امیر زادے اور لشکری کی - - - ۲۶

پانچواں قصہ :

کاٹھ کی پتلی اور تجار وغیرہ کا - - ۳۴

چھٹی کہانی :

قنوج کے راجا اور اس کی بیٹی کی - - ۳۹

ساتویں نقل :

چڑی مار اور توتے کی - - - ۴۳

آٹھویں داستان :

ایک سوداگر کی جورو کی - - - ۴۶

نواں قصہ :
ایک گنوار اور اس کی جورو کا - - ۴۹
دسویں کہانی :
ایک تاجر اور اس کی بیٹی کی - - ۵۳
گیارھویں نقل :
ایک برھمن اور شیر کی - - - ۵۷
بارھویں داستان :
بلی اور بوڑھے شیر کی - - - ۵۹
تیرھواں قصہ :
شاہ پور مینڈکوں کے سردار اور سانپ کا - - ۶۲
چودھویں داستان :
شیر اور سیاہ گوش کی - - - ۶۴
پندرھویں نقل :
وزیر ، جلاھے اور اس کے نصیب کی - - ۶۸
سولھویں داستان :
چار مال دار مفلس کی - - - ۷۱
سترھواں قصہ :
گیدڑ اور اس کے مارے جانے کا - - ۷۳
اٹھارھویں کہانی :
بشیر اور چندر کی - - - - ۷۶
انیسویں نقل :
ایک تاجر کے گھوڑے اور کسی سوار کے
گھوڑے کی - - - - ۸۰
بیسویں داستان :
ایک عورت اور شیر کی - - - ۸۳

اکیسواں قصہ :
بادشاہ اور بادشاہ زادوں کا - - ۸۵
بائیسویں کہانی :
ایک سوداگر کے بیٹے کے گم ہونے کی - ۸۹
تیئیسویں نقل :
ایک برہمن اور رانئے بابل کی بیٹی کی - - ۹۲
چوبیسویں داستان :
رانئے بابل کی بیٹی کے عاشق ہونے کی - - ۹۷
پچیسواں قصہ :
ایک عورت کی بنیے سے مل بیٹھنے کی - ۱۰۰
چھبیسویں کہانی :
قبول نہ کرنے میں ایک بادشاہ کے ایک سوداگر
کی بیٹی کو - - - - ۱۰۳
ستائیسویں داستان :
ایک کمہار اور ایک بادشاہ کی - - ۱۰۸
اٹھائیسویں نقل :
ایک شیر اور گیدڑ کے بچے کی - - ۱۱۰
انتیسواں قصہ :
ایک امیر اور سانپ کا - - - ۱۱۳
تیسویں کہانی :
ایک سپاھی اور سنار کی - - - ۱۱۶
اکتیسویں داستان :
ایک سوداگر اور برہمن کی - - - ۱۲۰
بتیسویں نقل :
مینڈک اور زنبور اور مرغ دراز نوک کی - ۱۲۴

تینتیسواں قصہ :
چین کے بادشاہ اور روم کی شہزادی کا - - ۱۲۷
چونتیسویں کہانی :
ایک گدھے اور بارہ سنگھے کی - - - ۱۳۳
پینتیسویں نقل :
ایک بادشاہ اور روم کی شہ زادی اور خجستہ
کے مارے جانے کی - - - ۱۳۶

مقدمہ

از

محمد اسماعیل پانی پتی
ڈاکٹر وحید قریشی

محمد اسماعیل پانی پتی

طوطا کہانی

تمہید

انیسویں صدی کی ابتدا میں جو کتابیں اُردو زبان میں لکھی گئیں ، نہ معلوم وہ کس نیک ساعت میں مرتب ہوئی تھیں کہ اُن میں سے اکثر آج تک مشہور چلی آرہی ھیں ۔ ہم میں سے کون ھے جو " باغ و بہار " ، " آرائش محفل " ، " بیتال پچیسی " ، " بہار دانش " ، "داستان امیر حمزہ" ، "قصہ گل بکاؤلی" اور " سنگا سن بتیسی " سے واقف نہیں ؟ یہ ساری کتابیں اُنیسویں صدی کے شروع ھی میں لکھی گئیں اور گھر گھر پھیل گئیں ۔ مگر ان سب کتابوں میں جو امتیاز " طوطا کہانی " کو حاصل ھے وہ کسی دوسری تصنیف ، تالیف یا ترجمے کو حاصل نہیں ہوا ۔ وہ خصوصیت یہ ھے کہ مختلف زبانوں میں جتنے ترجمے " طوطا کہانی " کے ہوئے ، اتنے اُس عہد کی کسی اور کتاب کے نہیں ہوئے ۔ ہمیں یہ دیکھنا ھے کہ طوطے کی کہی ہوئی ان کہانیوں پر مختلف دوروں اور مختلف زبانوں میں کیا کیا انقلاب آئے ؟ اور یہ کہانیاں پہاڑوں ، دریاؤں اور سمندروں کو عبور کرتی ہوئی کہاں کہاں پہنچیں ؟ اور دنیا کی کس کس قوم نے کس کس زمانے میں ہندوستان کے طوطے کی زبان سے یہ دل چسپ اور پرلطف کہانیاں سنیں ؟

اس مشہور عالم کتاب کی تاریخ اور اس کے تراجم کے متعلق اب تک جو کچھ مختلف طور پر لکھا جا چکا ھے ، کوشش کی گئی ھے کہ زیر نظر مقدمہ اُن تمام معلومات کا جامعیت کے ساتھ حامل ہو۔ میں اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں؟ اس کا فیصلہ ناظرین کریں گے۔

اصل سنسکرت کتاب ''شک سپ تتی''

''طوطا کہانی'' کی اصل سنسکرت کی کتاب ''شک سپ تتی' ھے۔ اس کے معنی ھیں ''طوطے کی کہی ہوئی ستر کہانیاں۔'' اس کتاب کے دو نسخے پائے جاتے ھیں۔

۱- پہلا مرصع (Ornatics) : مصنفہ چنتا منی بھٹ۔ اس نے ''پنج تنتر'' اور بعض دوسری سنسکرت کتابوں سے اخذ کرکے عورتوں کی آوارگی کی کچھ کہانیاں جمع کیں اور اُن کو طوطے کی زبان سے کہلوا کر اس کتاب میں جمع کر دیا۔

۲- دوسرا سادہ (Simplicitor) : یہ نسخہ سوتیامبرجین کا مرتبہ ھے جو کسی قدیم پراکرت یا سنسکرت نظم کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ھے۔ (اردو کی نثری داستانیں، صفحہ ۵۹[1])

یہ دونوں نسخے کس زمانے میں لکھے گئے؟ کوئی نہیں جانتا مگر ھاں اتنا معلوم ھے کہ ۱۲۰۰ بکرمی سے پہلے کسی زمانے میں ان کی ترتیب عمل میں آئی۔ کیونکہ سنسکرت کا مشہور فاضل

---

۱ - قیاس ھے کہ ان دونوں نسخوں سے پہلے ''شک سپ تتی'' کا اصل سنسکرت نسخہ نثر میں ہوگا (اردو مثنویاں ، گوپی چند نارنگ، ص ۵۲) -

ہیم چند اپنی کتاب ''یوگ شاستر'' میں طوطی نامے کا ذکر کرتا ہے۔[1]

قصے کا خلاصہ

چنتامنی بھاٹ کے بیان کردہ قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی شہر میں ایک بڑا امیر کبیر اور دولت مند آدمی رہتا تھا۔ ہردت اس کا نام تھا۔ جب اس کا لڑکا مدن سین جوان ہوا تو اس نے پر بھاوتی نامی ایک حسین و جمیل لڑکی سے اس کا بیاہ کر دیا اور دولھا دولھن بڑے عیش سے اپنی زندگی گزارنے لگے۔ اسی اثنا میں مدن سین نے ایک مینا اور ایک طوطا خریدا جو آدمیوں کی طرح گفتگو کرتے تھے اور بڑے دانا اور عقل مند تھے۔ مدن سین ان دونوں کو بہت عزیز رکھتا تھا اور ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا۔ ایک دفعہ اسے ایک لمبا سفر پیش آیا۔ روانگی کے وقت اس نے بیوی سے کہا کہ جس طرح میں ان دونوں پرندوں کی صلاح کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا، اسی طرح تم بھی ان سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہ کرنا، اور کوئی کام کرنے سے پہلے ان سے ضرور پوچھ لیا کرنا، کیونکہ یہ دونوں نہایت زیرک اور ہوشیار ہیں۔ تم میری بجائے ان کو سمجھنا اور ان کی خوب اچھی طرح نگہ داشت رکھنا۔

اس ہدایت کے بعد مدن سین سفر پر روانہ ہو گیا۔ کچھ دن تو خیریت سے گزرے مگر ایک روز اس شہر کے راجا کے وزیر

۱۔ ہیم چندر بڑا عالم و فاضل اور بہت سی کتابوں کا مصنف ہے۔ باپ جین مذہب کا پیرو اور ماں شو جی کی پجارن تھی۔ وطن کھمبایت تھا۔ یہ شخص ۱۲۰۰ بکرمی یہ عہد راجا سدھ گزرا ہے (ہندو کلاسیکل ڈکشنری)۔

کا لڑکا اتفاقاً اُدھر سے گزرا ۔ پر بھاوتی کوٹھے پر کھڑی تھی ، دیکھتے ھی سو جان سے عاشق ھوگیا اور ایک دلالہ کے ھاتھ پیغام بھیجا ۔ اُس نے آ کر اسے ایسا شیشے میں اتارا کہ یہ وزیر زادے کے پاس جانے کے لیے تیار ھوگئی ۔

جب خوب بناؤ سنگار کرکے جانے لگی تو پہلے مینا کے پاس گئی اور کہنے لگی : ”مینا ! میری پیاری مینا ! میں بھی عورت ھوں اور تو بھی عورت ذات ھے ، اس لیے میرے درد دل کو تو اچھی طرح سمجھتی ھے ۔ جذبات کو کیا کروں اور ان کو کس طرح دل سے دور کروں ۔ وزیر کے نوجوان لڑکے نے جو خود بھی نہایت خوبصورت اور حسین ھے ، بڑی منت اور زاری سے مجھے بلایا ھے ۔ میری طبیعت بھی اکیلے پڑے پڑے گھبرا گئی ھے ۔ اگر تو کہے تو دو ایک گھڑی کے لیے ھو آؤں ۔ تھوڑی دیر کی ملاقات دل کی کلفت کو دور کردے گی ۔

مینا یہ سنتے ھی بھڑک اٹھی اور کہنے لگی ”ھے ھے ! ایسا غضب کبھی نہ کرنا ؛ اپنی عصمت ، اپنے پتی کی عزت ھرگز نہ گنوانا ۔ خاندان میں بدنام ھو جاؤ گی ۔ محلے میں نکو بن جاؤ گی ۔ اپنے پرائے حقارت کی نظر سے دیکھیں گے ۔ اپنی سکھیوں میں ذلیل ھو جاؤ گی ۔ شریف بہو بیٹیاں تو کبھی ایسے خیال کے پاس بھی نہیں بھٹکتیں اور دور سے ایسے جذبے پر لعنت بھیجتی ھیں ۔ یہ تمھیں بیٹھے بیٹھے کیا سوجھی ؟ کیوں اپنی جان کی دشمن ھوئی ھو ؟ پرمیشور سے اپنے اس ناپاک خیال کی معافی مانگو اور گھر میں آرام سے بیٹھو ۔“

پر بھاوتی پر ھوس کا بھوت سوار تھا ۔ یہ کڑوی نصیحت سنی تو جل کر کباب ھوگئی ۔ طیش میں آ پنجرہ کھول مینا کو نکال زمیں پر دے مارا ۔

مینا کا کام تمام کرنے کے بعد طوطے کی طرف متوجہ ہوئی ۔ وہ غریب مینا کا انجام دیکھ کر تھر تھر کانپ رہا تھا کہ اب میری باری ہے ۔ آج زندہ نہیں بچوں گا ۔ اتنے میں پر بھاوتی کہنے لگی: ''مینا کو تو اپنی بد زبانی کی سزا مل گئی ، اب بول تو کیا کہتا ہے ؟''

طوطا بہ نسبت مینا کے زیادہ دور اندیش تھا ۔ کہنے لگا ''میری مالکہ ! مینا بیوقوف تھی ، مفت میں اپنی جان کھوئی ۔ جب دل میں شوق اور طبیعت میں امنگ ہو تو کیوں نہ اپنی آرزو کو پورا کیا جائے ، اور گھڑی دو گھڑی ہنس بول لینے میں حرج ہی کیا ہے ۔ وزیر زادے کے پاس جائیے اور شوق سے جائیے ، کیا مجال کہ آپ کو منع کروں ۔ لیکن ہاں یہ خطرہ ضرور ہے کہ شاید آپ تو آدھر جائیں اور ادھر آپ کے پتی آ جائیں ۔ کیونکہ آن کو گئے بہت دن ہو گئے ہیں ۔ شاید آتے ہی ہوں گے ۔ اگر اتفاقاً وہ آ گئے اور آپ کو موجود نہ پایا تو میں آس وقت آس لونڈی کی مانند ایک لمبی چوڑی حکایت بیان کر کے آپ کی جان کو بچادوں گا ، جس طرح آس نے اپنی مالکہ کی جان بچائی تھی ، جب کہ آس کی مالکہ ایک زرگر کے عشق میں مبتلا ہوکر آس کے پاس گئی تھی اور پیچھے آس کا شوہر آ گیا تھا ۔

پربھاوتی نے پوچھا ''میرے اچھے طوطے ! ذرا بیان تو کر ۔ آس لونڈی نے کیا حکایت کہی تھی ؟'' طوطے نے دل جمعی کے ساتھ حکایت بیان کرنی شروع کی اور اسے اتنا طول دیا کہ ساری رات میں ختم کی ، اس لیے پربھاوتی کا جانا موقوف رہا ۔

جب دوسری شب ہوئی تو پھر وہ طوطے کے پاس گئی اور کہنے لگی ۔ کل تو تونے اپنی باتوں میں ایسا لگایا کہ وقت کا پتا ہی نہ چلا ، یہاں تک کہ صبح ہوگئی ۔ اب اگر تیری صلاح

ہو تو میں وزیر زادے کے پاس سے ہو آؤں ۔

طوطے نے کل کی مانند ایک نیا خطرہ بیان کیا اور اس کے ازالے کے لیے ایک قصہ گھڑ کر سنایا ۔ پھر اُسے کہتے کہتے صبح کردی ۔ غرض اسی طرح وہ ہر رات ایک کہانی کہتا رہا اور وقت کو ٹالتا رہا ؛ یہاں تک کہ طوطے نے ستر کہانیاں بیان کیں اور ستر راتوں تک اُسے روکے رکھا ۔ اتنے میں اس کا شوہر مدن سین سفر سے واپس آگیا اور اس کے لیے بڑے اچھے تحفے لایا ۔

شوہر کے واپس بہ خیریت آجانے کے بعد پربھاوتی کو اپنی اس جرأت اور بے باکی پر شرمندگی ہوئی کہ مجھ سے یہ کیا نامعقول حرکت سرزد ہوئی کہ میں نے غیر مرد کی خواہش کی اور اپنے شوہر کا انتظار نہ کیا ؟ چنانچہ اعتراف گناہ کے طور پر اُس نے مدن سین سے کہا کہ میں آپ سے اپنے قصور کی معافی چاہتی ہوں اور اس طوطے کی نہایت درجہ احسان مند ہوں کہ اس کی بدولت میں ایک عظیم گناہ سے ستر راتوں تک بچی رہی ۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ طوطا روز مرہ نئی نئی حکایتیں سنا کر مجھے نہ روکتا رہتا تو میرے تباہ ہونے میں کوئی کسر باقی نہ رہی تھی ۔ پرمیشور نے میری عزت کو بچایا ورنہ آپ سے آنکھیں چار کرنے کی مجھے ہرگز جرأت نہ ہوتی ۔ مینا بالکل بے قصور تھی اور صرف میری ہوس کی بھینٹ چڑھی جس کا مجھے بے حد افسوس ہے ۔ پرمیشور میری خطا کو معاف کرے اور آپ بھی مہربانی فرما کر مجھے معاف کر دیں ۔

پربھاوتی کی اس صاف بیانی اور اعتراف گناہ پر مدن سین بہت خوش ہوا اور اسے معاف کردیا جس کے بعد دونوں میاں بیوی نہایت عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے ۔

جب اسی طرح ان کو آپس میں خوشی و خرمی کے ساتھ رہتے ہوئے بہت دن گزر گئے تو ایک روز طوطے نے مدن سین سے کہا کہ آج میں ایک راز سے پردہ اٹھانا چاھتا ھوں۔ واقعہ یہ ھے کہ میں طوطا نہیں ھوں بلکہ ایک گندھرب ھوں اور جو مینا مر گئی تھی، وہ بھی گندھرو تھی۔ گندھرب دیوتاؤں کی ایک قسم ھے جو خدائے آسمان راجا اندر کے دربار میں گاتے بجاتے اور ناچتے ھیں۔ (جامع اللغات، جلد، چہارم) بات یہ ھوئی کہ ھم دونوں سے ایک رشی کے حضور میں کچھ گستاخی ھو گئی تھی، جس پر اس نے ھم دونوں کو بد دعا دی کہ دونوں پانچ سال کے لیے طوطا مینا بن جائیں؛ چنانچہ ھم بن گئے اور چڑی مار کے جال میں پھنس کر آپ کے حوالے ھوئے۔ اب جب کہ ھماری سزا کو پانچ سال پورے ھورھے ھیں، میری درخواست ھے کہ آب مجھے آزاد کردیں تاکہ میں آزاد ھوکر اور اپنا قالب بدل کر گندھرب بن جاؤں اور پرواز کرکے راجا اندر کے دربار میں حاضر ھو جاؤں۔ مینا کی لاش میں نے پربھاوتی سے مانگ لی تھی جو میرے پاس محفوظ ھے اور اسی محل کے شمالی حصے میں دفن ھے۔ اُس کے بھی زندہ ھونے کا وقت آ گیا ھے۔ اب میں مینا کو زندہ کرتا ھوں اور اسے ھمراہ لے کر پہاڑ پر چلا جاتا ھوں۔ وھاں ھم دونوں اپنا موجودہ قالب چھوڑ کر گندھرب ھو جائیں گے اور پھر آسمان کی طرف پرواز کر جائیں گے۔

یہ سن کر مدن سین نے کہا "اے میرے پیارے طوطے! تونے یہ حکایت بڑی عجیب و غریب بیان کی۔ دل تو کسی طرح تجھ سے الگ ھونے کو نہیں چاھتا لیکن تو اب میرے پاس رہ بھی نہیں سکتا اس لیے آزاد کرتا ھوں۔

یہ کہہ کر مدن سین نے پنجرے کا دروازہ کھولا اور طوطے

کو آزاد کر دیا۔ طوطے نے فوراً محل کے صحن میں سے اپنی چونچ سے زمین کھود کر مینا کی لاش نکالی اور اسے پنجوں میں داب کر ہوا میں اڑ گیا ، جس کے بعد ایک پہاڑ پر پہنچا۔ وہاں مینا کو رکھا اور اس پر ایک منتر پڑھ کر دم کیا ، جس کے اثر سے مینا زندہ ہو گئی۔ پھر دونوں قالب بدل کر گندھرب ہو گئے اور آسمان کی طرف پرواز کر گئے۔ جہاں راجا اندر کی پریاں ان کی منتظر تھیں۔

یہ ہے اس قصے کا خلاصہ جو ''شک سپ تتی'' میں مذکور ہے۔

کتاب کے مآخذ

اس قصے کے اجزا ''پنچ تنتر'' (پوان بھدر) ''ھتو پدیش'' ''رادھا جاتک'' اور ''بیتال پچیسی'' کی کہانیوں سے لیے گئے ہیں۔ بعض کہانیوں کا آخری مآخذ ''جاتک'' تک پہنچتا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند نے اپنے مقالے ''اردو کی نثری داستانیں'' میں اس کی بعض کہانیوں کے مآخذ کی کچھ تفصیلات بھی دی ہیں (دیکھیے ''اردو کی نثری داستانیں'' صفحات ۶۲ تا ۶۶)

پہلا فارسی ترجمہ

عرصے تک ''شک سپ تتی'' گوشۂ گم نامی میں پڑی رہی اور کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ جب ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا دور شروع ہوا اور فارسی زبان یہاں رائج ہوئی تو مسلمان مصنفین نے سنسکرت سیکھ کر یہاں کی بہت سی کتابوں کا فارسی ترجمہ کیا۔ انھی کتابوں میں ''شک شپ تتی'' بھی تھی۔

اس کتاب کا پہلا فارسی ترجمہ مغلیہ دور سے پہلے ہوا ۔ افسوس کہ محققین کی کوششوں کے باوجود یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس اولین فارسی ترجمے کا مترجم کون تھا اور اس نے کس سنہ میں کس بادشاہ کے عہد میں یہ ترجمہ کیا ؟

طوطی نامہ نخشبی

سلطان محمد تغلق (۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۵ع تا ۷۵۲ھ مطابق ۱۳۵۱ع) کے عہد میں ایک بہت باکمال شخص گزرے ہیں ۔ مولانا ضیاء الدین اُن کا نام تھا اور اُن کے بزرگ نخشب[1] سے آکر یو ۔ پی کے شہر بدایوں میں بس گئے تھے ۔ اسی لیے یہ مولانا ضیاء الدین نخشبی بدایونی کہلاتے ہیں ۔ بہت اچھے ادیب ، کئی کتابوں کے مصنف ، اعلیٰ پائے کے شاعر ، صوفی منش بزرگ اور شیخ فرید الدین ناگوری کے مرید تھے ۔ " سلک السلوک " ۔ " عشرہ مبشرہ " ۔ " کلیات و جزئیات " ۔ "گل ریز " (قصہ معصوم شاہ و نوشانہ) " لذت النساء " (ترجمہ کوک شاستر) آپ کی تصنیفات ہیں ۔ لیکن جس کتاب نے آپ کو حیات دوام بخشی وہ "طوطی نامہ" ہے ، جو

۱۔ نخشب خراسان کے صوبے میں بخارا کے قریب ایک نہایت سر سبز آباد اور مردم خیز شہر تھا ۔ تاریخ اسلام میں اس شہر کو اس لیے شہرت حاصل ہے کہ یہاں ایک بڑا شعبدہ باز شخص گزرا ہے جسے المقنع کہتے تھے ۔ تاریخ میں وہ "خراسان کا نقاب پوش پیعمبر" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ اس نے ایک چاند بنایا تھا جو رات کو نخشب کے ایک کوئیں سے نکلا کرتا تھا اور اس کی روشنی بارہ میل تک جاتی تھی ۔ اس شہر کے برباد ہونے کے بعد جو دوسرا شہر اس کی جگہ آباد ہوا اس کا نام قرشی تھا ("جعرافیہ خلافت مشرق" از لی‌اسٹرینج ، صفحہ ۵۳۰)

شک سپ تتی کے فارسی ترجمے سے ماخوذ ہے - مولانا ضیاء الدین
طب میں بھی دسترس رکھتے تھے اور فن موسیقی کے بھی بڑے ماہر
تھے - حضرت شاہ نظام الدین اولیاء کے ہم عصر اور مولانا شہاب
الدین مہمرہ کے شاگرد تھے - ۷۵۱ھ مطابق ۱۳۸۰ع میں بدایوں
میں انتقال ہوا اور شہر سے جانب غرب دفن ہوئے - عربی فارسی
کے علاوہ سریانی بھی جانتے تھے اور سنسکرت سے بھی واقف تھے
(''تحفہ الفضلاء فی تراجم الکملاء''، صفحہ۹۷ - ''قاموس المشاہیر''
جلد دوم صفحہ ۴۳ - رسالہ اردو اپریل ۱۹۲۳ع صفحہ ۶۰۴ -
رسالہ ''برہان''، فروری ۱۹۵۶ع صفحہ ۴۷ - ''اردوئے قدیم'' صفحہ
۱۲۴ - برٹش میوزیم لندن کی فارسی قلمی کتابوں کی فہرست، جلد دوم
صفحہ ۷۴۰ - ۷۴۱) -

طوطی نامہ نخشبی شک سپ تتی کا براہ راست ترجمہ نہیں ہے -
ہاں یہ ممکن ہے کہ کتاب لکھتے وقت اصل سنسکرت نسخہ مولانا
کے پیش نظر رہا ہو - شک سپ تتی کا جو فارسی ترجمہ مولانا سے
پہلے ہوا تھا اُس کی عبارت مغلق اور پیچیدہ تھی - مولانا نے صرف
یہ کام کیا کہ اُس عبارت کو سلیس اور آسان کردیا - اُس ترجمے
میں ۷۰ کی بجائے ۵۲ کہانیاں تھیں اور عبارت میں ہندی الفاظ
زیادہ تھے - کتابوں میں مولانا نے دوسری ترمیم یہ کی کہ جو جو
کہانیاں بہت فحش تھیں اُن کو نکال دیا اور اُن کی بجائے اور
کہانیاں لکھ کر شامل دیں - کتاب کا نام مولانا نے ''طوطی نامہ''
رکھا اور اس کی ترتیب سے وہ ۷۳۰ھ (۱۳۳۰ع) میں فارغ ہوے -
کتاب کے شروع میں وجہ تصنیف یہ لکھتے ہیں :

''بزرگی بابندہ گفت دریں وقت کتابی مشتمل بر پنجاہ و دو
حکایت بزرگ از عبارتی بعبارتی دیگر بردہ است، واز اصطلاح ہندوی
بزبان فارسی آوردہ است - اما اینست کہ بمقال در مضمار اطاعت

دوانیده است و سخن درازی یا قصی غایت رسانیده است و قاعدهٔ ترتیب ذوق و قانون ترکیب شوق را اصلا مراعت نه کرده است ، و از آغاز داستان انجام حکایت از جا برداشته و فروگذاشته قواعد اهل بلاغت معطل گذاشته ، چنانچه قاری ازمقصود راحت باز می ماند ، و سامع را مطلوب استراحت فوت می شود ـ اگر تو ایں اصل را که اصول کتب هند است بعبارتی موجز و استعارتی مسلسل و ترکیبی لائق و ترتیبی فائق بنویسی بر قاری و سامع منت بے نہایت ثابت کرده باشی ـ

بحکم آن بزرگ که دل محکوم اوست انقیاد کرده شد و امر او که جان مامور اوست امتثال نموده آید ، اگرچه درکلام بلاغت آنست که کلام مطول راکوتاه کند ویا سخن کوتاه را مطول گرداند ـ اما سخن بنده نه آنچنان بی تکلف مطول است که خواص آن را نه خوانند ، نه آنچنان باتکلف مختصر که عوام آن را نشنوند بلکه امری که خیر الامور اوسطها است ، اختیار کرده شد ـ

نخشبی مذهب میان گزین
اندریں خود اشارتی نبویست
کارهائی میانه کاری دان
امر اسلام میانه رویست

پنجاه و دو حکایت بعبارتی خوب و استعارتی مرغوب و امثال و نظائر جدید نوشته شده ـ حکایت که بے ربط و بے ضبط بود آنرا مربوط و مضبوط کرده آید و مطلع و مختتم هر یکی را ترتیبی و توسیع داده شد و حکاتیی چند که بے سجع و بے ذوق بودند بدله آں حکایت دیگر تحریر یافت و این عروس طاقه تخت لطائف و خاتون بخت ظرائف را در نظر بادشاهان سخن بدیں فهرست جلوه داده شد ـ

سنسکرت اور فارسی قصے کا فرق

سنسکرت سے فارسی میں منتقل ہو کر قصے میں دو بڑی تبدیلیاں ہوگئیں :

۱- ایک تو یہ کہ وہاں ہیرو کے باپ کا نام ہردت تھا ۔ ہیرو کا مدن سین اور ہیروئن کا پربھاوتی ۔ یہاں ہیرو کے باپ کا نام مبارک ہوگیا ، ہیرو کا میمون اور ہیروئن کا خجستہ ۔

۲- دوسری تبدیلی یہ ہوئی کہ وہاں قصے کا انجام طربیہ ہوا اور یہاں حزنیہ ، یعنی وہاں ہیرو اور ہیروئن آخر میں خوشی و آرام کے ساتھ رہنے لگے اور یہاں میمون نے خجستہ کو مار ڈالا اور خود تارک الدنیا ہوگیا ۔

بہرحال قصے کا جو خلاصہ مولانا نخشبی نے طوطی نامہ کی ابتدا میں لکھا ہے وہ یہ ہے :

نمونہ طوطی نامہ نخشبی

"حاصل آں پنجاہ و دو حکایت آنست که بازرگان زادہ در ہند بود ۔ در خانہ طوطی و شارک گویا داشت ۔ وقتی اتفاق سفر افتاد ۔ در وقت رفتن با کدبانو خانہ گفت ، من در سفر می روم در غیبت من ہر کاری که ترا پیش آید و ہر مہمی که بتو متعرض گردد ، باید که بی مشورت این دو مرغ درآں کار سعی نہ کنی و بی رخصت این دو جانور درآں امر اقدام نہ نمائی ۔ در مدت غیبت بازرگان زن او را دل بعشق جوان مبتلا شد و جان او بشوق برنائی مقید گشت ۔ بر سبیل مشورت بر شارک رفت و گفت که ای شارک مرا چنیں کاری پیش آمدہ است و چنیں مہمی متعرض شدہ ۔ میخواہم شبی پنہاں

بر در وثاق محبوب روم - نفس متعطش را بزلال وصال او سیراب گردانم۔
تو مرا درین امر چه مصلحت می گوئی و درین کار چه مصلحت می بنی؟
شارک ابواب مواعظ و نصائح بکشاد ، او را بطریق نیکو خواهان
نصیحت کردن گرفت - و زن از فرط عشق و دیوانگیٔ شوق نصیحت
او گران نمود - او را بر گرفت و بر زمین زد ، چنانکه مرغ جان از قفس
کالبد پرید و بآستانه عرش رسید - پس همچنان خشم آلوده بر طوطی
رفت و همان حال باز نمود - و طوطی با خود گفت و اندیشید که اگر
نصیحت سلوک خواهم داشت همان خواهم دید که آنچه شارک دید -
اگر رخصت خواهم داد او در ضلالت و بطالت خواهد افتاد و مرا
چیزی باید کرد که هم جان من از هلاکت خلاص یابد وهم نفس
او از فسق و فجور مصئون ماند - حالی خود را از نیک خواهان او
باید نمود و حکایتی که موافق طبع او باشد و روایتی که شکست او
بود استفسار باید کرد و بدان حکایت ناصح باید داشت تا رفتن زن در
توقف افتد - هم چنین پنجاه و دو شب آن زن در طلب رخصت بر
طوطی می آمد ، طوطی افسانه بگرفته و آن فسانه ناصح میداشت
و رفتن او در توقف می افتاد و بعد پنجاه و دو شب بازرگان از سفر
برسید - طوطی صورت حال باز نمود - بازرگان بر فطانت و مطانت
طوطی او آفرین کرد و آن زن را بکشت -''

زن بد ای برادر مرده بهتر
غم کاری ز نان ناخورده بهتر

کتاب کی آخری کہانی ان الفاظ پر ختم ہوئی ہے:

''میمون بعد از شنیدن این قصه تمام از جهت نیکی و حلال
خوارگی او بسیار الطاف نمود و طوطی را از قفس کشید و آزاد کرد
و خجسته را بهزاران عقوبت و صعوبت که حال کسی مباد بکشت و
بعده خود سر بتراشید و جامعه صوفیان پوشید ، اسباب و اشیائی و زر و

زیور همه برائی خدا صرف کردو در صومعه درون رفت و به عبادت و ذکر حق تعالیٰ مشغول شد و بعد ازاں هیچ وقت ذکر زن نه کرد و نام عورت بر زباں نه راند و باقی عمر مردانه وار گذرانید ـ حق تعالیٰ همه بندگاں را توفیق آں دهد که مردانه زیند و مردانه بمیرند و عمر نفیس را در طاعت و عبادت که اعظم مقصودات انسانی است ، آخر کنند و خدا تعالیٰ از شر زناں در حفظ خود نگهدار وهوالموفق بالاتمام (طوطی نامه نخشبی ، صفحه ۳۳۵)

طوطی نامه نخشبی کے قلمی نسخے

اس کتاب کے کئی نسخوں کا اس وقت تک پتا چلا ھے ـ ایک تو برٹش میوزیم لندن میں موجود ھے[1] ـ اسے ایک پارسی شخص خورشید بن اسفندیار نے کپتان آنجین (Aungien) کے لیے لکھا تھا ـ دوسرا نسخہ پاکستان میں محمد حسین خاں مالک کتب خانہ افغانی سرکلر روڈ لاهور کے پاس ھے ـ یہ صاحب نیاز علی خاں مالک مطبع وکیل پنجاب امرتسر کے لڑکے ھیں ـ نیاز علی خاں وھی شخص ھیں جنھوں نے ۱۸۹۵ء میں اس قلمی نسخے کو اپنے مطبع وکیل پنجاب میں شائع کیا تھا ـ

طوطی نامه نخشبی کا مطبوعه اڈیشن

اس کا مطبوعه اڈیشن ۱۸۹۵ء میں چھپا ـ اس کے کل صفحات

۱ـ ایک نسخه باڈلین لائبریری میں ھے (ج ۳، ص ۱۷) ـ اس کے علاوہ سبحان اللہ کلشن علی گڑھ میں متعدد نسخے موجود ھیں ـ انڈیا آفس لندن (ایتھے ۷۴۳) اور باڈلین ۴۴۴ - ۴۴۸

۳۳۶ ھیں - تقطیع $\frac{18x22}{8}$ ھے - چھپائی ، لکھائی اور کاغذ معمولی ھے - سب سے آخر میں یہ فقرہ ھے : ''ترجمہ این طوطی نامہ بر زبان اردو ھم دریں مطبع زیر طبع است -'' سرورق کی نقل حسب ذیل ھے :[۱]

طوطی نامہ نخشبی

مصنفہ حضرت ضیاءالدین نخشبی رحمۃ اللہ بر زبان فارسی
مشتمل بر
داستان ھای پنجاہ و دو شب و حکایات دلآویز زبانی طوطی
شکر لسان و پوشیدہ داں با خجستہ بانو بیگم میمون
سوداگر اعظم ھند بعبارت شیریں نظم و نثر سر چشمہ اخلاق
پاکیزہ تجربہ حالات زمانہ مع فہرست
حسب فرمائش
نیازعلی خاں تاجر کتب مالک مطبع وکیل پنجاب امرتسر

مطبوعہ مطبع وکیل پنجاب امرت سر

نخشبی کے طوطی نامہ کے ۹ قلمی نسخے انڈیا آفس لندن میں اور تین نسخے برٹش میوزیم میں اور بتعدد نسخے آکسفورڈ میں موجود ھیں (''یورپ میں دکھنی مخطوطات'' صفحہ ۶۵)-

---

۱- ایک ایڈیشن ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ع) میں بھی شائع ھوا -

ابوالفضل کا طوطی نامہ

مغلیہ عہد ہندوستان میں علوم و فنون کی اشاعت کے لیے خاص طور پر مشہور ہے ؛ خصوصاً شہنشاہ جلال‌الدین اکبر کو تو کتب کے ترجمے فارسی میں کرانے کا بے حد شوق تھا (اس کی تفصیلات ابوالفضل کی ''آئین اکبری'' مولوی ذکاء اللہ کی ''تاریخ ہندوستان''۔ مولانا آزاد کی ''دربار اکبری''۔ حکیم شمس‌اللہ قادری کی ''مؤرخین ہند'' ۔ نرندر ناتھ کی ''تاریخ ترقی علوم در عہد مسلمانان ہند'' اور سید صباح‌الدین عبدالرحمان کی ''بزم تیموریہ'' میں ملاحظہ فرمائیں) چنانچہ بہت سی عمدہ عمدہ سنسکرت کتابوں کے ترجمے اکبر کے حکم سے مستند علماء نے فارسی میں کیے جن کی نہایت نفیس جلدیں بندھوا کر شاہی کتب خانے میں رکھی گئیں۔ شک سپ تتی کا سنسکرت سے براہ راست ترجمہ تو اس عہد میں نہیں ہوا مگر نخشبی کے فارسی ترجمے کے متعلق اکبر نے اپنے فاضل وزیر علامی ابوالفضل[1] کو حکم دیا کہ دلچسپ اور آسان

---

۱ - شیخ ابوالفضل علامی اکبری دربار کا نہایت قابل وزیر، زبردست انشا پرداز، اعلیٰ پایہ کا مصنف، بہت بڑا مؤرخ اور نہایت بہادر شخص تھا۔ ۹۵۸ھ (۱۵۵۱ع) میں پیدا ہوا۔ نہایت اعلیٰ درجے کا حافظہ رکھتا تھا۔ پندرہ برس کی عمر میں تمام علوم متداولہ سے فارغ ہو کر درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ پھر اکبر کے دربار میں آگرہ چلا گیا، جہاں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور جلد ہی وزارت کے درجے تک پہنچ گیا۔ شاہزادہ سلیم (جہانگیر) کو اس سے کچھ دشمنی ہو گئی تھی۔ اسی دشمنی میں غریب کی جان گئی اور ۱۰۱۱ھ (۱۶۰۲ع) میں دکن سے آتے ہوئے سلیم کے اشارے سے ایک راجا نے راہ میں گھیر کر قتل کر ڈالا۔ تصانیف یہ ہیں۔ ''اکبر نامہ''، ''آئین اکبری''، ''عیار دانش''، ''مکاتیب علامی''، ''رقعات ابوالفضل''، ''ترجمہ مہا بھارت''، ''تاریخ الفی''، (قاموس المشاہیر، جلد اول، صفحہ ۳۵۔ سالنامہ ''نگار'' ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۱۴۔)

زبان میں اس کا ایک خلاصہ فارسی میں تیار کرو۔ ابوالفضل نے کہانیاں تو وہی ۵۲ رکھیں مگر ہر ایک کہانی کو مختصر کردیا ، اور جو الفاظ اور فقرے اُسے مشکل اور ادق معلوم ہوئے وہ اُس نے آسان اور سلیس کر دیے ؛ نام وہی ''طوطیٔ نامہ'' رکھا ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ (۱۰۵۸۹ - اڈیشنل) برٹش میوزیم لندن میں موجود ہے (''یورپ میں دکھنی مخطوطات'' صفحہ ٦۵)۔ یہ ترجمہ ۱۴۹ ورق پر ختم ہوا ہے۔ کتاب کا سائز $5\frac{3}{4} \times 7\frac{1}{4}$ انچ ہے اور صفحے میں ۹ سطریں ہیں ۔ خط نستعلیق ہے (''یورپ میں دکھنی مخطوطات'' صفحہ ۵٦۵ - نیز انڈیا آفس نمبر ۷۵۲) اس کی عبارت کا ایک مختصر سا نمونہ یہ ہے۔

نمونہ طوطی نامہ ابوالفضل

''بعد سپاس خداوند زمان و زمین و ستائش داور جان و تن آفرین که طوطیان باغ قابلیت را شیریں گفتار کرامت فرموده و بلبلان چمن کاملیت را عاشق گلشن قدرت خویش گرداینده ۔ حامه خامه را در هوائے تحریر چنیں پرواز میدهد (''یورپ میں دکھنی مخطوطات'' صفحہ ۵٦٦ - ''داستان تاریخ اردو'' صفحہ ۴٦) ۔

اولین دکنی ترجمہ

کسی شخص نے (جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا) ابوالفضل کے اس خلاصے کا قدیم اردو (یا دکھنی) میں لفظی ترجمہ کیا ۔ یہ ترجمہ اصل کتاب ہی پر بین السطور سرخ روشنائی سے لکھا ہوا ہے اور لفظی ہے۔ یہ ترجمہ نہ تو علیحدہ کہیں ملتا ہے ، نہ آج تک

چھپا ھے اور نہ پوری کتاب کا ترجمہ ھے ۔ معلوم ھوتا ھے کہ مترجم نے کام کرتے کرتے بیچ میں چھوڑ دیا ھے ورنہ کتاب کے ختم کرنے پر اپنا نام اور سن ترجمہ ضرور تحریر کرتا ۔ یہ ترجمہ ۵۲ میں سے ۳۶ کہانیوں کا ھے اور مترجم صفحہ ۱۰۰ تک پہنچا تھا کہ کسی نامعلوم سبب سے آسے ترجمے کو ادھورا چھوڑنا پڑا ۔ مولوی نصیر الدین ھاشمی مؤلف ''یورپ میں دکھنی مخطوطات'' کا اندازہ ھے کہ یہ اردو ترجمہ ولی کے زمانے کا ھے ۔ ولی کے متعلق تذکروں میں لکھا ھے کہ ۱۶۶۸ع (۱۰۷۹ھ) میں پیدا ھوا ۔ چونکہ یہ اس مشہور عالم کتاب کا سب سے پہلا اردو ترجمہ ھے لہذا نامناسب نہ ھوگا اگر اس کی ایک کہانی کی عبارت بجنسہ یہاں نقل کردی جائے تاکہ آس وقت کی آردو کا قارئین کرام کو کچھ اندازہ ھوسکے ۔ قوسین کی عبارت سمجھانے کے لیے ھم نے لکھی ھے :

نمونہ دکنی ترجمہ

''نقل چھٹی سنار اور بڑائی (بڑھئی) اور پرھیز گار (عابد) اور درزی کی اور صورت لکڑی کی اور عاشق ھونا سات عاشق کا اوپر آس صورت کے اور جانا ان سات عاشقان کا آگو چھاڑ کے اور بے نصیب رھنا وہ سب عاشقان کا ۔''

جب ستارہ بڑا (سورج) طرف مغرب کے دوڑیا اور اندھارا رات کا میدان جہاں کے تیں کالا کیا ، خجستہ واسطے طلب کرنے رخصت کے دوڑیا طوطی کے گئی ۔ طوطی بولی ۔ کب تک عاشق کے تیں بیچھ جلن کے چاھے گی توں رکھنے جلاپا (یعنی ملاقات کر) ایسا نہ ھوئے کہ خبر مرد کو تیرے پہنچے اور میرے تیں مانند

جڑ جھاڑ کے کاٹے اور توں مانند سات یار کے محروم رہے ۔ خجستہ پوچھی کیونکر تھی وہ نقل ۔ طوطی بولی ۔

بڑائی اور سنار اور درزی اور پرہیزگار مسافری کو نکلے اور ایک رات بیچ جنگل دہشت بھرے ہوئے کے کہ پتا یاگاں کا ڈر سیں اس جنگل کے پانی ہوتا تھا (یعنی بہادر بھی کانپ جاتے تھے) یکایک اپنا اس جاگا میں پڑیا ۔ وہ چارو یار مصلحت کرے (چاروں یاروں نے صلاح کی) کہ ہم ہر ایک موافق باری کے یک یک پہر نگہبانی کرے ۔ اول بڑھائی (بڑھئی) جاگتا تھا ۔ لکڑی یک بیچ نہایت بہتری کے چھلیا (یعنی لکڑی کی ایک خوبصورت عورت بنائی) اور پھر دو گھڑی سنار اس صورت کے تیں زیور سیں ستوریا (پھر سنار نے اسے گھڑ کر زیور پہنا دیا) تیسری پہری میں درزی اس کے تیں سلت لباس سے زینت وار کیا (تیسرے نے اسے لباس سے زینت دی) چوتھی پہری میں زاھد موں عاجزی کا طرف قبلہ کے لایا ۔ دعا کیا اور جان بیچ بدن اس کے پھوکے گیا ہوا (چوتھے نے دعا کرکے اس میں جان ڈالی) جب جاگا قبول کیا گیا تاریکی کا آیکی میں تھا سو ڈیرے سیں کالی رات کے نکل کر سات قصد عالم روشن کرنے کے منزل ماپنے ھارا آسمان کا ھوا ۔ ہر ایک کوئی (یعنی وہ چاروں) ہر ایک یار جنگل لڑائی کا سج دا،ن یک دوسرے کے مارے (یعنی ہر شخص نے کہنا شروع کیا کہ اس عورت کو تو میں لوں گا) بعد از لڑائی بہوت کے (بڑے جھگڑے کے بعد) قرار پایا کہ اوپر سر راہ کے کھڑے رہیں ۔ انوں کوئی ایک کہ اول پونچا اس سیں فیصلہ قضیہ کا طلب کریں (جو کوئی پہلا آدمی آئے اس سے جھگڑے کا فیصلہ کرائیں) اونو سات اس نیت کے اوپر سر راہ کے کھڑے رہے ۔ مسافر یک پونچیا (ایک مسافر آیا) اور اونٔوں لڑائی کی کیفیت کے خبردار ھوا ۔ جلدی جنگل دشمنی

کا اور لڑائی اور لڑائی بیچ دامن ان چار یار کے ماریا کہ عورت میری کی تیں تم چارو ڈانکا پڑ کر لے گئے ہیں (مسافر نے کہا یہ عورت تو میری ہے تم اغوا کرکے لے گئے ہو) آگو کوتوال کے آؤ تو کیا انصاف بولتا ہے ۔ آگو کوتوال کے لیے ۔ کوتوال بھی عاشق حسن اس صورت کا ہوا اور بولیا یہ عورت بھائی سیں میری ہے (میرے بھائی کی بیوی ہے) تمھیں بیچ راہ فلانی جاگا کے لوٹ لے گئے ہیں ۔ عورت کے تیں پایا میں، مال اس کے تیں جواب بولو (عورت تو مل گئی، اب اس کا زیور لاؤ) وہ کوتوال آگو بادشاہ کے لے گیا اور داد چاہا ۔

بادشاہ اسی وقت باندے گیا زلف کے کے ،ریکے اس کے ہوا (بادشاہ بھی اس پر عاشق ہوگیا) عالم ایک واسطے تماشا کے جمع آئے اور انصاف قضیہ کے تیں بوڈے ایک جہاندیدہ سیں چاہے (ایک جہاندیدہ بوڑھے سے انصاف چاہا) وہ بوڈا بولیا ۔ چالیس کوس اس شہر سیں جھاڑ حکم کرنے ھارا کر نام جھاڑ ایک کا ہے ۔ قضیہ تین فیصل ہونے ھارا اسی جاگا فیصلہ پاتا ہے ۔ اس جاگا جاؤ تمھیں تمام لوگ ۔ دعوی کرنے ھارے اس عورت کے نزدیک اس جھاڑ کے پہونچے اور مدعا اپنا ظاہر کرے، انتظار سخن نادر غیب کا رکھے، بیچ اس نیچے کے پیڑ جھاڑ کی چیرے گئی اور عورت بیچ پیڑ جھاڑ کے اندر آئی اور دڑاڑ مل گئی اور پاتاں سیں جھاڑ کے آواز یہ آیا کہ تمام چیز رجوع کرتی ہے طرف اصل اپنے ۔ تمام دعوی کرنے ھارے ناامید ہوئے اور پھر کر آئے ۔

اے خجستہ تو بھی سات جلدی کے اس محبوب کے تیں پا ۔ خجستہ چاہی ویسا کرے آفتاب، نکل آیا، قصد جانے کا اس کا موقوف ہوا ۔'' (برٹش میوزیم، مخطوطہ نمبر ۱۰۵۸۹، ورق ب ۱۶ تا ب ۱۸) (بحوالہ ''اردو شہ پارے'' جلد اول ۳۲۷ تا ۳۲۸) ۔

نخشبی کے دو ترجمے

نخشبی کی کتاب کے جو تراجم مختلف زبانوں میں ہوئے اُن میں سے ہم اردو کے دو ترجموں کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں ۔ ایک غواصی کا ترجمہ ہے اور دوسرا ابن نشاطی کا ۔ یہ دونوں ترجمے قدیم اردو (دکھنی) زبان میں ہیں اور دونوں منظوم ہیں ۔

غواصی کا طوطی نامہ

غواصی اردو کا قدیم شاعر، گولکنڈہ کا رہنے والا اور سلطان عبداللہ قطب شاہ والیِ گولکنڈہ ۱۰۳۵ھ (۱۶۲۶ع) کا درباری شاعر تھا ۔ غواصی نے قصہ کہانی کی دو کتابیں فارسی سے دکنی زبان میں منتقل کیں، دونوں منظوم ہیں ۔ پہلی ''فسانہ سیف الملوک و بدیع الجمال'' (جو ''الف لیلہ'' کے فارسی ترجمے کا ایک مشہور فسانہ ہے) اور دوسرا ''طوطی نامہ'' جو نخشبی کی فارسی کتاب سے ماخوذ ہے ۔ ان کے علاوہ اس نے ایک مثنوی ''چندا اور لورک'' کے نام سے بھی لکھی ہے اور اپنا ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا ۔ (غواصی کے مفصل تذکرے کے لیے ملاحظہ فرمائیں ''اردوئے قدیم'' صفحہ ۶۲ تا ۶۶ ۔ ''اردو شہ پارے'' جلد اول صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۶ ۔ ''یورپ میں دکھنی مخطوطات'' صفحہ ۵۷ تا ۴۷ ۔ اور ''دکن میں اردو'' صفحہ ۶۶ تا ۷۱ ۔ ''نوائے ادب'' بمبئی، جنوری ۱۹۵۱ع) ۔

غواصی نے اپنا طوطی نامہ مثنوی کی طرز پر لکھا ہے ۔ اس نے اس کتاب کو ۱۰۳۹ھ میں شروع کیا اور یکم رجب ۱۰۴۹ھ (مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۶۳۹ع) کو ختم کیا ۔ چنانچہ کہتا ہے :

ہوئی بخشش حضرتؑ تے جب مجھ مدد
دیا میں اسے تو رواج اس سند
برس یک ہزار ہور چالیس پہ نو
ہوئے تھے یو موتیاں پرویا ہوں نو
لطافت بھری مثنوی یو عجب
مرتب کیا خوش میں پہلی رجب

کتاب کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے خدا تعالیٰ کی حمد کی ہے، پھر نعت ہے، اس کے بعد اپنے ولی نعمت سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مدح ہے، زاں بعد سبب تالیف اور پھر قصہ شروع کیا ہے جس کے چار ہزار اشعار ہیں ۔ یہ پوری کتاب کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ اس کے بعض مضامین کو لے کر چار ہزار اشعار میں انھیں نظم کردیا ہے ۔ کہیں کچھ کمی کردی ہے، کہیں کچھ بڑھا دیا ہے ۔ قصہ ختم کرنے کے بعد ایک سو اشعار اور لکھے ہیں جن میں شاعر اپنے آپ کو اس لیے ملامت کرتا ہے کہ وہ بالکل دنیا میں پھنس کر رہ گیا ہے اور آخرت کا اُسے کچھ خیال نہیں ۔ اس کے کفارہ کے طور پر اُس نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آئندہ شعر نہیں کہے گا اور اپنی بقیہ زندگی خدا کی یاد میں بسر کردے گا ۔ اس کا کلام اگرچہ سلیس و سادہ اور تصنع و بناوٹ سے پاک ہے، مگر ہندی الفاظ اپنے اشعار میں بہ کثرت استعمال کرتا ہے ۔

اس کتاب کے دو قلمی نسخے برٹش میوزیم لندن میں موجود ہیں ۔

۱- پہلے نسخے کا کاتب کوئی شخص موہن لال ہے جس نے اس نسخے کی کتابت ۲۹ شوال ۱۱۳۹ھ کو ختم کی ۔ کتاب کے ورق ۱۷۷ ہیں اور فی صفحہ ۱۲ سطریں ہیں ۔ خط نستعلیق ہے اور

کتاب کا نمبر "۹۷۰۰- اورئنٹل" ہے -

۲ - دوسرا نسخہ شیخ ابو محمد قادری کا لکھا ہوا ہے اور ۱۱۷۲ھ سال کتابت ہے - کل کتاب ۱۶۲ ورق پر ختم ہوئی ہے - فی صفحہ ۱۳ سطریں ہیں - خط نستعلیق ہے اور کتاب کا نمبر "۲۶۲۹ - اڈیشنل" ہے -

غواصی کے "طوطی نامہ" کو مجلس اردو حیدر آباد دکن نے چھاپ بھی دیا ہے ("نوائے ادب" بمبئی، جنوری ۱۹۵۱ع) قصے کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے :

نمونہ طوطی نامہ غواصی

جن اس جوہراں کے سمندر کا کنیر
ہے خواص اس دور میں بے نظیر
سویو جوہراں کار لیاتا ہے بہار
جو ملک ہندوستان میں ایک ٹھار
کہتے ہیں جو تھا کوئی سوداگر ایک
وجاہت مینے پاک صورت میں نیک
اتم مالکا بہو کینے بخت دار
کہر اس کا سو تھا عین بندر کے سار
جیتے اس زمانہ میں سوداگراں
دتے اس کے ان کی تھے جئوں جاکراں
کیا تھا خدا یوں آسے سرفراز
جو تھے ساتوں سمدر پر اس کے جہاز
شہاں پاس نہیں کچھ سو آس پاس تھے
یکٹ نو رتن کیچ نوراس تھے

سدا تازہ تھا ذوق کا باغ اس
ولے فرزنداں نہیں سو تھا داغ اس
کیکدیس پنچھیں کوں او باغ جئوں
خدا کے کرم تے ہوا باغ جئوں
ہو کھر میتے ایک فرزند آسے
سو ویسا ہوا آج تک نہیں کسے
نشانیاں سعادت کے لیے ٹھار ٹھار
ہوا جگمیں اظہار یوسف کے سار
گھر اس کا جھلکنے لگا نور تے
ستارا اچل آیا مکر دور تے
کیکدیش کوں جئوں ہوا ان جوان
سو ویں پاب ہنکام آس کا پچھان
نہیتے ایک محبوب مہتاب سئے
لطافت میں نرمل نچھل آب سے
دھندا ترت پیدا کیا کر نہ دیر
کیا لاکہ خوشیاں ستے کار خیر

خاتمے پر کہتا ہے :

سخن پروراں یکیتے یک ہیں زیاد
ولے آور ہے مجھ زباں کوں سواد
یو الاف نہ غیب تے دور ہے
سلامتی کی آسماں کا سور ہے
جہاں میں جھلکتا اچھو جسم مدام
بحق محمد علیہ السلام

غواصی اگر توں ہے سچلا غواص
لگا عشق اپنا خدا ساتھ خاص
(''یورپ میں دکھنی مخطوطات'' ص ، ٦٠ - ٦١)

باوجو بے حد تلاش کے یہ پتا نہ لگ سکا کہ غواصی کا انتقال کس سنہ میں ہوا - صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ ١٠٦٠ھ (١٦٥٠ع) سے قبل اس کی وفات ہوچکی تھی (''دکن میں اردو'' صفحہ ٦٨ - اڈیشن سوم)

ابن نشاطی کا طوطی نامہ

ابن نشاطی : یہ بھی گول کنڈا کا رہنے والا اور سلطان عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا سر بر آوردہ شاعر ہے - دتاسی لکھتا ہے کہ آوری اس کا دوسرا نام یا تخلص تھا (''خطبات گارساں'' دتاسی صفحہ ١٣٥) مگر کسی اور ذریعے سے اس دوسرے نام کی تصدیق نہیں ہوتی - اس نے بھی غواصی کی مانند دو کتابیں لکھی ہیں - ایک ''مثنوی پھول بن'' جو فارسی کتاب جو ''بساتین'' کا منظوم ترجمہ ہے اور دوسری ''طوطی نامہ'' -

ابن نشاطی کے ''طوطی نامہ'' کے متعلق محققین میں سخت اختلاف ہے - آغا حیدر حسن دہلوی پروفیسر نظام کالج ''پھول بن'' کے دیباچے میں اور ڈاکٹر سید محی الدین قادری '' اردو شہ پارے'' جلد اول میں اس کتاب کے وجود سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''ہمیں اس امر کے ماننے میں تردد ہے کہ ابن نشاطی نے کوئی ''طوطی نامہ'' لکھا تھا - برخلاف اس کے اپریل ١٩٢٥ع کے رسالہ ''اردو'' میں بہ دلائل اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ یقیناً ابن نشاطی نے ''طوطی نامہ'' لکھا ؛ چنانچہ ''اردو''

میں جن صاحب نے اس کے متعلق مضمون لکھا تھا وہ فرماتے ہیں ؛

''ابن نشاطی کا ''طوطی نامہ'' ٹیپو سلطان کے کتب خانے میں موجود تھا (''فہرست کتب خانہ ٹیپو سلطان'' مرتبہ میجر اسٹوارٹ صفحہ ۸۰) نیز پروفیسر دتاسی نے پیرس میں اور ڈاکٹر ولسن نے مدراس میں اس کتاب کے باتصویر نسخے دیکھے ہیں ۔ علاوہ ازیں اس کا ایک نسخہ ڈاکٹر سید محمد قاسم صاحب کے پاس حیدرآباد دکن میں موجود ہے''۔ (رسالہ ''اردو'' بابت اپریل ۱۹۲۵ع صفحہ ۲۶۸)

ابن نشاطی کے اس ''طوطی نامہ'' کی تصنیف کو مولوی سید محمد ایم اے لیکچرار گورنمنٹ سٹی کالج حیدر آباد نے بھی تسلیم کیا ہے (''ارباب نثر اردو'' ص۴۷)

طوطی نامہ قادری

اس کے بعد ہم نخشبی کے طوطی نامہ کے ایک خلاصے کو لیتے ہیں جو سید محمد قادری نے گیارھویں صدی ھجری (سترھویں صدی عیسوی) میں کیا تھا ۔ یہ خلاصہ فارسی میں تھا ۔ نخشبی نے ۵۲ کہانیاں لکھی تھیں۔ قادری نے اپنے خلاصے میں ۳۵ کہانیاں لیں ۔ جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ قادری کا ''طوطی نامہ'' دکھنی زبان میں تھا ، انھیں غلطی لگی ہے (Rieu. B.M. P.Ms. p. 725) اس ضمن میں ایک بیان عرصہ ہوا رسالہ ''اردو'' میں چھپا تھا ۔ وہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں :

''ایڈیٹر صاحب رسالہ '' تحفہ '' حیدر آباد دکن بابت جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ میں لکھتے ہیں کہ قادر بخش اور محمد قادری دو مختلف مصنفوں نے دو مختلف طوطی نامے لکھے ۔'' مگر آن کو

سہو ہوا۔ یہ دراصل ایک ہی شخص ہے اور اس کا صحیح نام محمد قادری ہے۔ مدیر ''تحفہ'' نے یہ بھی لکھا ہے کہ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں ''طوطی نامہ'' قادر بخش موجود ہے۔ مگر یہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ اس کے دیباچے میں مصنف کا نام بہ صراحت محمد قادری تحریر ہے۔ مدیر ''تحفہ'' نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ محمد قادری نے ''طوطی نامہ،، دکھنی زبان میں لکھا تھا مگر یہ بھی غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد قادری نے نخشبی کے ''طوطی نامہ'' کا فارسی ہی میں خلاصہ کیا ہے اور اسی فارسی خلاصے کا دکھنی میں ترجمہ ہوا ہے'' (''رسالہ اردو۔'' اپریل ۱۹۲۵ع صفحہ ۲۶۹)

حکیم سید شمس اللہ قادری بھی لکھتے ہیں ''ملا سید محمد قادری نے مولانا نخشبی کی ۵۲ حکایات سے ۳۵ حکایات انتحاب کر کے انھیں گیارھویں صدی میں شرفا کی روزمرہ فارسی میں لکھا'' (''اردوئے قدیم'' ۱۲۴)

اس طوطی نامہ کی فارسی عبارت کا نمونہ یہ ہے[1] :

نمونہ طوطی نامہ قادری

''بعد از جنس جنس ثنا و صفت پیدا کنندۂ آسمان و زمین کیفیت و حقیقت ایں است کہ داستان قصہ ہا و حکایات حضرت نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کہ در طوطی نامہ بعبارت سخت و دقیق نوشتہ بودند آں را برائے مفصل و بیان و از جہت معلوم شدن، مردمان محمد قادری اصلح اللہ شانہ از عبارت سلیس و آسان کہ مشتمل بر

۱۔ سید محمد خدا وند قادری کا یہ نسخہ ۱۲۸۴ھ میں طبع ہوا۔

عبارت خطوط باشد و روز مرہ جواب و سوال کہ دولت مندان را لائق باشد نوشتہ است ۔'' (رسالہ ''اردو'' بابت اپریل ۱۹۲۵ء ص ۲٦۷)

مسٹر رام بابو سکسینہ نے ''ھسٹری آف اردو لٹریچر'' میں لکھا ھے کہ قادری کا '' طوطی نامہ'' ۱۷۹۳ میں لکھا گیا ('' تاریخ ادب اردو'' حصہ دوم ، ص ۱۰) ۔ یہ قطعاً غلط ھے ۔ جیسا کہ ھم بیان کر چکے ھیں ، قادری کی کتاب سترھویں صدی عسیوی میں مرتب ھوئی ۔

طوطی نامہ قادری کے مترجم

سید محمد قادری کی کتاب کے جو متعدد تراجم ھوئے آن میں سے ھم یہاں صرف دو کا ذکر کریں گے ۔ ایک دکھنی زبان میں ھے اور دوسرا اردو میں :۔

دکھنی ترجمہ

دکھنی ترجمے کے مصنف کا نام معلوم نہیں ھوسکا ، اگرچہ اس کے معلوم کرنے کی محققین نے بہت کوشش کی ۔ یہ ترجمہ ۱۱۴۲ھ (۱۷۲۹ء) میں کیا گیا ھے ۔ اس ترجمے کا ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن میں اور ایک نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری حیدر آباد دکن میں موجود ھے (''ارباب نثر اردو'' صفحہ ۷۱ - ۷۲) اس کی عبارت کا مختصر نمونہ حسب ذیل ھے :

پچھے سیں طرح طرح صفت و ثنا پیدا کرنے والے زمین و آسمان کے کیفیت و حقیقت یو ھے کہ داستان قصہ ھا و حکایات حضرت نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کوں بیچ طوطی نامے کے سات عبارت سخت و دقیق کے لکھے ھیں ، اس کے تئیں مفصل و بیان وار واسطے معلوم

ہونے تمام لوگوں کوں محمد قادری ، نیک کرے اللہ تعالیٰ مرتبہ اونو کا ، بیچ عبارت سلیس و آسان کے کہ ملی ہوئی اوپر عبارت خطاں کے ہوتے و روز مرہ جواب و سوال کہ دولت منداں کے تئیں لائق ہوئے لکھے ہیں'' (رسالہ ''اردو'' اپریل ۱۹۲۵ع ، ص ۲۷۰)۔

رسالہ اردو سے لے کر یہ نمونہ ۱۹۳۰ع میں مولانا احسن مارہروی نے اپنی کتاب ''تاریخ نثر اردو'' کے صفحہ ۶۲ پر ، مولانا حامد حسن قادری نے اپنی کتاب ''داستان تاریخ اردو'' کے صفحہ ۴۴ و ۴۵ پر درج کیا ہے ۔ مولانا احسن مارہروی نے نمونہ نقل کرنے کے بعد یہ شبہ ظاہر کیا کہ مندرجہ بالا نمونے کا طرز بیان یہ بتاتا ہے کہ یہ ترجمہ محمد قادری کا نہیں ہے کیونکہ اول تو پرانے طریقۂ بیان میں اپنے نام کے ساتھ مترجم و موئف انکسار آمیز الفاظ ضرور لکھتے تھے ۔ دوم یہ کہ اپنے لیے تعظیمی ضمائر جمع کا استعمال نہ ہوتا تھا ۔ یہ دونوں پابندیاں اس ترجمے میں نہیں ہیں ۔ (''تاریخ نثر اردو'' صحفہ ۶۳) اس شبہے کا معقول جواب مولانا حامد حسن قادری یہ دیتے ہیں کہ ''مترجم ترجمہ کرتے کرتے جب نام پر پہنچا تو اس کا جی نہ چاہا کہ محمد قادری نے جس طرح اپنا نام لکھا تھا اس کا بجنسہ ترجمہ کر دیتا ، اس لیے تعظیمی طریقے سے نام لکھا ۔ نہ یہ کتاب ایسی تھی نہ یہ مقام ایسا تھا کہ اپنی طرف سے کوئی تصرف جائز نہ ہو ۔ (''داستان تاریخ اردو'' ص ۴۵ حاشیہ)

طوطی نامہ

نسخہ ابوالفضل کی ابتدائی ۳۵ کہانیوں کا دکھنی ترجمہ مع فارسی متن ، مصنف نامعلوم (بارھویں صدی ہجری) بلوم ہارٹ برٹش

میوزیم (''اردو مثنویاں'' صفحہ ۵۸)

اردو ترجمہ حیدری

اردو ترجمے کا نام '' طوطا کہانی '' ہے (بعض کتابوں میں ''توتا کہانی'' لکھا ہے جو کتابت کی غلطی[1] ہے۔ ''ارباب نثر اردو'' صفحہ ۷۰) اور مترجم کا نام سید حیدر بخش حیدری۔ حیدری کے والد سید ابوالحسن دھلی کے باشندے تھے، مگر تلاش معاش میں بنارس چلے گئے تھے ۔ وھیں حیدری کی تعلیم و تربیت ھوئی ۔ بنارس کے ناظم‌عدالت نواب علی ابراھیم خان خلیل نہایت بلند پایہ ادیب ، بہت سی کتابوں کے مصنف اور بڑے اچھے شاعر تھے ۔ ان کی صحبت میں حیدری نے علوم متعارفہ حاصل کیے ۔ شعر و شاعری سے شوق اور ادب سے دلچسپی انھی کے طفیل حیدری کو میسر آئی ۔ قاضی عبدالرشید ایک عالم متبحر سے حیدری نے عربی فارسی کی تحصیل کی اور مولوی غلام حسین غازی پوری سے حدیث ، فقہ ، تفسیر اور تاریخ پڑھی ۔

حسن اتفاق سے انھی ایام میں فورٹ ولیم کالج کے لیے ڈاکٹر گل کرسٹ کو قابل ادیبوں اور انشاء پردازوں کی ضرورت تھی جو اردو میں کتابیں تالیف اور ترجمہ کریں ۔ حیدری کو پتا چلا تو ایک قصہ ''مہر و ماہ'' کے نام سے لکھا[2] اور بطور نمونہ لے کر

---

(۱) یہ کتابت کی غلطی نہیں ہے دیکھیے خان آرزو کی ''نوادر الالفاظ'' بہ ذیل توتا ۔ (ادارہ)

(۲) یہ کتاب اسی نام کی ایک فارسی کتاب کا ترجمہ ہے - نہ یہ چھپی نہ کہیں اس کا کوئی قلمی نسخہ موجود ہے ۔ البتہ فارسی مہر و ماہ

(باقی بر صفحہ ۳۱)

کلکتے پہنچے - نمونہ منظور ہوا اور حیدری ملازم ہو کر حصول معاش سے بے فکر ہو گئے - عرصے تک ملازمت کے بعد ۱۸۱۴ع سے قبل حیدری واپس بنارس چلے آئے اور یہیں ۱۸۲۳ع میں ان کا انتقال ہو گیا - فورٹ ولیم کالج کے قیام کے زمانے میں انھوں نے حسب ذیل کتابیں لکھیں:

''قصہ لیلیٰ و مجنوں''۔ ''مثنوی ھفت پیکر''۔ ''تاریخ نادری'' - ''گلزار دانش''۔ ''گلدستہ حیدری''۔ ''تذکرہ گلشن ہند''۔ ''گل مغفرت''۔ ''آرائش محفل ''۔ مگر جس کتاب سے حیدری کا نام آج تک زندہ ھے اور مدتوں زندہ رھے گا ، وہ ''طوطا کہانی'' ھے جسے حیدری نے ۱۸۰۱ع میں لکھا اور جو ۱۸۰۴ع میں شائع ہو کر کالج کے نصاب میں شامل کی گئی - یہ کتاب اس قدر پر لطف ، سلیس اور دلچسپ تھی کہ ۱۸۰۴ء سے اس وقت تک اس کے سینکڑوں اڈیشن کلکتہ ، بمبئی ، کان پور ، لکھنؤ ، دھلی اور لاھور وغیرہ سے چھپ کر ختم ہو چکے تھے اور کتاب کی ابھی تک مانگ ھے - اس کتاب کے ترجمے کی کیفیت خود حیدری کے الفاظ میں حسب ذیل ھے :

ترجمے کی کیفیت خود مترجم کی زبان سے

''سید حیدری بخش متخلص بہ حیدری شاہ جہان آبادی تعلیم یافتہ مجلس خاص نواب علی ابراھیم خاں بہادر مرحوم و شاگرد غلام حسین خاں غازی پوری دست گرفتہ صاحب عالی جناب سخن داں

کے دو قلمی نسخے برٹش میوزیم لندن میں موجود ھیں جن میں سے ایک ۱۱۷۴ھ (۱۷۶۰ع) میں بہ مقام پانی پت لکھا گیا تھا - (''اردو کی نثری داستانیں'' صفحہ ۲۰۶) -

آبرو بخش سخن وراں معدن مروت و چشمہ فطوت ، دریائے جود و کرم منبع علم و حلم ، صاحب والا شان جان گل کرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ کا ہے ۔ اگرچہ تھوڑا بہت رابطہ موافق اپنے حوصلے کے عبارت فارسی میں بھی رکھتا ہے لیکن بہ موجب فرمائش صاحب موصوف کے سن بارہ سو پندرہ موافق اٹھارہ سو ایک عیسوی کے حکومت میں جائے غریبان و بے کساں ، زبدۂ رئیسان عظیم الشان مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگلستان مارکوئیس ولزلی گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ کے محمد قادری کے ''طوطی نامہ'' کا جس کا ماخذ ''طوطی نامہ'' ضیاءالدین نخشبی ہے، زبان ہندی میں موافق محاورہ اردوئے معلیٰ کے عبارت سلیس و خوب و الفاظ و رنگین و مرغوب میں ترجمہ کیا اور نام اس کا ''طوطا کہانی'' رکھا تاکہ صاحبان نوآموز کے فہم میں آ جاوے ۔ اور ہیچمدان ہر ایک اہل سخن سے امید رکھتا ہے کہ جو کوئی بہ چشم غور اس ترجمے کو ملاحظہ کرے اور غلطی معنی یا بمراد طلبی الفاظ پر نظر پڑے تو شمشیر قلم سے مانند سر دشمن اس کو صفحہ ہستی سے اڑا دے :

جو بہر صلاح اس پہ رکھے قلم
الٰہی نہ دینا کبھی اس کو غم
الٰہی بحق امام انام
یہ جلدی ہو مجھ سے کہانی تمام

حیدری کے اس بیان سے مندرجہ ذیل باتیں کتاب کے متعلق معلوم ہوئیں :

۱ - کتاب ڈاکٹر جان گل کرسٹ کے حکم کے بہ موجب ترجمہ کی گئی ۔

۲ - کتاب ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۱ع میں ختم ہوئی ، بہ عہد مارکوئیس ولزلی گورنر جنرل ۔

۳- کتاب محمد قادری کے طوطی نامہ سے ترجمہ کی گئی ہے جس کا ماخذ طوطی نامہ نخشبی ہے -

۴- کتاب اردو زبان میں جسے اس وقت ہندی کہتے تھے، دھلی (اردوے معلیٰ) کے محاورہ کے مطابق لکھی گئی ہے اور بالخصوص کالج کے طلبہ کے لیے اسے ترجمہ کیا گیا ہے -

۵- اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ کتاب عام فہم، سلیس اور دلچسپ ہو-

۶- کتاب کا نام ''طوطی نامہ'' سے بدل کر ''طوطا کہانی'' رکھ دیا گیا -

۷- کہانیوں کی تعداد اتنی ہی رکھی گئی جتنی قادری کے ''طوطی نامہ'' کی تھی کیونکہ یہ اسی کا ترجمہ ہے -

طوطا کہانی کا نمونہ

جب سورج چھپا اور چاند نکلا، تب خجستہ گلنار جوڑا پہن کر گہنے پاتے سے اپنے تئیں آراستہ کر کے طوطے کے پاس رخصت لینے گئی اور اسے غم گین دیکھ کر کہنے لگی کہ اے طوطے! خوش کرنے والے! آج تو کیوں غم گین ہے ؟ طوطا کہنے لگا ''اے کدبانو مجھ کو تیرا غم مارے ڈالتا ہے اور یہی اندیشہ کھائے جاتا ہے کہ تو ہر ایک شب میرے پاس رخصت لینے آتی ہے اور میری باتوں میں صبح ہو جاتی ہے - ایسا نہ ہو کہ یکایک تیرا خاوند آ جائے اور تو نہ جا سکے اور نہ جانے کے باعث سے تو پشیمان ہو ؛ مانند اس بلی کے جس نے چوہوں کو مار کر انفعال کھینچا تھا - خجستہ نے یہ سنتے ہی کہا '' اے طوطے ! چوہے بلی کی خوراک تھے - یہ تعجب ہے کہ بلی چوہوں کے مارنے سے پشیمان

ہوئی ، کچھ اس کا بھید میں نہیں سمجھتی ۔ طوطا کہنے لگا کہ کسی بیابان میں ایک شیر ایسا بوڑھا رہا کرتا تھا کہ بڑھاپے کے باعث اُس کے دانتوں نے جڑیں چھوڑ دیں ۔ اگر وہ گوشت کھاتا تو ریشہ اُس کے دانتوں میں اٹک رہتا تھا ۔ اور اس جنگل میں چوہے بہت رہتے تھے ۔ جب وہ شیر رات کو سوتا تب ہر ایک چوہا آن کر اُس کے مسوڑوں سے ریشہ گوشت کا کھینچتا اور وہ گوشت نکال کر کھا جاتا ؛ اسی سبب سے اُس کو اذیت ہوتی اور وہ چونک پڑتا ۔ آخر اُس نے جنگل کے جانوروں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ تم کچھ ایسی تدبیر کرو کہ یہ چوہے مجھے تکلیف نہ دیں اور میں چین سے تمام رات سویا کروں ۔ تب لومڑی نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ حضرت سلامت بلی آپ کی خاص رعیت ہے ، اُس کو پاسبانی کی خدمت دیجیے اور آپ مزے سے رات بھر آرام کیجیے ۔ یہ بات لومڑی کی شیر کو خوش آئی اور بلی کو بلوا کر خدمت کوتوالی کی دی ۔ وہ اپنی خدمت پر مستعد ہوئی ۔ چوہوں نے بلی کو دیکھ کر جنگل کا راستہ لیا ۔ تب شیر نے اپنی خاطر خواہ رات کو آرام کیا اور بلی کو سرفراز کیا ۔ پر وہ بلی اپنی دانائی سے ان چوہوں کو دور سے دھمکایا کرتی اور کبھی کسی کو نہ پکڑتی ، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ان کی بدولت مجھ کو یہ خدمت ملی ۔ اگر ان کو کھاؤں گی تو شیر کا مجھ سے کچھ سروکار نہ رہے گا اور یہ خدمت چھین لے گا ۔ اس بات کو سمجھ کر وہ اپنے اوپر فاقہ قبول کرتی اور ان میں سے کسی کو نہ کھاتی ۔ اتفاقاً ایک دن خدا نے اس کی عقل پر پردہ ڈالا کہ وہ اپنا بچہ شیر کے آگے لائی اور ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ آج میں کسی کام کو جاتی ہوں ۔ اگر حکم ہو تو اپنے بچے کو چھوڑ جاؤں ۔ کل صبح کو پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گی ۔ یہ بات اس کی

شیر نے پسند کی اور خوشی سے رضا دی - بلی اپنے کام کو گئی اور یہاں اُس بچے نے جس چوہے کو دیکھا مار لیا -

کتاب کی تاریخ مرتب کرنے میں مشکلات

یہ ھے ابتدا سے آخر تک ''طوطا کہانی'' کی مسلسل داستان اور اس کی عہد بہ عہد کی تاریخ - اس مسلسل تاریخ میں میں نے کوشش کی ھے کہ ھر دور میں جو مشہور اور اھم ترجمہ اس کتاب کا ھوا ھے ، اس کی کیفیت بیان کرنے کے ساتھ ھی اُس کا نمونہ بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کر دوں - خدا کا شکر ھے کہ اگرچہ یہ کام بہ ظاھر مشکل نظر آتا تھا تاھم ایک حد تک ھوگیا - لیکن اس کتاب کی تاریخ پر گہری نظر ڈالنے سے یہ تلخ حقیقت نظر آتی کہ مورخین ، مصنفین اور محققین نے اس کتاب کے متعلق سنہ اور نام لکھنے میں بہت زیادہ لاپروائی سے کام لیا ھے اور اکثر نام اور سنہ غلط لکھے ھیں ، جس کی وجہ سے مجھے اس مقدمے کی ترتیب میں سخت الجھن ، مشکل اور دقت پیش آئی - مثلاً کتاب کے سنسکرت نام ھی کو لے لیجیے - کسی نے اُسے ''شکا سب تتی'' (''ارباب نثر اردو'' صفحہ ۷ اور ''اردوئے قدیم'' صفحہ ۱۲۴) کسی نے ''کوکا سیتی -'' کسی نے ''مشوک سپ تتی'' (رسالہ ''برھان'' فروری ۱۹۵۴ع ، صفحہ ۷۵) اور کسی نے ''شوکا سپ تتی'' (''تاریخ اردو ادب'' حصہ دوم صفحہ ۱۰) لکھا ھے - یہی حال سنوں کا ھے ، جن کا آپس میں بے حد اختلاف ھے اور اکثر غلط اور گمراہ کن ھیں - مثلاً ترکی ترجمے کے سلسلے میں سلطان سلیمان اعظم کا سنہ جلوس حکیم شمس اللہ قادری نے ۹۴۶ھ لکھا ھے (''اردوئے قدیم'' ۱۲۵) مگر صحیح ۹۲۶ھ ھے - مزا یہ ھے کہ حکیم صاحب کی

تقلید میں ڈاکٹر گیان چند جیسے محتاط شخص نے بھی یہی غلط سنہ
لکھ دیا ۔ ('' اردو کی نثری داستانیں '' صفحہ ۵۶۶) نخشبی نے
طوطی نامہ ۱۳۳۰ء میں لکھا ۔ مگر رام بابو سکسینہ نے اسے ۱۲۳۰ء
بنا کر ایک صدی آگے بڑھا دیا (''تاریخ ادب اردو'' ۔ حصہ دوم
صفحہ ۱۰) حکیم شمس اللہ قادری ابن نشاطی کے ترجمے کا سنہ ایک
جگہ ۱۰۷۶ھ لکھتے ہیں (''اردوئے قدیم'' ۱۲۵-۱۲۶) اور اسی کتاب
میں دوسری جگہ ۱۰۶۴ھ (''اردوئے قدیم'' ، ص ۶۹) جرمنی ترجمے
کا سنہ شمس اللہ قادری نے ۱۸۵۸ء لکھا (''اردوئے قدیم'' ، ص ۱۲۵)
ڈاکٹر گیان چند نے ۱۸۷۵ع ('' اردو کی نثری داستانیں '' صفحہ
۵۶۷) ، سید ابوظفر نے ۱۸۸۲ھ (''برہان'' فروری ۱۹۵۴ع صفحہ
۷۵) ۔ حیدری ایڈیشن مطبوعہ لندن کے متعلق ''اردوئے قدیم'' ،
صفحہ ۱۲۵ پر لکھا ہے کہ ۱۸۲۵ع میں طبع ہوا ۔ '' داستان
تاریخ '' اردو صفحہ ۹۸ پر ہے کہ ۱۸۵۳ع میں چھپا ۔ رام بابو
سکسینہ نے قادری کے ترجمے کی تاریخ ۱۷۹۳ع لکھی ہے ('' تاریخ
ادب اردو'' حصہ دوم صفحہ ۱۰) جو صریحاً غلط ہے ۔ اصل سنسکرت
کتاب کے متعلق ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں کہ بارھویں صدی
بکرمی سے پہلے لکھی گئی (''اردو کی نثری داستانیں'' صفحہ ۵۶۵)
مگر مولانا ابو ظفر ندوی کہتے ہیں کہ بارھویں سے لے کر چودھویں
تک کی تصنیف ہے (رسالہ ''برہان'' اپریل ۱۹۵۴ع، صفحہ ۷۵-۷۶)
مولانا اسی پرچے کے صفحے ۷۵ پر فرماتے ہیں کہ ''نخشبی کی کتاب
ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے ۔'' مگر ہمارے پیش نظر کتاب
کا جو نسخہ ہے اس کے صرف ۳۳۶ صفحے ہیں ۔

غرض اسی قسم کے متضاد اور غلط بیانات سے مجھے بہ کثرت
واسطہ پڑا ۔ میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ بہت تلاش اور
تفحص کے بعد جو نام یا سنہ مجھے نسبتاً ٹھیک اور درست معلوم ہوا

وہ لکھا۔ اتنی شدید محنت کے بعد بھی اگر کہیں مجھ سے سہو ہوگیا ہو تو ناظرین معاف فرمائیں۔

اس کے بعد اب میں ''طوطا کہانی'' کے تراجم، خلاصے، اڈیشن اور قلمی نسخوں کی تفصیل لکھتا ہوں کہ ان کے بغیر مضمون مکمل نہیں ہو سکتا۔

۱۔ سنسکرت سے براہ راست ترجمے:

(۱) مرہٹی منظوم ترجمہ موسوم بہ ''شک بہتّری'' ترجمہ دیودت ابن پرشوتم دیو۔

(۲) مرہٹی کا نثری ترجمہ۔ مترجم اور سنہ نا معلوم۔

(۳) فارسی ترجمہ۔ مترجم اور سنہ ترجمہ نامعلوم۔

(۴) یونانی ترجمہ۔ جوگیلے نس (Galanos) اور تھائی پیلڈس (Thypaldos) نے ۱۸۵۱ء میں کیا۔

(۵) برج بھاشا (ہندی) ترجمہ۔ اس کا نام بھی ''شک بہتّری'' ہے۔ بھیروں پرشاد اس کا مترجم ہے اور یہ ترجمہ ۱۸۷۴ھ بہ مقام لکنھؤ نول کشور پریس میں چھپا۔

(۶) گجراتی ترجمہ۔ موسوم بہ ''سوڈا بھوتری'' از سامل بھٹ۔ مترجمہ سمت ۱۹۲۶ (۱۸۷۹ء)

(۷) فرنچ ترجمہ از ملر (۱۹۳۴) اس ترجمے کے متعلق خیال ہے کہ براہ راست سنسکرت سے کیا گیا ہے، یقین نہیں۔ نمبر ۳ کے فارسی ترجمے کا ایک خلاصہ فارسی ھی میں مولانا ضیاءالدین نخشبی نے ''طوطی نامہ'' کے نام سے ۷۳۰ھ مطابق ۱۲۳۰ء میں کیا۔

۸ - (Kiel) کا انگریزی ترجمہ ۱۸۹۴ع میں لکھا گیا۔

۲ ۔ طوطی نامہ نخشبی کے تراجم :

(۱) ابوالفضل نے سولھویں صدی عیسوی میں ''طوطی نامہ'' نخشبی کو آسان عبارت میں ترتیب دیا اور ''طوطی نامہ'' ھی نام رکھا ۔ ابوالفضل کے طوطی نامہ کا ایک شخص نے دکنی میں لفظی ترجمہ کیا جس کا نام معلوم نہیں ۔

(۲) ایک دوسرے شخص نے بھی ''طوطی نامہ نخشبی'' کو فارسی ھی میں بہ عبارت سہل لکھا مگر اس کا نام معلوم نہیں ۔

(۳) ترکی ترجمہ بہ عہد سلطان سلیمان اعظم ۹۲۶ھ (۱۵۳۰ع) تا ۹۷۴ھ (۱۵۶۶ع) از صاری عبداللہ آفندی ۔ اس کا ایک اڈیشن جولائی میں ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۶ع) میں چھپا اور دوسرا اڈیشن بمقام قسطنطنیہ شائع ھوا ۔ ترکی زبان سے جارج روسن (George Rossen) نے اس کا ترجمہ جرمن زبان میں کیا جو لیپزگ میں چھپا ۔ اس کے سنہ طباعت میں سخت اختلاف ھے ۔ حکیم شمس اللہ قادری اپنی کتاب ''اردوے قدیم'' کے صفحہ ۱۲۵ پر ۱۸۵۸ع لکھتے ھیں ۔ ڈاکٹر گیان چند ''اردو کی نثری داستانیں'' کے صفحہ ۵۶۷ پر فرماتے ھیں کہ یہ ترجمہ ۱۸۷۵ع میں بمقام لندن چھپا ۔ مولانا ابو ظفر ندوی کا بیان ھے کہ ۱۸۸۲ء میں طبع ھوا (ماھنامہ ''برہان'' فروری ۱۹۵۴ء ، صفحہ ۷۵) ۔

(۴) حمید شاعر نے جو لاھور کا رھنے والا تھا ۹۹۸ھ (۱۵۸۹ع) میں اسے فارسی نظم کے سانچے میں ڈالا ۔ مگر نام وھی ''طوطی نامہ'' رکھا ۔ اس نے اپنی کتاب میں ۳۰ حکایات تو نخشبی کے نسخے سے لیں اور دو حکایتیں ''گلستان'' سے لے کر ۳۲ حکایات کا مجموعہ تیار کیا ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۰۸۲ھ رام پور کی لائبریری میں موجود ھے ۔

(۵) دکن کے مشہور شاعر غواصی نے اس کا دکنی زبان میں منظوم ترجمہ کیا اور یکم رجب ۱۰۴۹ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۶۳۹ع کو اسے ختم کیا ۔ اس کے قلمی نسخے برٹش میوزیم لندن اور ہندوستان میں موجود ھیں ۔

(۶) ''طوطی نامہ'' نخشبی کا دوسرا منظوم دکنی ترجمہ دکنی شاعر ابن نشاطی نے ۱۰۷۶ھ (۱۶۶۵ع) میں کیا ۔

(۷) بنگالی زبان میں سی ۔ منشی نے ترجمہ کیا مگر سنہ ترجمہ معلوم نہیں ۔

(۸) سید محمد قادری نے گیارھویں صدی ھجری (سترھویں صدی عیسوی) میں ''طوطی نامہ نخشبی'' کا خلاصہ فارسی ھی میں تیار کیا جس میں صرف ۳۵ کہانیاں تھیں اور یہی آج تک چلی آتی ھیں ۔

(۹) انگریزی میں (''Tales of a Parrot'') کے نام سے جیرانس (Gerrons) نے ترجمہ کیا جو بمقام لندن ۱۷۹۱ع میں چھپا ۔

(۱۰) ایک صاحب عباداللہ نے ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵ع) میں ''طوطی نامہ'' کو از سر نو نئے قالب میں ڈھالا مگر زبان وھی فارسی رکھی ۔

(۱۱) ''طوطی نامہ نخشبی'' کا ایک اڈیشن نیاز علی خان تاجر کتب مالک مطبع وکیل پنجاب امرتسر نے ۱۸۹۵ع میں شائع کیا ۔

(۱۲) اردو ترجمہ ضیاءالدین نخشبی کا اسی سنہ میں اسی مطبع سے چھپا ۔

۳ ۔ طوطی نامہ سید محمد قادری کے تراجم :

(۱)* دکنی ترجمہ ۱۱۴۲ھ (مطابق ۱۷۲۹ع) ۔ یہ قادری کے

فارسی ''طوطی نامہ'' کا سب سے پہلا ترجمہ ہے ۔ اس دکنی ترجمے کا ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن میں اور ایک نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد کی لائبریری میں موجود ہے ۔

(۲) ۱۷۹۲ع میں قادری کے ترجمے کی بارہ کہانیوں کا انگریزی میں ترجمہ ہوا ۔

(۳) گلیڈون (Gladwin) نے قادری کی پوری کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا ۔ مگر اس طرح کہ فارسی اور انگریزی دونوں ساتھ ساتھ تھیں ۔ یہ ترجمہ بمقام کلکتہ ۱۸۰۰ع میں شائع ہوا ۔

(۴) ۱۸۰۱ھ میں قادری کے ''طوطی نامہ'' کا فارسی اڈیشن نہایت خوبصورتی اور نفاست کے ساتھ لندن سے شائع ہوا ۔ اس کے بعد کئی اڈیشن بمبئی میں چھپے اور فروخت ہوگئے ۔

(۵) ڈاکٹر جان گل کرسٹ کی فرمائش پر سید حیدر بخش حیدری نے صاف و شستہ اردو میں ترجمہ کیا اور طوطا کہانی نام رکھا ۔ یہ ترجمہ ۱۲۱۵ھ (مطابق ۱۸۰۱ع) میں کیا گیا تھا ۔ فورٹ ولیم کالج کلکتہ کی طرف سے یہ ۱۸۰۴ع میں پہلی مرتبہ شائع کیا گیا اور کالج کے نصاب میں شامل ہوا ۔ ڈاکٹر گیان چند نے لکھا ہے کہ اس کا پہلا اڈیشن ۱۸۰۳ع میں شائع ہوا (''اردو کی نثری داستانیں'' صفحہ ۶۰) ۔ ۱۸۲۵ع میں اس کا ایک اڈیشن مسٹر ڈنکن فوربس نے لندن سے شائع کیا (''اردوے قدیم'' صفحہ ۱۲۵) مگر ''داستان تاریخ اردو'' صفحہ ۹۸ پر لکھا ہے کہ یہ اڈیشن ۱۸۵۳ع میں چھپا ۔ ایک اڈیشن ۱۸۳۵ع میں بھی لندن سے شائع ہوا ۔ ۱۸۷۲ء میں عبدالغفار نے تصحیح کرکے اس کا ایک اڈیشن مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے شائع کیا ۔ ۱۸۷۴ع سے ۱۹۲۲ع تک دس اڈیشن مطبع نول کشور لکھنؤ نے چھاپے ۔ اس کے علاوہ کان پور، دھلی اور لاہور وغیرہ سے

اس کے بے شمار اڈیشن اعلیٰ و ادنیٰ ہر طرح کے شائع ہوئے اور آج تک ہو رہے ہیں ۔ انڈیا آفس میں ۱۸۰۴ء سے ۱۸۸۳ تک کے سولہ اڈیشن موجود ہیں ۔

(٦) قادری کی کتاب میں سے آٹھ کہانیاں لے کر کسی شخص نے فارسی میں مرتب کیں اور انہیں ''طوطی نامہ'' ھی کے نام سے ۱۲۱۷ھ (۱۸۰۲ع) میں لکھا ۔ اس کا قلمی نسخہ سری رنگ پٹم کے کتب خانے میں تھا (''اردو کی نثری داستانیں'' صفحہ ۵٦٦) ۔

(۷) دکنی ترجمہ مرقومہ ۱۲۲۰ھ (۱۸۰۵ع) قلمی نسخہ ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد میں محفوظ ہے ۔

(۸) ڈاکٹر گل کرسٹ نے (۱۷۵۹ع تا ۱۸۴۱ء) بھی قادری کی کتاب سے ایک طویل اقتباس اردو میں ترجمہ کرکے یا کرا کے کتاب ''اخلاق ہندی'' میں درج کیا تھا ۔ یہ کتاب بہ مقام کلکتہ ۱۹۰۳ع میں چھپی ۔

(۹) فارسی ھی میں اس قادری ترجمے کا ایک انتخاب نظم و نثر دونوں میں ایک شخص نے کیا تھا جس کا نام اور سنہ معلوم نہ ہوسکا ، مگر اس کا قلمی نسخہ بوڈلین لائبریری آکسفورڈ میں موجود ہے ۔

(۱۰) قادری کی فارسی کتاب سے ایک انگریز جان ہیڈن (John Haddon) نے ۱۸۰٦ء میں انگریزی میں ترجمہ کیا ۔

(۱۱) جرمن ترجمہ از ایکن (Iken) مطبوعہ ۱۸۲۲ء بمقام اسٹاٹ گرٹ ۔

(۱۲) حیدری کے مشہور عالم ترجمے کے علاوہ انبا پرشاد داستان گو (شاگرد میر احمد علی داستان گو) نے بھی قادری کے ''طوطی نامہ'' کا اردو ترجمہ ''حکایت سخن سنج'' کے نام سے کیا تھا ۔ یہ ترجمہ نثر میں تھا مگر اسے کچھ قبولیت حاصل نہیں ہوئی ۔

یہ البا پرشاد وھی ھے جس نے ''داستان امیرحمزہ'' کے کئی حصے لکھے ھیں، مثلاً نوشیرواں نامہ، کوچک باختر، چہار رنگ، داستان سلطانہ فتانہ، داستان فرخ شہسوار قلندر، داستان ناھید باغبان اور داستان ھاشمی تیغ زن وغیرہ (''اردو کی نثری داستانیں'' صفحات ۶۰ و ۵۷۰)۔

۴۔ حیدر بخش حیدری کی طوطا کہانی کے تراجم

(۱) بنگالی زبان میں ترجمہ موسوم بہ ''طوطا اتھاس'' از چنڈی چرن سیرام پوری در ۱۸۰۶ع۔

(۲) انگریزی ترجمہ از جارج اسمال مطبوعہ لندن ۱۸۷۵ء۔

(۳) ھندی میں ترجمہ موسوم بہ ''شک بہتّری۔'' مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ در ۱۸۸۶ع۔

(۴) روسی ترجمہ۔ مترجم کا نام معلوم نہ ھو سکا اور اس بات کا بھی یقینی علم نہیں کہ حیدری کی کتاب سے کیا گیا ھے یا کسی اور کتاب سے۔

نوٹ (۱) جعفر علی حسرت بھی ایک مثنوی ''طوطی نامہ'' کے مرتب ھیں (سنہ کتابت ۱۲۱۶ھ) لیکن یہ کسی توتا رام اور اس کی محبوبہ شکر بارہ کے عشق کی داستان ھے اور اس کا ''شک سپ تتی'' (طوطی نامہ) سے کوئی تعلق نہیں (اردو مثنویاں از ڈاکٹر گوپی چند نارنگ۔ (صفحہ ۶۶ و صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵)۔

(۲) طوطی نامہ (فارسی) از ھیبت قلی حسرت (متوفی ۱۲۱۰ھ) اور چہل طوطی (فارسی) کے لیے بھی ایضاً صفحہ ۲۵۵ ملاحظہ ھو۔

ڈاکٹر وحید قریشی

کچھ توتا کہانی کے بارے میں

''توتا کہانی'' جیسا کہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی کے مضمون میں درج ہوا ہے ، ہندی الاصل قصوں میں سے ہے ۔ سنسکرت میں ''شک سب تتی'' کی بعض کہانیاں اس کتاب میں پائی جاتی ہیں ۔ ڈاکٹر گیان چند جین کے بیان کے مطابق سنسکرت میں ''توتا کہانی'' کے دو نسخے پائے جاتے ہیں ؛ ایک مرصع اور دوسرا سادہ ۔ مرصع نسخہ چنتا منی بھٹ کا ہے اور آسان نسخہ سوتیا برجین کا ہے ۔ ''شک سب تتی'' اپنی اصل صورت میں ناپید ہے ، بعد کے نسخے انھیں مرصع اور سادہ نسخوں پر مبنی ہیں ۔ فارسی میں ضیاء الدین نخشبی سے قبل بھی ایک ترجمہ پایا جاتا تھا لیکن ضیاء الدین نخشبی کے نسخے کی اہمیت یہ ہے کہ یہ بڑی منجھی ہوئی اور عمدہ فارسی میں لکھا گیا ہے ۔ سنسکرت میں ان کہانیوں کی تعداد ستر تھی ، ضیاء الدین نخشبی کے ہاں باون رہ گئیں ۔ انھوں نے ۱۳۳۰ع مطابق ۷۳۰ھ میں اپنا ''طوطی نامہ'' تیار کیا ۔ اس طوطی نامے سے سید محمد قادری نے ۳۵ کہانیاں اخذ کیں اور انھیں سادہ فارسی میں ڈھال دیا ۔ یہ ترجمہ ۱۷۲۹ع سے پہلے وجود میں آچکا تھا ۔ ان فارسی طوطی ناموں کے نسخے قلمی اور مطبوعہ صورت میں پائے جاتے ہیں ۔ سید محمد قادری کا نسخہ حیدر بخش حیدری کے اردو ترجمے کی بنیاد ہے ۔ اس میں کہیں کہیں اشعار کے اضافے اور کہیں عبارتوں کی تلخیص ملتی ہے ؛ ویسے

عام طور پر حیدری نے اصل فارسی کی حرف بہ حرف پیروی کرنے کی کوشش کی ہے ۔

حیدری نے اپنی کتاب کا نام ''توتا کہانی'' رکھا ہے اور اس کا سبب خاتمۂ کتاب میں خود یوں بیان کیا ہے :

''ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ہندی میں حرف طوی (ط) نہیں اور اس احقر نے ''طوطی نامۂ فارسی'' کو زبان ریختہ میں لکھا ، اس واسطے طوطی کی طوی (ط) کو تے (ت) سے بدل کیا''۔[۱]

حیدری کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ ہندی میں طوی (ط) موجود نہیں ہے ۔ ''ارباب نثر اردو'' کے مصنف مولوی سید محمد کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ کاتبوں نے غلطی سے ''توتا کہانی'' کا نام تے (ت) سے لکھ دیا ہے ۔ صاحب ''ارباب نثر اردو'' فرماتے ہیں :

''بعض قلمی نسخوں میں اس کو ''توتا کہانی'' بھی لکھا ہے ، غالباً یہ کاتبوں کی غلطی ہے''۔[۲]

حیدری کے اپنے بیان کے مقابلے میں اس قیاس کی کوئی بنیاد نہیں ہے ۔ خان آرزو ''نوادر الالفاظ'' میں توتا کے تحت فرماتے ہیں ۔

''توتا : در رسالہ ''جانورے مشہور کہ طوطی گویند ببغا بہر دو بائے موحدہ مفتوحتین و غین معجمہ'' لیکن ببغا از کتب لغت بہ سکون دوم معلوم می شود گاہے مشدد نیز ، لہذا امام دمیری در کتاب ''حیواۃالحیوان'' نوشتہ کہ اول ہیچ لفظ عربی سہ بائے موحدہ جمع نہ شد ، الا در لفظ ببغا ۔ بداں کہ توتی در ہندوستان جانورے باشد شبیہ کنجشک مادہ ، آوازے خوش دارد

---

۱ - ''توتا کہانی'' طبع ۱۸۵۲ع ، صفحہ ۱۴۴ -

۲ - ''ارباب نثر اردو'' طبع ۱۹۵۰ع ، صفحہ ۷۱ -

و در بعضے وقت او را نبات دهند و جانورے که او را
طوطی گویند ، غیر آن است ، و آن مطلق شکر نمی خورد ،
عامه شعرائے هند و ایران طوطی را شکر خوار
گویند و حالانکه طوطی که آن را به هندی توتا
خوانند با شکر کارے نه دارد ، جانورے که شکر
می خورد توتی است چنانچه گذشت و او غیر توته
است ۔ پس نسبت شکر خواری به طوطی غلط باشد ۔
باوجود دانستن این مراتب ما نیز همیں قسم می بندیم
چکنیم اتباع سلف را دریں قسم امور واجب می دانیم
هر چند بر غلط آن اطلاع حاصل شود ۔ این که گویند
زات سلف حجت نیست در صورتے است که اجماع
بران نشده باشد ۔ بهرحال این قدر که بر غلط آن اطلاع
شد جائے شکر است ۔''[1]

گویا هندوستانی پرنده توتا ، طوطی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ۔ طوطی شکر خور پرنده هے اور هندوستان کا پرنده توتی چڑیا سے ملتا جلتا طائر هے ، جس کی آواز خوشگوار هوتی هے اور اسے نبات کھلاتے هیں ۔ ان وجوه کی بنا پر حیدری کا ''توتا'' کو تے (ت) سے لکھنا جائز هے اور اسے کاتبوں کی غلطی قرار دینا صحیح نہیں ۔

حالات

''توتا کہانی'' کے مترجم حیدری کے تفصیلی حالات نہیں ملتے۔

---

۱ ۔ ''نوادر الالفاظ'' طبع اول صفحه ۱۵۶ ' ۱۵۷ ۔

ان کے بارے میں بیشتر مواد خود انھیں کی کتابوں کے دیباچوں سے اخذ کیا گیا ہے ۔ اگرچہ حیدری شاعر بھی تھے اور ان کے کلام کا نمونہ ان کی تصانیف میں درج ہے ، لیکن شاعر کی حیثیت سے انھیں کوئی خاص شہرت حاصل نہیں ہوئی ، حتیٰ کہ ان کے معاصر اور فورٹ ولیم کالج کے حلقۂ مصنفین کے نامور رکن مرزا علی لطف نے اپنے تذکرے ''گلشن ہند'' میں ان کا کوئی ذکر نہیں کیا ۔ خود حیدر بخش حیدری ''توتا کہانی'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں :

''یہ سید حیدر بخش متخلص بہ حیدری شاہجہان آبادی تعلیم یافتۂ مجلس خاص نواب ابراہیم خاں بہادر مرحوم ، شاگرد مولوی غلام حسین غازی پوری ، دست گرفتۂ صاحب عالی جناب ، سخن دان آبرو بخش سخن وران ، منبع علم و حلم ، خداوند خدایگان والا شان ، جان گل گرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ کا ہے ۔ اگرچہ تھوڑا بہت ربط موافق اپنے حوصلے کے عبارت فارسی میں بھی رکھتا ہے لیکن بموجب فرمائش صاحب موصوف کے سن بارہ سے ھجری مطابق اٹھارہ سو عیسوی کے حکومت میں سر گروہ امیران جہاں ، حامیٔ غریبان بیکساں و زبدۂ نوئینان عظیم الشان ، مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگلستان مارکویس ولزلی گورنر جزل بہادر دام اقبالہ کے محمد قادری کے طوطی نامے کا (جس کا ماخذ طوطی نامۂ ضیاء الدین نخشبی ہے) زبان ھندی میں موافق محاورۂ اردوے معلیٰ کے نثر میں عبارت سلیس و خوب و الفاظ رنگین و مرغوب سے ترجمہ کیا اور نام اس کا ''توتا کہانی''

رکھا تاکہ صاحبان نوآموز کے فہم میں جلد آوے۔''[1]

حیدری کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاعر تھے اور حیدری تخلص کرتے تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ علی ابراھیم خاں خلیل نے اپنے تذکرے ''گلزار ابراھیم'' میں اس پروردۂ مجلس کی شاعری کا کوئی ذکر نہیں کیا؛ چنانچہ ''گلشن ہند'' کے ساتھ طبع ثانی میں انجمن ترقی اردو نے ''گلزار ابراھیم'' کے جو زائد اقتباسات چھاپے ہیں ان میں بھی حیدری کا کوئی ذکر نہیں اور نہ دوسرے معاصر تذکرہ نگاروں نے حیدری کا ذکر بہ طور شاعر ضروری سمجھا ہے۔ فورٹ ولیم کالج کے مصنفین میں منشی بینی نرائن جہاں نے ''دیوان جہاں'' میں حیدری کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا ایک اقتباس ڈاکٹر عندلیب شادانی کے مضمون سے اخذ کرکے ذیل میں دیا جاتا ہے:

''حیدری: میر حیدر بخش دلی کے رہنے والے، بالفعل مسند حیات پر موجود ہیں اور اس خاکسار کو نہایت ان کی خدمت میں بندگی ہے:

برابری کا تری گل نے جب خیال کیا
صبا نے مار طمانچہ منہ اس کا لال کیا

سو سو سرخ پہن کپڑے، وہ، وہ، وہ جو گھر میں آیا
چہ چہ چادر شفق میں، خو خو خور نے منہ چھپایا
کہ کہ کل جو بوستاں میں تو تو تم گئے پیارے
نہ نہ گل سے بولی بلبل، نہ نہ گل نے سر اٹھایا

۱۔ ''توتا کہانی'' طبع ۱۸۵۲ع، صفحہ ۲ اور ۳۔

شہ شہ شمع رشک کھا کے ، جہ جہ جل گئی ستمگر
تہ تہ تیرا دیکھ مکھڑا ، مہ مہ مہ نے داغ کھایا
جو جو جاؤ گے یہاں سے تو تو پھر مجھے پیارے
نہ نہ پاؤ گے کبھی تم ، یہ یہ کس نے کہہ سنایا
سو سو سن کے میری باتیں ، غو غو غصہ ہو کے بولا
یہ یہ کی نہیں محبت ، سہ سہ سر تجھے چڑھایا
بہ بہ بول بس نہ اتنا ، چو چو چونچ اپنی کر بند
بہ بہ بے سبب ہمارا ، مہ مہ مغز کیوں پھرایا
شہ شہ شکوہ کس کا کیجے ، دو دو دوس کس کو دیجے
طہ طہ طالع میں جو اپنے ، تھہ تھہ تھا لکھا سو پایا
کہ کہ کی بہت سی اپنی ، پہ پہ وہ ہوا نہ اپنا
جہ جہ جاؤں اب کدھر میں ، کہ کہ کیا کروں خدایا
پہ پہ پوچھوں ہوں میں تم سے ، د د دشمنوں سے ہٹ کر
حہ حہ حیدری کو اپنے ، تو تو تم نے کیوں رلایا

(غزلیات اور ایک مخمس ۱۲ بند)[1]

حیدری کے کلام کا سب سے زیادہ مفصل انتخاب جو کسی معاصر نے دیا ہے اسی قدر ہے ۔ حالات کے لیے دوسرے قدیم بیانات دو ہیں ؛ ایک سپرنگر کی ''اودھ کٹا لاگ'' میں اور دوسرا گارسان دتاسی کی ''تاریخ ادب ہندی و ہندوستانی'' کا ۔ ''دیوان جہاں'' ۱۸۱۲ع کے لگ بھگ ترتیب پایا ، ''اودھ کٹالاگ'' کے مرتب ڈاکٹر سپرنگر کا انتقال ۱۸۵۲ع میں ہوا اور پہلی جلد ۱۸۵۴ع میں شائع ہوئی ۔ گارسان دتاسی کی تاریخ ۱۸۳۹ع میں

---

۱ ۔ ادب لطیف (رسالہ ، سالنامہ ۱۹۴۷ع) مقالہ ''دیوان جہاں'' از ڈاکٹر عندلیب شادانی صفحہ ۳۱ اور ۳۲ ۔

آئی - اس کی اضافہ شدہ تلخیص فیلن کی مدد سے مولوی کریم الدین نے ۱۸۴۸ع/۱۲۶۴ھ میں تیار کی -

اسپرنگر کی ''اودھ کٹا لاگ'' میں حیدری کا حال اس طرح درج ہے :

''حیدری : میر حیدر بخش ، ساکن دھلی ، بینی نرائن کا بیان ہے کہ وہ اب تک کلکتے میں رہتے ھیں - مولوی غلام حیدر سے معلوم ھوا کہ ان میں اوصاف زیادہ تھے لیکن تعلیم کم ، اور یہ کہ وہ فورٹ ولیم کالج میں تھے اور تیس سال سے زیادہ ھوئے کہ سنہ ۱۸۲۳ع میں قضا کی - ان کی تصانیف کا ذکر اپنی اپنی جگہ پر کیا جائے گا -''[1]

گارسان دتا سی نے اپنی کتاب Histoire de la Literature Hindoui et Hindoustani میں لکھا ہے :[2]

Le Muncchi Mir ou Saiyid Muhammad Haidar Bakhsch Haidari, est un des ecrivains hindoustani modernes les plus feconds. Haidari dit, dans la preface du Tota Kahani, quil a recu son instruction litteraire d' Ali Ibrahim Khan, auteur du Gulzar-i Ibrahim, qui etait defunct a cette epoque (1801,) et qu'il est aussi eleve du Maulwi Ghulam-i Hucain, de Gazipur, Beni Narayan nous apprend, dans son Anthologie, qu'il vivait encore eu 1814, et qu'il etait tres-lie avec un est remarquable par les singulieres alliterations qu'ony trouve a

---

۱ - ''یادگار شعراء'' اردو ترجمہ ''اودھ کٹا لاگ'' طبع الہ آباد ، ۱۹۴۳ع ، صفحہ ۷۸ -

۲ - محولہ بالا کتاب ، جلد اول ، طبع ثانی ، صفحہ ۲۰۵ -

cheque vers ; on concoit qu'il est par la meme introduisible. Eu voici un antre tres-court qui n'offre pas le mene inconven ient pour etre traduit en francai :

> La rose a cru te ressembler, mais le lui a donne un soufflet au point de rendre sou rouge visage. Lorsque je lui ai demande un chaste baiser, alors, froncant le sourcil, elle m'a dit avec colere : *Ne parle pas*—Tou souffle, com me celui du Massie, m'a donne la vie, mais a la fin mon ame est sortie de mon crops...Moi Haidari, je n'ai pas vu de maitresse aussi charmante qu'alle ; Dieu l'a rendue sans pareille dans notre siecle.

Outre de noubreuses poesies ou doit a Haidari les ouvrages suivants : [1]

کریم الدین نے اس کا ملخص مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا ہے :

''منشی سید محمد حیدر بخش ، حیدری تخلص متاخرین میں سے ہے ۔ وہ ایک متاخر مصنف ہے جس نے بہت سی کتابیں بنائی ہیں ۔ ''طوطا کہانی'' کے دیباچے میں وہ بیان کرتا ہے کہ اوس نے علی ابراہیم خاں سے جو ۱۸۰۱ع میں مرا تھا ، تعلیم پائی ہے اور وہ مولوی غلام حسن غازی پوری کا بھی شاگرد تھا ۔ بینی نرائن بیان کرتا ہے کہ وہ ۱۸۱۴ع میں موجود تھا اور اس سے بہت واقفیت رکھتا ہے ۔ سوا اکثر نظم

---

۱ ۔ اس کے بعد جیسا کہ آخری سطر سے معلوم ہوگا، گارساں نے ۲۰۶ سے ۲۱۰ صفحے تک حیدری کی تصنیفات کی فہرست دی ہے اور پھر کتاب کے ماخذ کے بارے میں وضاحت کی ہے ۔ اور بعض مطبوعہ ایڈیشنوں کی نشان دھی کی ہے ۔ اس کی تلخیص کریم الدین کے اقتباس میں موجود ہے اس لیے اسے یہاں درج کیا جا رہا ۔

کے اس کی تصنیف سے یہ ہیں : ایک ''طوطا کہانی'' یہ قصہ پہلے ایک مغلق عبارت میں ضیاء الدین نخشبی نے تصنیف کیا تھا مگر محمد قدیری (کذا) نے کچھ مختصر کرکے سہل عبارت میں تصنیف کیا ۔ اور حیدری نے اس کتاب سے اپنا ترجمہ کیا ہے مگر اس کا ترجمہ شائستہ بہ نسبت اوس کے ہے ، اور اوس میں نظم اور نثر دونوں ملے ہوئے ہیں ۔ علاوہ اس کے اصل اس کتاب کی ایک کتاب سنسکرت میں ''سکھا سبتی'' (کذا) ہے ۔ حیدری نے اس کتاب کو درمیان ۱۲۱۵ھ کے تصنیف کی تھی اور ایک ترجمہ اردو قصہ حاتم طائی کا نثر اور نظم آمیز اس کی تصنیف ہے ۔ ایک ترجمہ اس کا ڈنکن فوپ نے انگریزی ترجمہ تیار کیا ہے ۔ اس ترجمے کا نام ''آرائش محفل'' ہے ۔ یہ ترجمہ درمیان ۱۲۱۳ھ کے طیار ہوا تھا مگر ہندوستانی اپنے خیالات در باب ترجمہ اتنے بھڑاتے ہیں کہ وہ حقیقت میں ترجمہ نہیں رہتا بلکہ اس کی ایک علیحدہ تصنیف مثل اول کے تصور کرنا چاہیے۔ تیسرے ''گل مغفرت'' : اس میں ان شہدا کا بیان ہے جو پیغمبر خدا سے امام حسین علیہ اسلام تک گذرے ہیں ۔ یہ کتاب ایک ترجمہ ''روضۃالشہدا'' کا ہے جس کو ''گلشن شہیداں'' بھی کہتے ہیں ۔ یہ ترجمہ ۱۲۲۷ھ میں طیار ہوا تھا ۔ یہ کتاب بہ خواہش مولوی سید حسین جونپوری کے تصنیف کی تھی ۔ چوتھی کتاب ''گلزار دانش'' : یہ ایک ترجمہ ''بہار دانش'' کا ہے ۔ پانچواں '' تاریخ نادری ۔'' یہ ترجمہ نادر شاہ کی تاریخ کا ہے جو فارسی میں محمد مہدی نے لکھا تھا ، جس کا ترجمہ سر ولیم جونس نے انگریزی میں تیار کیا ہے ۔ چھٹا ، مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ اسی حیدر بخش نے ایک مختصر

شاہ نامہ اردو میں لکھا ہے ۔ ایک مثنوی بنام ''ہفت پیکر'' اوس کی تصنیف ہے ۔ یہ ایک قصہ وہ ہے جس میں مضمون وہ ہی ہے جو نظامی کی کتاب ''ہفت پیکر'' میں ۔ ایک قصہ دکنی زبان میں بھی ہے ۔ بنام ''قصہ بہرام و گل اندام'' وہ بھی اس طور کا ہے جو کہ بد نصیب سلطان ابوالحسن آخر نواب گولکنڈہ کے جس نے شکست کھا کر اورنگ زیب کی قید میں مقید ہوا تھا ، درمیان ۱۶۸۷ع کے ۔''[1]

بنگال کے اردو شاعر عبدالغفور نساخ نے شعرائے اردو کا تذکرہ ''سخن شعرا'' کے نام سے ۱۲۹۱ھ میں لکھا ۔ اس میں حیدری کا حال یوں درج ہے :

''حیدری : تخلص حیدر بخش دهلوی - ۱۲۱۶ھ میں کلکتہ میں تھے ۔ ان کی ''آرائش محفل'' یعنی ''ہفت سیر حاتم'' نظر سے گزری :

برابری کا ترے گل نے جب خیال کیا
صبا نے مار طمانچہ منہ اس کا لال کیا''[2]

دور حاضر کی کتابوں میں ''گلکرسٹ اور اس کا عہد'' (محمد عتیق صدیقی) جو فورٹ ولیم کالج کے ریکارڈ پر مبنی ہے ، اس میں ۲۹ اپریل ۱۸۰۱ع کی کالج کونسل کی روداد کے حوالے سے لکھا ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے شعبۂ ہندوستانی میں میر حیدر بخش (حیدری) ۴۰ روپیے ماہوار پر سیکنڈ منشی (ماتحت منشی) مقرر ہوئے[3] ۔ سید محمد مرتب ''ارباب نثر اردو'' نے حیدری کے بارے

۱- ''طبقات شعرائے ہند'' ۔ کریم الدین ص ۲۷۰ - ۲۷۱
۲- ''سخن شعرا'' طبع نول کشور ، ص ۱۴۳
۳- ''گلکرسٹ اور اس کا عہد'' ص ۱۴۲ - ۱۴۳ ، ایضاً ص ۱۹۸ جس میں آغاز ملازمت کی تاریخ ۴ مئی ۱۸۰۱ع درج ہے ۔

میں جو معلومات اس کی کتب سے جمع کی ھیں ، ان کا خلاصہ یہ ھے[1] کہ حیدری فورٹ ولیم کالج کے مصنفین میں سب سے زیادہ کتابوں کے مولف تھے ۔ ولادت دھلی میں ھوئی ، والد کا نام سیدابوالحسن ، آبا و اجداد نجف اشرف سے آئے تھے ۔ سیدابوالحسن مالی مشکلات سے تنگ آ کر دلی سے نکلے اور لالہ سکھ دیو رائے کے ساتھ بنارس چلے گئے ۔ اتفاق سے نواب علی ابراھیم خان خلیل لارڈ ھسٹنگز کے عہد میں بنارس کے ناظم عدالت ھوئے ۔ یہاں انھوں نے حیدر بخش کی تربیت کی ، ان کے فیض تربیت سے بہت جلد علوم متعارفہ میں مہارت بہم پہنچائی ۔ خلیل نے ان کو قاضی عبدالرشید نام ایک عالم کے تحت کسی خدمت پر مامور بھی کر دیا ۔ قاضی صاحب کی تربیت میں عربی فارسی ادب کی تربیت حاصل کی اور مذھبیات کی تکمیل مولوی غلام حسین غازی پوری سے کی ۔ پھر انگریزوں کی ادب نوازی کا شہرہ سن کر کلکتے کا رخ کیا اور بہ تقریب سفر ''قصۂ مہر و ماہ'' ترتیب دیا ۔ جو گلکرسٹ کو پسند آیا اور فورٹ ولیم کالج میں ملازم رکھ لیے گئے ۔ ذوالفقار علی مست (۱۲۲۹ھ) کے تذکرہ ''ریاض الوفاق'' میں ھے کہ حیدری ۱۲۲۹ھ میں بنارس تھے اور کچھ عرصے تک فورٹ ولیم کالج میں منشی رھے ۔ اس سے معلوم ھوا کہ ۱۲۲۹ھ تک فورٹ ولیم کالج کی ملازمت سے فارغ ھوچکے تھے ۔

تصانیف

(۱) ''قصۂ مہر و ماہ'': کتاب مفقود ھے ۔ اس کا دیباچہ

۱۔ سید محمد قادری کی معلومات یہاں ھم نے اپنے لفظوں میں اختصار کے ساتھ درج کر دی ھیں ۔ تفصیلی معلومات کے لیے ''ارباب نثر اردو'' طبع سوم ص ۶۶—۹۱ ملاحظہ کی جائے ۔

"گلدستۂ حیدری" میں شامل ہے۔

(۲) "قصہ لیلی مجنوں": امیر خسرو کی فارسی مثنوی کا اردو ترجمہ ، تکمیل ۱۲۱۴ھ۔ مفقود ہے۔

(۳) "توتا کہانی": کالج کی رودادوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲ جنوری ۱۸۰۲ع تک ٹیلی گراف پریس کلکتہ میں چھپنی شروع ہوگئی تھی ، پانچ سو جلدوں کی اشاعت کا پروگرام تھا۔ صفحات ۳۵۲ اور اخراجات کا تخمینہ ۵۵۰۰ روپے[۱]۔ ۱۹ اگست ۱۸۰۳ع میں جن کتابوں پر انعام تجویز ہوا ، "توتا کہانی" ان میں شامل نہیں ہے[۲]۔ ۲۹ اگست ۱۸۰۳ع تک زیر اشاعت تھی[۳]۔ دوسری کتابوں کی طرح اس کی اشاعت بھی روک دی گئی اور گلکرسٹ کے ہندی مینول میں چاپ شدہ اجزا شامل ہرگئے[۴]۔ ۱۸۰۴ع میں یہ کتاب علیحدہ طور پر اردو رسم الخط میں شائع ہوئی[۵]۔

(۴) "آرائش محفل" (قصۂ حاتم طائی) فارسی نثر سے اردو میں ترجمہ ہوئی ، اصل قصے میں خاصا رد و بدل کیا گیا۔ تاریخ تکمیل ۱۲۱۶ھ ، ۹ اگست ۱۸۰۳ع تک طباعت کے مراحل طے کر رہی تھی۔[۶]

(۵) "ہفت پیکر": ۱۲۲۰ھ ۱۸۰۵ع میں مکمل ہوئی ، نظامی کی "ہفت پیکر" کا ترجمہ ہے ، نایاب ہے۔

۱۔ "گلکرسٹ اور اس کا عہد" ص۱۳۶
۲۔ ایضاً
۳۔ ایضاً ، ص۱۸۲
۴۔ ایضاً ، ص۱۹۰
۵۔ ایضاً ، ص۱۹۳
۶۔ ایضاً ، ص۱۹۵

(۶) ”تاریخ نادری“: محمد مہدی کی ”جہان کشاے نادری“ کا ترجمہ - ۱۲۲۴ھ میں تکمیل ہوئی -

(۷) ”گل مغفرت“: ملاحسین واعظ کاشفی کی ”روضۃ الشہدا“ سے ۲۰ محرم ۱۲۲۷ھ میں مولوی سید حسین علی جونپوری کی فرمائش پر شروع کی جن سے انھیں رسوخ دلی اور نیاز باطنی تھا[1]- ”روضۃ الشہدا“ سے حیدری نے ”گلشن شہیداں“ کے نام سے ترجمہ پہلے سے کر رکھا تھا - اب اس میں سے کچھ حصے انتخاب کرکے ”گل مغفرت“ کے نام سے ترتیب دیا گیا[2] -

(۸) ”گلزار دانش“: ”بہار دانش“ از عنایت اللہ کا ترجمہ ، نایاب -

(۹) ”گلشن ہند“: شعراے اردو کا تذکرہ - ۱۲۱۴ھ میں تکمیل ہوئی (قلمی)

(۱۰) ”گلدستۂ حیدری -“: حیدری کے متفرق مضامین ، حکایات ، دیباچوں اور منظومات کا مجموعہ ، بقول سید محمد ۱۲۱۷ھ میں ترتیب دیا گیا ، (صاحب ”ارباب نثر اردو“ اسے غیر مطبوعہ قرار دیتے ہیں[3] ، لیکن ۹ اگست ۱۸۰۳ھ کی روداد میں مطبوعہ[4] -

---

۱- ”گل مغفرت -“ طبع ہندوستانی پریس ۱۸۱۲ھ کلکتہ ۷

۲- ایضاً - ص ۷ ، ۸

۳- ”گلکرسٹ اور اس کا عہد“ ص ۱۹۵

۴- ایضاً ، ص ۱۹۶

توتا کہانی

اردو ادب میں " توتا کہانی " کی اہمیت دو حیثیتوں سے ہے ، ایک زبان کے اعتبار سے اور دوسری قصے کی حیثیت سے ۔ جہاں تک "توتا کہانی" کی زبان کا تعلق ہے ، بعض محققین نے اسے خوب سراہا ہے ۔ ڈاکٹر گیان چند جین فرماتے ہیں :

"اس کتاب کی اہمیت کہانیوں کی نسبت زبان کی وجہ سے زیادہ ہے ۔ اس زمانے تک اردو میں نثر کی کتابیں معدودے چند تھیں جن میں سیدھی ، سلیس اور با محاورہ کتابوں کا اور بھی قحط تھا ۔ ۱۸۰۱ع میں یہ زبان ایک نعمت ہے ــــ بالکل بول چال کی زبان ہے ، روز مرہ سے کہیں علاحدگی نہیں ہے ، ابتدا سے آخر تک یہی حال ہے ــــ فطرت کے بیان کے مطابق کوئی تصنع اور لفاظی نہیں ــــ معنی آفرینی کی کوشش نہیں کی[۱] ۔"

لیکن یہ خوبیاں جو اس نثر کی تعریف میں گنوائی گئی ہیں ، فورٹ ولیم کالج کی دوسری کتابوں میں بھی کم و پیش پائی جاتی ہیں اور ان کتب کی تعداد ایک دو نہیں پوری ساٹھ ہے ۔

"توتا کہانی" کی زبان کو سمجھنے کے لیے فورٹ ولیم کالج کی نثر اور اس سے پیشتر کی نثری روایت کا ذکر کچھ بے محل نہ ہوگا ۔

اردو شاعری کی طرح اردو نثر کا باقاعدہ آغاز بھی دکن سے ہوا ، اگرچہ شمالی ہندوستان کی کتابوں میں حضرت جہانگیر اشرف سمنانی کی کتاب کو اولیت کا فخر حاصل ہے ، یہ کتاب ۸۰۷ھ

۱- "اردو کی نثری داستانیں" طبع ۱۹۵۴ع - ص ۳۹۴ ، ۳۹۵

مطابق ۱۳۰۸ع میں لکھی[1] گئی لیکن اردو نثر اور شاعری کی باقاعد اور مربوط تاریخ دکن ہی سے شروع ہوتی ہے ۔ دکن کی اردو نثر صوفیاے کرام کے ہاتھوں پروان چڑھی ۔ حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز کی ''معراج العاشقین'' دکنی نثر کی پہلی قابل ذکر کتاب ہے ۔ اس کے بعد دکنی نثر کا سلسلہ باقاعدہ ترقی پذیر ہوتا ہے ۔ شمس العشاق شاہ میراں جی کی ''شرح مرغوب القلوب'' شاہ امین الدین کی ''گنج مخفی'' شاہ میراں جی خدانما کی تصانیف کے علاوہ آگے چل کر ادبی نثر کے نمونے بھی ملنے لگتے ہیں جن میں ملا وجہی کی ''سب رس'' مرصع نثر نگاری میں بلند حیثیت رکھتی ہے ۔

دکنی نثر بھی فارسی کے زیراثر وجود میں آئی ہے ۔ صوفیاے کرام کا مقصد تبلیغ و ہدایت تھا اس لیے انہوں نے نثر کا جو ڈھنگ نکالا وہ نثر سادہ کا ڈھنگ تھا ۔ اس سے قبل فارسی میں نثر کے دو اسلوب مدت سے چل رہے تھے : نثر مصنوع اور نثر سادہ——نثر مصنوع ایک زمانے تک جذباتی اور شاعرانہ فضا میں پلتی رہی ، دربار داری نے اس پر شان و شوکت کا رنگ چڑھا دیا ، لیکن فارسی نثر کے ہر دور میں اس اسلوب کے متوازی نثر سادہ کا سکہ بھی چلتا رہا ۔ نثر سادہ ، شاعرانہ عبارت آرائی اور جذباتی لب و لہجے سے عام طور پر خالی رہی ؛ اس کے مقابلے میں نثر مصنوع تشبیہہ و استعارات کے پروں پر پرواز کرتی تھی ۔ بیانیہ (Narrative) اور وصفیہ (Descriptive) موضوعات کے علاوہ اس نثر کا زور شور خطابت سے لے کر اشیا اور اشخاص کے بارے میں جذباتی رد عمل کے اظہار تک دکھائی دیتا ہے ۔

۱- ''داستان تاریخ اردو'' طبع ثانی ۱۹۵۷ع، ص ۱۷

دکن کے ابتدائی صوفیائے کرام نے نثر سادہ میں اظہار خیال کیا۔ رسالہ ” معراج العاشقین “ اردو زبان کو بولی کی منزل سے نکال کر علمی زبان کا درجہ دینے کی طرف پہلا قدم ہے۔ عام بول چال کی زبان میں جذباتی ذرائع اظہار کی بجائے کاروباری اور علمی مسائل کے بیان کا جو سلیقہ خواجہ گیسو دراز نے قائم کیا وہ آنے والے صوفیا کے لیے شمع ہدایت کا کام کر گیا۔ لیکن یہ بول چال کی اردو کئی مقامات پر فارسی ذخیرۂ الفاظ ، فارسی کی علمی اصطلاحات ، فارسی روز مرہ اور فارسی کے رچے ہوئے اسالیب کی طرف لپکتی ہے۔ خواجہ گیسو دراز کی سادہ نثر اپنے مزاج اور لب و لہجے کے اعتبار سے فارسی کی نثر سادہ سے پہلو مارتی ہے۔ لیکن دکنی ادب کے دوسرے دور میں جب دنیاوی اور ادبی کارناموں نے بھی اہمیت حاصل کر لی ، فارسی نثر مصنوع کے نمونے ادبا کو لبھانے لگے۔ ملا وجہی کی ”سب رس“ (۱۰۴۵ھ/۱۶۳۵ع) اردو نثر مصنوع کی پہلی کامیاب مثال ہے۔ اس فضا میں یہ ادبا صوفیا رہتے بستے تھے جس میں محمود غزنوی کے حملے کے بعد سے فارسی کم و بیش ہر دور میں یکساں سرکاری ، دفتری اور ثقافتی اہمیت کی حامل رہی۔ شمالی ہند اور دکن میں فارسی کا یکساں دور دورہ تھا۔ سلاطین بہمنی کی فارسی نوازی اور محمود گاواں کی علمی سرپرستی نے سر زمین دکن میں نخل فارسی کی آبیاری کی۔ ملا ظہوری اور ملک قمی جیسے ادیبوں کے نثری کارناموں کی فضا میں رہنے والے ادبا اور دوسرے دکنی صوفیا بھی تصوف کے علمی سرمایے کو فارسی اور عربی کے واسطے سے جانتے تھے۔ چنانچہ اس فضا نے دکنی ادب میں فارسی اثرات کو ابتدا سے برقرار و بحال رکھا اور جیسے جیسے اردو زبان و ادب کو ترقی نصیب ہوئی ، فارسی کا اثر بڑھتا ہی چلا گیا ؛ تا آنکہ ولی کے زمانے تک فارسی ، شعر

اور نثر دونوں میں نمایاں اثر کی نشان دھی کرنے لگی ۔

وجہی کے زمانے تک فارسی کی کئی کتابیں دکن کی اردو مین ترجمہ ہوگئیں اور غیر محسوس طور پر فارسی کی جملہ بندی ، تراکیب ، روز مرہ ، محاورہ ، تشبیہات و استعارات ، تلمیحات و اصطلاحات اردو نثر میں رچتے چلے گئے ؛ ساتھ ھی ساتھ ذخیرۂ الفاظ کا تناسب بھی بڑھتا رھا ۔ وجہی کے دور میں اردو نثر میں بھی دو دبستان نمودار ہو چکے تھے ـــــ ایک سادہ نثر اور دوسری مصنوع نثر (نثر رنگیں) ۔ شمالی ھندوستان میں فارسی اثرات زیادہ گہرے تھے ۔ فارسی میں جو تاریخی کتب دور مغلیہ میں لکھی گئیں ان میں سے اکثر نثر رنگین میں تھیں ۔ سلاطین دھلی کے زمانے میں بات دوسری تھی ، اس وقت پاک و ھند کے فارسی ادب میں نثر سادہ اور نثر مصنوع دونوں کا چلن یکساں تھا ، لیکن مغلیہ دور میں جب فارسی بول چال کی زبان نہ رھی اور یہاں کے باشندوں کے لیے سیکھ کر حاصل کرنے کی شے ھوگئی تو فارسی کے ساتھ وھی سلوک کیا گیا جو غیر زبان کے ساتھ ھوتا ھے ۔ زبان پر قدرت کا ثبوت مشکل الفاظ کی تلاش و جستجو میں ظاھر ھونے لگا اور مصنوعی سانچے ادبا کی دلچسپی کا باعث ھوگئے ۔ اس فضا میں ادبا کے لیے نثر مصنوع زیادہ کام آئی ۔ ویسے بھی اورنگ زیب (متوفی ۱۱۱۸ھ) کے زمانے تک معاشرتی عوامل کے زیر اثر پیچیدگیٔ خیال ، کشف ذات کی بجائے اخفائے ذات کا رجحان ابھر آیا ۔ شمالی ھند کی طرف ، فارسی ادب کے وہ سر چشمے جو ایران میں پھوٹ رہے تھے ، پہنچنے بند ھو چکے تھے ، لیکن دکن میں ان کا سلسلہ کچھ عرصہ بعد تک جاری رھا تھا ۔ چنانچہ شمالی ھند کی شاعری اور نثر دونوں کے رجحانات ایران سے جداگانہ نشو و نما پاتے تھے ۔ شاعری رفتہ رفتہ خیال بافی اور موھوم

احساسات کی ترجمانی ہوگئی ۔ ایہام اور تمثیل کا دور دورہ ہوا ۔ مغلیہ دور کے آخر میں یہ صورت حال شاعرانہ سطح پر رد عمل کا باعث ہوئی اور ایرانی ہندی نزاع رنگ لایا ۔ لیکن نثر میں مسجع اور مقفیٰ عبارت آرائی بدستور شائستگی کی علامت تھی ۔ اس لیے شمالی ہند کی اردو نثر کے نمونے بیش تر صنائع لفظی و معنوی کے علاوہ قوافی اور سجع کا اہتمام رکھتے ہیں ۔ سودا (متوفی ۱۱۹۵ھ) کی نثری تنقید ، میر عطا خان حسین تحسین کی ''نوطرز مرصع'' (۱۱۸۸ھ) نثر رنگین کے نمائندہ نمونے ہیں ۔ یہی زمانہ ہے کہ ۱۸۰۰ع/۱۲۱۴ھ میں فورٹ ولیم کالج کا قیام عمل میں آیا ۔

فورٹ ولیم کالج کے مصنفین کے بارے میں ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ انھوں نے اردو ادب کی خدمت کے خیال سے نیز انگریزی اسالیب نثر کی واقفیت کے سہارے اردو نثر میں شعوری طور پر انقلاب پیدا کیا ۔ یہ خیال صحیح نہیں ۔ فورٹ ولیم کالج درسی ضرورت کے تحت قائم ہوا تھا ۔ کمپنی بہادر کے سفید فام افسروں کو اس بر صغیر میں آ کر مقامی حالات سے واقفیت نہ ہوتی تھی اور انتظامی اور عدالتی معاملات میں دقتیں پیش آتی تھی ، اس لیے ضرورت ہوئی کہ ایسا کالج قائم کیا جائے جہاں دیگر علوم کے علاوہ مقامی زبان کے سیکھنے اور مقامی باشندوں کے حالات و اطوار سے آگاہی کا انتظام ہو ۔ چنانچہ فورٹ ولیم کالج کا آغاز اسی جذبے سے ہوا ۔ اس میں اردو ادب کی خدمت کا کوئی خیال کار فرما نہ تھا ، یہ دوسری بات ہے کہ اردو کو ضمناً یہ فائدہ بھی پہنچ گیا ۔ دوسرے اس کالج کے سندی منشی ، غیر سند یافتہ منشی اور مترجم وغیرہ انگریزی ''ادب و شعر'' سے کچھ علاقہ نہ رکھتے تھے ۔ دلی و لکھنئو کے روڑے تھے جو فورٹ ولیم کالج میں بٹھائے گئے ۔ ان کا کام درسی کتابیں تیار کرنا تھا ۔ یہ کتابیں

یا فارسی ، عربی اور سنسکرت کے ذخائر سے اخذ و ترجمہ کرکے حاصل کی جاتی تھیں یا اردو کی کتابوں کو درسی ضرورت کے تحت ڈھال کر آسان بنایا جاتا تھا ۔ جو اسلوب کے سانچے ان لوگوں کے سامنے تھے وہ خالص مشرقی تھے ۔ مواد کے اعتبار سے وہ کتابیں تلخیص ، ترجمے یا اضافے کے لیے منتخب کی جائیں جو یا تو یہاں کی تاریخ سے آگاھی دلائیں ، یا یہاں کے باشندوں کے اخلاق ، مذھبی اور معاشرتی حالات کے بارے میں معلومات فراھم کریں ۔ صاحب بہادروں کی تربیت اور انھیں یہاں کے حالات سے آگاہ کرنا بنیادی اھمیت رکھتا تھا ۔ اردو زبان سکھانے کے لیے گرامر ، لغت اور دوسری درسی ضرورت کی چیزیں بھی اسی خیال سے مرتب کی جاتی تھیں ۔ فورٹ ولیم کالج کے مصنفین کو مدرسی کے کام اور غیر ملکیوں کو پڑھانے کے منصوبے کے لیے جمع کیا گیا تھا ۔ وہ آسان اردو میں کتابیں ڈھالتے تھے اور اسالیب میں فارسی کی نثر سادہ کو سر مشق بناتے تھے ۔ فورٹ ولیم کالج کے مصنفین کی کتابیں فارسی کی نثر سادہ کے سانچے میں ڈھلی ھیں ۔ البتہ کاروباری رجحان کی کار فرمائی نے فارسی اردو کی آمیزش کا تناسب ضرور بدل دیا ھے ۔ اور یاد رھے کہ اسلوب محض الفاظ کی قلت و کثرتِ کا نام نہیں ھے ۔

اب اردو نثر محض علمی و ادبی نثر نہ رھی ، کاروباری اور بول چال کی نثر بھی تھی ۔ مکالمے کی ضرورت اور طلبہ کو اردو گفتگو کا اھل بنانے کی خواھش نے روز مرے ، محاورے ، ضرب الامثال کے علاوہ لہجے کی اھمیت کو بھی واضح کیا ۔ فارسی اور عربی ذخیرۂ الفاظ کی کثرت تو باقی نہ رھی ، البتہ فارسی کی نثر سادہ کے نمونے ان مصنفین کی قدم قدم پر رھنمائی کرتے رھے ۔ یہ نثر سادہ بالکل کوری بھی نہ رھی ، جہاں کوئی کھٹکے دار

قافیہ کھپ گیا ہے ، یہ لوگ کھپا گئے ؛ جہاں کوئی شعر ، کوئی تشبیہہ ، کوئی استعارہ ، غیر محسوس طور پر نظر آتا دکھائی دیا ، یہ منشی بھی للچائے بغیر نہ رہے ۔ لیکن نثر کا عام انداز بہرحال سادہ اور کاروباری رہا ۔ اس کاروباری نثر میں بلا کی دلکشی اور بلا کی صلاحیت ہے ۔ یہ نثر قطعیت (Definiteness) اور صحت (accuracy) کی طرف مائل ہے ۔ اس میں اختصار (Brevity) اور جامعیت ہے لیکن اس کا سبب انگریزی طرز فکر نہیں ، درسی ضرورت ہے ۔ اس کا مزید ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ ان مصنفین کو جب بھی بیانیہ انداز اختیار کرنا ہوتا ہے یہ لوگ سادہ نثر کی طرف آتے ہیں ۔ جب بھی کوئی جذباتی موقع (Emotional situation) ہوتا ہے ، نثر مصنوع کی طرف قدم بڑھانے لگتے ہیں ۔ لیکن بول چال کا سلسلہ ، کاروباری طریق اظہار اور درس و تدریس کا پہلو پھر بھی اوجھل نہیں ہو پاتا ۔ یہ سادہ نثر وہی قدیم اردو کی سادہ نثر ہے ؛ البتہ تناسب الفاظ کے بدل جانے سے نظر دھوکا کھا جائے تو دوسری بات ہے ۔ اور کسی زبان کے الفاظ کی دوسری زبان میں کمی بیشی کا نام اسلوب نہیں ہے ۔ بہر حال یقین نہ آئے تو اسے دکنی نثر کے سادہ نمونوں میں رکھ کر دیکھیے ، یا فارسی کی سادہ نثر کے بعض رسالوں سے ملا دیکھیے ، حقیقت کھل جائے گی ۔

اس تناظر میں " توتا کہانی " کی نثری حقیقت معلوم ہوتی ہے ۔ " توتا کہانی " کی نثر میر امن کی نثر کا مقابلہ نہیں کرتی ۔ شیر علی افسوس کی قطعیت کی ٹکر کی چیز بھی نہیں ، لیکن باقی مصنفین کی نثر سے زیادہ جاندار ، زیادہ منجھی ہوئی اور پائدار ہے ۔

واقعات کی کڑیوں کو ترتیب سے باہم ملانا ، فقروں کی در و بست میں ایک خوش گوار ہمواری ، محاورے اور روزمرے

کی پرلطف کھپت ، جملوں کی ساخت میں ایک توازن اور حالات کی رفتار کو شروع سے آخر تک ایک لے میں چلاتے جانا ، حیدر بخش حیدری کا کمال ہے ۔ ان کے ہاں نہ وہ جذباتی اختصار ہے جو میر امن کی نثر کو شعر سے زیادہ جاذب بنا دیتا ہے اور نہ میر شیر علی افسوس کی طرح کبھی طویل جملوں کی نرم روی اور مختصر جملوں کی برق پائی ہے ، جو ان کی تحریر کو کبھی پرسکون ندی اور کبھی پر خروش سیل بنا دیتی ۔ ان کی نثر میں شروع سے لے کر آخر تک جملوں کی یکساں رفتار ہے ۔ ان کی نثر مضطرب شخصیت کی عکاس نہیں ، وہ بڑی سے بڑی جذباتی کیفیت کے بیان میں بھی رکھ رکھاؤ کو خیر باد نہیں کہتی ۔ حیدری جنسی معاملات کے بیان میں چٹخارے کی بجائے لیے دیے رہتے ہیں ، جن سے ان کے کرداروں کے شہوانی رجحانات محض میکانکی عمل قرار پاتے ہیں ۔ ان کے ہاں جذبے کو دبانے سے پیدا ہونے والی کھٹن بھی نہیں ہے ۔ نہ جذبے کو نظر انداز کرکے کوئی مداری کا کرتب دکھانے کا رجحان ہے ۔ مغل معاشرے کا سلیقہ ، رکھ رکھاؤ ، شائستگی اور متانت ہر جگہ کار فرما ہے ۔ اس کی وجہ سے ان کا مرکزی کردار بھونڈا ہونے کے باوجود ناگوار اثر نہیں چھوڑتا ۔ وہ ہر جگہ اپنے کرداروں کی جذباتی زندگی کو پس منظر میں رکھتے ہیں اور اپنے اخلاقی معیاروں کو ابھرا ہوا رکھتے ہیں ۔

حیدر بخش حیدری کی نثر کے خاص رجحان یا تو گفتگو اور خاص کر عورتوں کی بولی میں چمکتے ہیں یا پھر معاشرت اور لباس وغیرہ کے اظہار میں نمایاں ہوتے ہیں ۔

عورتوں کی بولی کا نمونہ دیکھیے :

"اتنے میں چندر کی ماں نے آکر سمجھایا کہ بی بی ! تجھے ہمیشہ نصیحت کرتی ہوں ۔بنو ! ہر گھڑی نکتوڑا خاوند سے

اچھا نہیں - جانی ! تو اس کی اطاعت کیوں نہیں کرتی ؟ اگر بشیر کا غم کرتی ہے تو پھر کبھی خاوند کا منہ نہ دیکھے گی - یہ کہہ کر اس کی بہن پاس گئی اور کہنے لگی ''ما واری ! تو جا اور اس کو سمجھا کہ تو کیوں اپنے خاوند سے سازش نہیں کرتی -''

دوسری جگہ لکھتے ہیں :

''یہ بات سنتے ہی مینا نہایت غضب ہوئی اور غوغا کرکے کہنے لگی کہ واہ واہ بی‌بی ! اچھے ڈھنگ نکالتی ہو اور خاصی باتیں بناتی ہو - کیا خوب ! غیر مرد کے گھر جاؤگی اور اس سے دوستی کرکے اپنے شوہر کی حرمت گنواؤگی ، یہ بڑا عیب ہے - تمھاری قوم کے لوگ کیا کہیں گے ؟ اس حرکت سے باز آؤ -''

پھر لکھتے ہیں :

''اے توتے ! تیرے منہ میں گھی شکر ، میں واری واری ، وہ کیوں کر مجھ سے ملے گا ، سچ کہہ - مثل مشہور ہے آسا جیئے نراسا مرے -''

اب زبان کا لطف دیکھیے :

''بارے بعد ایک ساعت کے اس کے بدن میں قدرے قوت و توانائی آئی ، تب سنبھل کر اٹھا - وہاں ایک گورستان تھا اس میں گیا اور ایک گور کے سوراخ میں رہنے لگا - تمام دن بھوکا مرتا اور رات کو اس سوراخ سے نکلتا - جو کوئی مسافر کہ اس قبرستان میں وارد ہوکر رات کو کھانا کھاتا اس کا گرا پڑا ٹکڑا ٹیڑا ، دانہ دنکا جو پاتا سو چنتا اور پانی پی کر پھر صبح کو اسی سوراخ میں جا بیٹھتا -''

درباری لہجے کی کرامت دیکھیے :

"خبرداری کے واسطے اس محل سرا کی کتنے دلوں سے شام سے صبح تک حاضر رہتا ہوں اور امید وار تھا کہ جمال مبارک حضرت کا دیکھوں اور اپنی آنکھیں روشن کروں ؛ بارے آج کی شب قسمت نے یاوری کی کہ دیدار خداوند عالمیان کا دیکھا ، دل کو شاد کیا ۔"

ہندوانہ زبان ملاحظہ فرمائیے :

"اگر کوئی پوچھتا کہ تم نے کیوں اس بت خانے کو چھوڑا تو وے یہی کہتے کہ کئی دن سے دو برہمن ایسی دھرم مورت ، صاحب لاج ، پوجا کرنے والے ، آئے ہیں کہ ایک دم بھگوان کے دھیان سے سر نہیں اٹھاتے اور کسی سے آنکھ نہیں ملاتے ؛ اس واسطے ہم چلے آئے ہیں کیونکہ ان کے برابر ہم سیوا اور تپسیا نہیں کرسکتے ۔"

یہ عجیب بات ہے کہ حیدر بخش حیدری روز مرہ تو دلی کا لکھتے ہیں لیکن لکھنئو کے اثر سے بھی خالی نہیں ۔ رنڈی بمعنی عورت اور جانی بہ طور پیارے کے لکھنؤ سے خاص ہیں ؛ ان کے ہاں بار بار آتے ہیں ۔ اسی طرح سراپا نگاری میں بھی ان کا رجحان لکنھؤ کی طرف زیادہ دکھائی دیتا ہے :

"جب آفتاب چھپا اور مہتاب نکلا ، تب خجستہ نے ایک جوڑا دھانی گلے میں ڈالا اور ہر ایک جواہر سے اپنے تئیں سنوارا اور مسی کی دھڑی ، پانوں کا لکھوٹا ہونٹوں پر جما ، بالوں میں تیل ڈال ، کنگھی کر ، آستین چڑھا ، بے اختیار ایک بانک پن سے اٹھی ۔"

دوسری جگہ فرماتے ہیں :

"جب آفتاب چھپا اور مہتاب نکلا ، خجستہ نہا دھو اور تھوڑا سا میوہ کھا ، اطلس کا پائجامہ ، مقیش کا ازاربند ، جالی کا

کلیوں دار کرتا سنجاب لگا کر ، جالی کی کرتی ، بنت کی انگیا ، بنارسی دوپٹہ ، مسّی کی دھڑی ، پانوں کا لکھوٹا ، آنکھوں میں سرمہ ، بالوں میں کنگھی ، اس طرح بناؤ ٹھناؤ کر ، جواہر کے گہنے پاتے سے آراستہ ہو ، ایسی بنی ٹھنی کہ احوال اس کی سگھڑائی کا بیان نہیں کیا جاتا ، موافق اس کے تھا ۔''

اس کے علاوہ مقامی زبان (Cloquial) کا مزہ بھی اس کے ھاں بہت ھے :

''جب ھوش آتا ، تب اپنے دل سے کہتا ، یہ کیا دیوان پن ھے ۔''

''اتفاقاً اس کا سسرا اس وقت کسی کام کے لیے اٹھا ۔''

''رنگ تیرا دن بدن زرد ھوا جاتا ھے ۔''

''بنیا اسے دیکھتے ھی عاشق ھوا ۔ پھر اس عورت نے سیر بھر شکر مول لی اور اپنی چدر کے کونے میں باندھی ۔''

''میری بھی مرضی نہیں کہ اس کے ساتھ شادی کروں اور اپنے اوپر خواہ نخواہ کا عذاب لوں ۔''

''الٹے چور کتوالے ڈانڈے ۔ جھوٹے کے آگے سچا رو مرے''

کہیں کہیں فارسی محاورے اور روز مرہ کا اثر بھی دکھائی دیتا

ہے ۔ فرماتے ہیں :

''توتے نے جانا کہ اگر یہ دولت مند عمدہ مجھے خرید نہ کرے ، موجب قباحت اور بد نامی کا ہے ، کیونکہ صحبت بزرگوں کی اور داناؤں کی سبب زیادتی عقل کا ہے اور اس سے میں محروم رہتا ہوں ؛ تب جواب دیا '' اے جوان خوش رو ! اگرچہ تیری آنکھوں میں حقیر و ضعیف ہوں لیکن بہ سبب دانائی اور عقل کے عرش پر پر مارتا ہوں اور ہر ایک اہل سخن میری خوش گوئی اور شیریں بیانی سے حیران ہے۔ بہتر یہی ہے کہ مجھے مول لے ۔''

''ہر ایک اپنا اپنا دم چرا کر گر رہا ۔''

''تب شہزادے نے سانپ سے شرمندگی کھینچی ۔''

''قضا کار رائے بابل کی بیٹی بھی اسی چمنستان میں بہار لالہ و نسترن کی دیکھتی پھرتی تھی ۔''

''گفتگو اس کی رشک بلبل ہزار ہے اور چال اس کی غیرت کبک کو ہسار ۔ جانور اس کی باتیں سننے کے واسطے ہوا پر سے اترتے ہیں اور مست بے ہوش ہوجاتے ہیں ۔''

حیدر بخش حیدری کی یہ نثر ہندی اور فارسی الفاظ کے درمیان وہ توازن قائم رکھتی ہے جو فورٹ ولیم کالج کے دوسرے مصنفین کا خاصہ ہے ۔ مندرجہ ذیل اقتباس میں لفظوں کا یہ توازن بھی قائم

ہے اور نثر کا وہ ٹھہراؤ بھی موجود ہے جو حیدری کی نثر کی بنیادی خصوصیت ہے :

" بہر صورت ان تینوں نے اپنے تئیں اس مینڈک پاس پہنچایا اور اس کے احوال کو مو بہ مو ظاہر کیا اور اس سے مدد چاہی ؛ تب غوک نے شکر خورے کے احوال اور انڈوں کے ٹوٹنے پر بھی رحم کھایا اور کہا کہ اے شکر خورے ! تو خاطر جمع رہ ، مجھ کو بھی اس کے مارنے کی ایک ایسی حکمت سوجھی ہے جس سے پہاڑ کو پست کرتے ہیں ۔ وہ چیز کیا ہے ؟ اور وہ تدبیر یہ ہے کہ پہلے زنبور اس کے پاس جائے اور اپنی آواز دلچسپ سے اسے مست کرے ۔ جب وہ مستی پر آوے ، تب یہ مرغ دراز نوک اپنی چونچ سے اس کی آنکھیں نکال لے کہ یہ جہان روشن اس کی آنکھوں میں تاریک ہو جاوے ؛ پھر بعد کئی دن کے جب یہ مارے پیاس کے نہایت تنگ ہوگا ، تب اس کے سامنے میں بولنا شروع کروں گا اور وہ معلوم کرے گا کہ جس جگہ مینڈک بولتا ہے ، وہاں مقرر پانی ہوتا ہے ۔ اس شبہے سے وہ آگے قدم بڑھاے گا اور میں پچھلے پاؤں ہٹوں گا ؛ اس طرح سے آہستہ آہستہ بہلائے بہلائے لے جاؤں گا اور ایک ایسے غار عظیم میں گراؤں گا کہ پھر اس کی کوئی آواز بھی نہ سنے گا اور وہ بھی وہاں سے قیامت تک نہ نکل سکے گا ، آپ ہی آپ سسک سسک کر مارے بھوک کے مر جاوے گا ۔ "

" بندر نے کہا " اے سیاہ گوش ! یہ مکان شیر کا ہے ، تیری کیا قدرت کہ تو بے حکم اس کے یہاں رہے ، یہ بات اچھی نہیں ۔ "

تب سیاہ گوش نے جواب دیا کہ یہ مکان میرے باپ کا ہے، میں نے اپنے باپ کی میراث میں پایا ہے۔ تجھے خبر نہیں —— اور اگر یوں بھی ہے تو تجھے کیا، آگ جانے لوہار جانے دھونکنے والے کی بلا جانے۔ یہ بات سن کر بندر چپ رہا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ مجھے کیا جو کوئی جیسا کرے گا ویسا پاوے گا۔"

"دراز گوش نے کہا "استغفراللہ! تو کیا جانتا ہے۔ میں شہر کا رہنے والا ہوں، گانے پر مرتا ہوں؛ اور تو بے چارہ جنگلی اس مزے سے کیا واقف۔ کچھ ہو میں تو گیت گاؤں گا اور تجھے سننے سے کیا ہوگا۔ باوجود اس حکایت سننے کے گدھے نے اس کا کہنا نہ سنا اور منہ آسمان کی طرف پسار کر بے تال گانے لگا۔ اتنے میں باغبان آ پہنچا اور کئی شخصوں کو بلا کر ان دونوں کو چوسیخا کیا۔"

ان اقتباسات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ حیدری کی اس کتاب میں ترجمہ پن بالکل نہیں ہے۔ فارسی کی ٹھیٹ عبارتوں کو بڑی عمدگی سے وہ ٹھیٹ اردو کے قالب میں ڈھالتے ہیں۔ بعض اوقات اصل کی سختی سے پابندی کرتے ہیں۔ کبھی فارسی محاورہ کھپا دیتے ہیں، کبھی مطلب کو اپنے لفظوں میں ادا کر جاتے ہیں، کہیں لطف زبان کے لیے شعر کا اضافہ بھی کر دیتے ہیں۔ بعض جگہ میر اور شاہ عالم آفتاب کے اشعار اضافہ کیے ہیں۔ اشعار کے سلسلے میں انھوں نے زیادہ تر میر حسن کی "سحر البیان" سے خوشہ چینی کی ہے۔ نمونے کے طور پر سید محمد خداوند قادری کے "طوطی نامے" کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے متوازی حیدری

کے ترجمے کا اقتباس درج ہے جس سے ان کے ترجمے کی عام خصوصیات کا پتا چلے گا۔

طوطی نامہ فارسی ۔ سید محمد خداوند قادری طبع مطبع کریمی ۱۳۲۵ھ صفحہ ۲، ۳۔

"یکے از دولتمندان پیشیں کہ احمد سلطان نام داشت بسیار مال و متاع و بسیار لشکر و عسکر و فوج و صد هزار راس اسپ و یک هزار و پانصد زنجیر فیل داشت و نہ صد قطار شتر باربردار بردر او حاضر بود و لیکن پسر و فرزند نداشت، همیشہ در خدمت خدا پرستاں می رفت و روز و شب و صبح و شام برائے پسر دعا میخواست ۔ پس از چند روز آفرینندۂ آسمان و زمین شاہ مذکور را یک پسر خوبصورت، آفتاب چہرہ، مہ جبین داد ۔ احمد سلطان مسطور ازیں مسرت و نشاط مثل گل شگفتہ گردید ۔ چند هزار روپیہ و هونها به درویشان و فقیراں عطا کرد ۔ تا سہ ماہ امیراں و وزیراں و دانایان و فاضلان و استادان شہر

ترجمہ حیدر بخش حیدری

"اگلے دولت مندوں میں سے احمد سلطان ایک شخص بڑا مال دار اور صاحب فوج تھا ۔ لاکھ گھوڑے، پندرہ سے زنجیر فیل اور نو سو قطار بار برداری کے اونٹوں کی اس کے در دولت پر حاضر رہتی تھی، پر اس کے لڑکا بالا کوئی نہ تھا کہ گھر اپنے باپ کا روشن کرتا ۔

اسی بات کا اس کے دل پہ تھا داغ نہ رکھتا تھا وہ اپنے گھر کا چراغ

اسی واسطے صبح شام خدمت میں خدا پرستوں کی جاتا اور ان سے درخواست دعا کی کرتا ۔ غرض تھوڑے دنوں کے بعد خالق زمین و آسمان نے ایک بیٹا خوبصورت، مہر چہرہ، ماہ جبین اسے بخشا ۔ احمد سلطان اس خوشی سے گل کی مانند

را خلعت ہائے گران بہا داد۔ وقتیکہ پسر مذکور بہ سن ہفت سالگی رسید در خدمت استاد ہمہ دان و قابل گذاشت۔ در چند روز کتاب الف با و آمد نامہ و انشاء ہرکرن و گلستان و بوستان و جامع القوانین و انشائے ابوالفضل و یوسفی و رقعات جامی خواند و کتاب علوم عربی و فارسی کہ در او قاعدۂ نشست و برخاست مجلس شاہی و قانون گفتار و رفتار شاہنشاہی بود آموخت۔ در نظر بادشاہ و جمیع خاصان بارگاہ پسند آمد۔ پدرش نام او میمون نہاد و یک زن مہ بدن، خورشید رخسار را شادی کردہ بہ وے داد۔ نام آن زن خجستہ بود۔ درمیان خجستہ و میمون الفت و محبت زیادہ شد۔ چنانچہ ہر روز در عیش و عشرت یک جائے بودے و یک جا خفتے و یک جائے نوشیدے''۔

کھلا اور نام اس کا میمون رکھا۔ کئی ہزار روپے فقیروں کو بخش کر سجدہ شکر کا بجا لایا اور یہ بیت پڑھنے لگا:

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو تجھ سے مایوس امیدوار

اور تین مہینے تلک شہر کے امیروں، وزیروں، داناؤں، فاضلوں، استادوں کی ضیافتیں کیں، کشتیاں بعضوں کے آگے رکھیں اور اکثر کو خلعتیں بھاری بھاری دیں۔ جس وقت وہ لڑکا سات برس کا ہوا، واسطے تربیت کے ایک استاد دانا و قابل کو سونپا۔ کتنے ایک دنوں میں الف بے سے لے کر ''گلستان''، ''انشاء ہرکرن''، ''جامع القوانین''، ''ابوالفضل''، ''یوسفی'' اور ''رقعات جامی'' تلک پڑھا، بلکہ علم عربی کو بھی تحصیل کیا۔ اور قاعدہ نشست و برخاست مجلس بادشاہی کا اور طریقہ عرض معروض کا ان سے سیکھا۔ سچ یہ ہے کہ بعضے فنون میں باپ پر بھی

سبقت لے گیا ۔ جب باپ نے دیکھا کہ جوان ہوا ،
تب ایک عورت صاحب جمال گل اندام خجستہ نام کے
ساتھ بیاہ کر دیا ۔ دونوں آپس میں عیش و عشرت
کرنے لگے اور کسی وقت جدا نہ ہوتے تھے ۔''

زبان اور اسلوب سے ہٹ کر ''توتا کہانی'' کی دوسری خصوصیت کہانی کی حیثیت سے ہے ۔ ڈاکٹر گیان چند جین کی رائے بہت سخت ہے ۔ فرماتے ہیں :

''مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ''طوطی نامہ'' کس لیے مشہور ہوا ۔ سنسکرت میں ''شک سپ تتی'' بہت پست اور گم نام کتاب ہے ۔ فارسی میں شہرت کی غالباً دو وجہ ہیں ۔ ضیا نخشبی عالم اور کثیرالتصانیف آدمی تھے ۔ ان کی ذات کے طفیل ''طوطی نامہ'' گوشۂ گم نامی میں نہیں گیا ۔ دوم ان کے ''طوطی نامہ'' کا رنگین اور مرصع طرز تحریر بھی اہم ہے ۔ اردو کے محققوں نے ''طوطا کہانی'' کی وجہ سے ''طوطی نامہ'' کو اہمیت دی ۔''[1]

اس قباحت کے باوجود (جس کی طرف ڈاکٹر گیان چند نے توجہ دلائی ہے) کہ ''توتا کہانی'' کی فارسی روایت (Version) میں کہانی کے انجام کو بدل دیا گیا ہے ۔ نیز توتا کہانی کو بہانہ بناتا ہے کہ خجستہ عاشق سے نہ ملے ۔

''ہر کہانی خجستہ کے معاملے سے بخوبی چسپاں نہیں ہوتی لیکن طوطے کی غرض تو کوئی نہ کوئی کہانی سنانا ہے ۔ یہ بھی حیرت ہے کہ ایک صفحے کی کہانی سنانے میں صبح کس طرح ہو جاتی ہے ۔ معلوم نہیں میاں مٹھو

۱- اردو کی نثری داستانیں ۔ صفحہ ۲۹۷ ۔

کس انداز سے کہانی سناتے تھے۔ سنسکرت میں یہ نہیں کہ کہانی سننے پر صبح ہو جاتی ہے۔ وہاں طوطا یہ شرط لگا کر سناتا ہے کہ یہ کہانی جب کہوں گا، اگر تو آج نہ جانے کا وعدہ کر لے۔ آخر کی دو تین کہانیوں میں وہاں بھی صبح ہونے سے کام رک جاتا ہے۔''[۱]

یہ کہانی کم و بیش ہر زمانے میں پڑھی جاتی تھی اور اردو میں بھی اس کے ایک سے زائد ترجمے موجود ہیں۔ کہانی کی مقبولیت کا اصل سبب مختلف کہانیوں کا فی ذاتہ دلچسپ ہونا ہے۔ قصہ ''حاتم طائی'' ''مقامات حریری''، ''مقامات ابن درید'' اور ''مقامات حمیدی'' میں مرکزی کردار ایک ہے ورنہ ہر کہانی اپنی اپنی جگہ ترتیب پاتی ہے۔ کردار محض ایک نازک تار کے طور پر کہانیوں کو آپس میں جوڑتا ہے، ورنہ کہانی کے واقعات اور افراد کہانیوں کے تار و پود کو آپس میں نہیں ملاتے۔ مقامات کا مرکزی کردار یک لخت واقعات کے درمیان آ کھڑا ہوتا ہے اور اس کا انجام اسی پر ہوتا ہے کہ کردار چھلانگ لگا کر مجمع سے باہر نکل جاتا ہے۔ ہر کہانی اسی طرح شروع ہوتی ہے اور اسی میکانکی طریقے سے انجام کو جا پہنچتی ہے۔ ''توتا کہانی'' بھی اسی طرح کمزور لڑی میں پروئی گئی ہے، اور طوطے کی وساطت سے ہر کہانی کوئی نہ کوئی اخلاق نکتہ چھوڑ کر غائب ہو جاتی ہے۔ ہر حکایت ایک ہی فقرے سے شروع ہوتی ہے اور ایک ہی انداز سے ختم ہوتی ہے۔ ذرا چند قصوں کے آغاز و انجام پر غور کیجیے:

۱۔ ''اردو کی نثری داستانیں'' صفحہ ۲۹۶—۲۹۷

آغاز

صفحہ ۱۴ : جب سورج چھپا اور چاند نکلا ۔
صفحہ ۲۱ : جب سورج چھپا اور چاند نکلا ۔
صفحہ ۲۶ : جب آفتاب چھپا اور ماهتاب نکلا ۔
صفحہ ۳۴ : جب آفتاب چھپا اور ماهتاب نکلا ۔
صفحہ ۳۹ : جب سورج چھپا اور چاند نکلا ۔
صفحہ ۴۳ : جب آفتاب چھپا اور ماهتاب نکلا ۔
صفحہ ۴۶ : جب شمس نہاں ہوا اور قمر عیاں ۔
صفحہ ۴۹ : جب سورج چھپا اور تارے نکلے ۔
صفحہ ۵۳ : جب سورج چھپا اور رات ہوئی ۔
صفحہ ۵۹ : جب سورج چھپا اور چاند نکلا ۔

انجام

صفحہ ۲۱ : اتنے میں صبح ہوئی اور آفتاب نکلا ۔ جانا خجستہ کا موقوف ہوا ۔ جاتے ہی پلنگ پر سو رہی ہے :

گئی لیند کی ماتی آخر کو لیٹ
چھپر کھٹ کے کونے میں منہ سر لپیٹ

صفحہ ۲۶ : اتنے میں صبح ہوئی اور مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا ، تب یہ بیت پڑھ کر چپکی رہ گئی :

روتے روتے تمام رات کٹی
ہجر کی تیری پر نہ رات کٹی

صفحہ ۳۳ : اتنے میں صبح ہوئی اور مرغ نے آواز دی ۔ جانا

اس کا اس روز بھی موقوف رہا ۔ تب یہ شعر پڑھنے لگی :

گردش سے آسماں کی نزدیک ہے سبھی کچھ
تجھ سے ہمیں ملانا اک دور ہے تو یہ ہے

کہانی کا یہ میکانکی آغاز و انجام مقامات کی صنف کی یاد دلاتا ہے ۔ نثر میں اس کا وہی کام ہے جو لمبی مثنوی میں ساقی ناموں کا ہوتا ہے ۔ اس سے ہر کہانی ایک الگ فریم میں لگی نظر آتی ہے۔ ویسے بھی مشرقی ذہن جز کے حسن کو دیکھتا ہے کل کے حسن سے واقف نہیں ۔ تعمیری کلیت (Architectanic whole) کی یہ کمی مشرقی شعر و ادب کا خاصہ رہی ہے اور یہ قباحت ان کہانیوں میں بھی پائی جاتی ہے ۔ ان کہانیوں کی اس بنیادی خرابی سے قطع نظر ، جو خود ہمارے فنی شعور کی خرابی ہے ، یہ کہانیاں داستان کو ہر رات روکنے کے اور ٹالنے کے وصف سے متصف ہیں ، اور ہمارے داستانی ادب میں اس طریق کار سے جمالیاتی حظ کا کام لیا جاتا تھا ۔ توتے کی یہ سعی کہ خجستہ اپنے عاشق سے نہ ملے اور اس کے جواز میں ایک نہ ایک نکتہ آفرینی اور حکایت سازی و حیلہ جوئی ہر رات داستان کو آگے بڑھنے سے روکتی ہے ۔ یہ طریق کار داستانوں کا مسلم طریق کار ہے اور ”توتا کہانی“ میں بھی اسی کا سہارا لیا گیا ہے ۔

”توتا کہانی“ کے قصے قدیم تہذیبی شعور کی پیداوار ہیں ، صدیوں کی تمدنی روایات اور سماجی تصورات نے انھیں جنم دیا ہے ۔ ایران و ہند میں اندرز ناموں کی کثرت اور معاشرت کے بارے میں بعض مجرد اخلاقی تصورات کی موجودگی اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتی ہے ۔ ”پنچ تنتر“ سے لے کر اخلاقی کہانیوں تک اور اخلاقی کہانیوں سے چل کر ”گلستان“ و ”بوستان“ تک عام گھریلو زندگی میں اخلاقی الفاظ (Catch words) کی

کثرت پاک و ہند اور ایران میں زندگی پر اخلاق گرفت کو واضح کرتی ہے ۔ اس سے بعض اخلاقی عقائد اور تصورات اہم ہوگئے اور ہمارے تہذیبی رشتوں سے ان حکایتوں کا ربط ان کی مقبولیت کا ضامن ہوا ۔ یہ حکایتیں زندگی کی کوئی انوکھی اور نئی تعبیر پیش نہیں کرتیں ، بلکہ زندگی کے معمولات میں چھپی ہوئی جذباتی ہل چل کو پیش کرتی ہیں اور اس کے اردگرد اخلاق تصورات کا تانا بانا پھیلاتی ہیں ۔ گویا کہانیوں کی فضا عینی اور تصوراتی ہے ۔ ان میں جانور انسانوں کی طرح باتیں کرتے ہیں ، پرندے بھی گویائی حاصل کرتے ہیں ، چوپائے زندگی کے بارے میں مخصوص تصورات بیان کرتے ہیں ، مافوق الفطرت عناصر بھی زندگی کی گاڑی میں اپنا مقررہ اخلاق راستہ طے کرتے ہیں ، اور انسان کبھی اخلاق قدروں کا نقیب ہو جاتا ہے اور کبھی ان کی شکست و ریخت کی سعی کرتا ہے ۔ اس کاروبار شوق میں ہماری زندگی کے عام اور متعارف رجحانات ، عام سطح کے متفرق جذبات و احساسات اور بعض انسانی خوبیوں مثلاً وفاداری ، ہمدردی ، نیکی ، دوستی ، دوست نوازی ، ایثار کی قدروں کی ترجمانی کہانیوں کا سرمایہ ہے ، اور یہی سرمایہ ان کی مقبولیت کا باعث رہا ہے ۔ یہ کہانیاں زندگی کے بارے میں ایک مخصوص نقطۂ نظر رکھتی ہیں ۔ آپ اس نقطۂ نظر سے اختلاف تو کر سکتے ہیں لیکن قدیم معاشرے میں ان کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتے ۔ ہمارے Archatypal Patterns ان حکایات میں جھانکتے ہیں ، زندگی کے اس دور سے چل کر جہاں انسانی ڈر اور خوف ، سانپوں اور دوسرے وحشی جانوروں سے دوستی کا درس لیتا ہے ، سفر کا خوف اور اس کی Rationalization کہ جو شخص سفر پر جائے گا اس کی بیوی اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی ، قدیم معاشرت میں عورت

اور مرد کے تعلقات تک ہمارا تہذیبی ورثہ اس میں نمودار ہوا ہے۔ عورتوں کے چرتر، عورتوں کا بھروسا نہ کرو، عورتوں کی جلد بازی اور کمزور قوت فیصلہ سے ڈرو، عورتوں کی جنسی زندگی کو بے راہ نہ ہونے دو، عورت دل پھینک ہوتی ہے ـــــ یہ تصورات بیسویں صدی کی متمدن زندگی میں اوپرے تصورات ہیں، لیکن قدیم ہندو معاشرے نے یہی وراثت مسلمانی تمدن کو دی اور مذہبی عقائد کے برعکس ان کا دخل ہماری معاشرتی زندگی میں سلطانی دور میں بھی باقی رہا اور مغلیہ دور میں بھی چلتا رہا۔ ان کہانیوں کی مقبولیت کا راز اس بات میں بھی مضمر ہے کہ جو عقائد اور تصورات بنیادی ہیں وہ ماضی میں ہم سب کے مشترکہ تصورات اور احساسات رہے ہیں۔ یہاں کرداروں کا جذباتی رد عمل بھی ایک عمومیت رکھتا ہے اور عام پڑھنے والے کی توقعات کو پورا کرتا ہے۔ ترشے ترشائے اخلاقی فیصلے، ڈھلے ڈھلائے تصورات اور زندگی بسر کرنے کے گر، ایک عام انسان کی تہذیبی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ''توتا کہانی'' کی حکایات اسی خواہش کو پورا کرتی ہیں۔ زندگی کے بارے میں دو چار مقولے سنیے:

''جیسا کوئی کرے گا ویسا بھرے گا۔''

''عقلمندوں سے سنا ہے کہ بُروں کے ساتھ نیکی کرنا ایسا ہی ہے جیسا نیکوں کے ساتھ بدی۔''

''عقلمندوں نے کہا ہے کہ کمینہ ہرگز وفا نہیں کرتا اور

یہ قوم کم ظرف ہوتی ہے ۔"

"سخی سے سوم بھلا جو ترت دے جواب ۔"

"اکثر یہ خلقت عورتوں کی بے وقوف ہوتی ہے اس واسطے شعور مندوں کو لازم ہے کہ اپنا احوال ان سے نہ کہیں بلکہ اس کی ذات سے پرہیز کریں ۔"

ان مقولوں کا علم بردار توتا دراصل انسانی نیکی اور بھلائی کی علامت (Symbol) ہے ۔ کہانی میں نیکی اور بدی کے دو رجحان الگ الگ روپ اختیار کرتے ہیں ۔ توتا انسان کی وہ ذات (Self) ہے جو اسے بدی سے روکتی ہے اور خجستہ عورت ہے ۔ وہ بہ یک وقت کمزوری کی علامت بھی ہے اور بدی کی خواهشات کا مرجع بھی ۔ "توتا کہانی" اس لحاظ سے ایک علامتی کہانی ہے جس میں نیکی اور بدی کی آویزش کو ایک وسیع استعارے کی مدد سے بیان کیا گیا ہے ۔ انسان کی بدی کا پہلو بار بار نیکی سے رجوع کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور بدی ٹلتی رهتی ہے اور نیکی کامیاب و کامگار ہو جاتی ہے ۔ سنسکرت میں "توتا کہانی" کے مرکزی کردار آخر میں ایک دوسرے سے مفاهمت کر لیتے ہیں اور امن و آشتی سے رهنے سہنے لگتے ہیں ۔ یہاں در گزر کو بدل کر نیکی کی فتح اور بدی کی شکست دکھائی گئی ہے ۔ "توتا کہانی" کی موجودہ صورت اس کی علامتی حیثیت کو اور زیادہ تقویت دیتی ہے ۔

علامتی کہانی کا معاشرتی پہلو بھی اہم ہے ۔ ہر محبت جنسی

محبت ہے اور ہر کردار دوسرے کو پہلی نظر ہی میں اپنا ہمراز اور محبت کا امانت دار بنا لیتا ہے ۔ اس کا سبب شاید ذات پات کے بندھن اور عورت کو معاشرتی زندگی سے الگ رکھنے کی کوشش ہے ۔ عورت کے بارے میں یہ ڈر اور اس پر نا سمجھی کا لیبل چسپاں کرنا اور جنسی معاملات کو عشق کی آخری حد قرار دینا ، مکار عورتوں کا نیک عورتوں کو ورغلانا ، موسیقی کا جنسی مہیج (Sex Stimulus) کے طور پر کام آنا ، سرخ اور زرد رنگ کے لباس کو جنسی معاملات کے لیے تحریک کا وسیلہ بنانا ، معاشرتی فضا کی اصل حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں ۔ پھر انسان کی بعض دوسری چھوٹی چھوٹی خواہشیں بھی ہیں مثلاً جنس تبدیل کرلینے کی خواہش ، یا یہ خواہش کہ مردہ زندہ ہو جائے یا یہ کہ بادشاہوں سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ صرف انصاف ہی کیا کریں گے ، برہمنوں کے اقتدار پر ضرب لگانے کی خواہش تاکہ ان کی برتری کا طلسم ٹوٹے ؛ یہ خواہشیں بھی ان حکایات کا مواد ہیں ۔ اس کی کچھ مثالیں ملاحظہ فرمایئے :

"یہ کہہ کر اسی گھڑی ایک مہرہ حکمت کا بنا کر اس برہمن کو دیا اور کہنے لگا کہ یہ مہرہ اگر مرد اپنے منہ میں رکھے تو عورت معلوم ہووے اور اگر عورت رکھے تو مرد کی شکل پیدا کرے ۔ یہ کہہ کر ایک دن وہ جادوگر اس برہمن کی شکل ہو اور برہمن کو برہمنی کی صورت بنا رائے بابل کے پاس جا کر کہنے لگا کہ مہاراج کی جے ہو ۔"

"بعد ایک گھڑی کے وہ لڑکی بھی جو بت خانے میں گئی تو ان

دونوں کو مُوا دیکھ کر متعجب ہوئی اور کہنے لگی کہ ہے ہے دونوں تو سرکٹے لہولہان پڑے ہیں ، یہ کیا غضب ہوا ۔ یہ کہہ کر چاہتی تھی کہ اپنا سر کاٹے یا شوہر کی لاش گلے سے لگا کر ستی ہو جاوے ، اتنے میں دیوھری سے آواز آئی "اے لڑکی یہ سر کٹے ہوئے تو ان کے تنوں سے ملادے رام کی کرپا سے یہ دونوں ابھی جی اٹھتے ہیں"

"بادشاہ نے کہا کہ میں اس ملک کا بادشاہ ہوں ، ہرگز ایسا کام نہ کروں گا ۔ لازم نہیں جو اس قدر ظلم و ستم لوکروں اور رعیتوں پر کریں یا اپنی قوت دکھلائیں ۔ یہ سراسر نا انصافی ہے ؛ سوا اس کے جو ظلم کرتا ہے سو آپ بھی خراب ہوتا ہے ۔"

"بعد ایک دم کے ایک برھمن اس کے سامنے آیا ؛ تب اسے اپنا رات کا خواب یاد پڑا ۔ اسی گھڑی سر منڈوانا موقوف کیا اور اس برھمن کو لاٹھیاں مارنے لگا اور یہاں تک مارا کہ وہ اپنے جی سے گیا ۔ زمین پر گر کے ایک پتلا زر سرخ کا ہوگیا "۔

"توتا کہانی" ان خواہشوں کی تکمیل کا انتظام بھی کرتی ہے ۔ اس طرح اجتماعی زندگی کے مظاہر کے ساتھ ساتھ حق و باطل کی جنگ اور حق و باطل کی جنگ کے ساتھ ساتھ افراد کی عام خواہشات کی تکمیل "توتا کہانی" کے وہ عناصر ہیں جن سے اس کی عہد بہ عہد مقبولیت کا پتا چلتا ہے ۔ یہ کہانیاں کسی ایک دور

یا کسی ایک ملت کی کہانیاں نہیں رہیں ، ان میں عمومیت ہے ۔
بعض کہانیوں میں ہندو عہد کی جھلکیاں ہیں ، بعض میں
سلطانی دور کے اشارے ہیں اور بعض مغلیہ دور کے جوانان محمد
شاہی کی یاد دلاتی ہے ۔ ہندو راجے ہندو رعایا کی بہو بیٹیوں
پر نظر رکھتے ہیں ، مسلمان نوجوان (بشیر) ہندو عورت
(برھمن عورت) سے عشق کرتا ہے ۔ یہ سلطانی دور کی کہانیوں کا عام
رجحان ہے ۔ خجستہ کا لباس اور چال ڈھال آخری مغلیہ دور کی
طرف اشارہ کرتے ہیں ۔ ہر عہد کی ہلکی سی پرچھائیں ان کہانیوں
پر پائی جاتی ہے ، لیکن کوئی اشارہ اتنا واضح نہیں کہ کہانی کو
کسی ایک معاشرتی فضا تک محدود کرکے رکھ دے ۔
"توتا کہانی" کے یہ عناصر اس کی مقبولیت کا سبب ہیں اس لیے
ڈاکٹر گیان چند صاحب کے اس خیال سے متفق ہونا مشکل ہے کہ
"توتا کہانی" محض ضیاء الدین نخشبی کی نثرنگاری کی کراست
سے زندہ رہ گئی ۔ باوجودیکہ قدیم تمدن کے بہت سے آثار مٹ گئے
ہیں ، یہ کہانیاں آج بھی ہمارے لیے بہت کچھ دلچسپی رکھتی ہیں
اور زندہ ہیں ۔

توتا کہانی

از

سید حیدر بخش حیدری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احسان اُس خدا کا کہ جس نے دریائے سخن کو اپنے ابر کرم سے گوہر معنی بخشا اور زبان انسان کو واسطے اپنے حمد کے گویا کیا ، اور جناب پیمبر آخر الزمان کو ہم گنہ گاروں کی شفاعت کے واسطے رحمۃ للعالمین پیدا کیا کہ جس کے سبب سے ارض و سمانے قیام پایا -

وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے
قلم جو لکھے اس سے افزود ہے
پیمبر کو بھیجا ہمارے لیے
وصی اور امام اُس نے پیدا کیے[1]

یہ سید حیدر بخش متخلص بہ حیدری شاہ جہان آبادی تعلیم یافتۂ مجلس خاص نواب علی ابراہیم خاں بہادر مرحوم ، شاگرد مولوی غلام حسین غازیٔ پوری ، دست گرفتہ صاحب عالی ، جناب سخن دان ، آبرو بخش سخن وران ، معدن مروت و چشمۂ فتوت ، دریاے جود و کرم ، منبع علم و حلم ، خدا وند خدایگان ، والا شان ، جان گل کرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ کا ہے - اگرچہ تھوڑا بہت ربط موافق اپنے حوصلے کے عبارت فارسی مین بھی رکھتا ہے لیکن بہ موجب فرمایش صاحب موصوف کے سن بارہ سے (سو)

۱- یہ دونوں شعر میر حسن کی مثنوی ''سحر البیان'' سے لیے گئے ہیں - ''مثنویات میر حسن'' مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ' ۱۹۴۵ء (مرتب)

پندره هجری ، مطابق اٹھارہ سو ایک عیسوی کے ، حکومت میں
سرگروہ امیران جہاں ، حامئی غریبان و[1] بے کساں و زبدۂ نوئینان
عظیم اشان ، مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگلستان مارکوئیس
ولزلی گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ کی محمد قادری کے " طوطی نامے "
کا (جس کا ماخذ " طوطی نامۂ " ضیاء الدین نخشبی ہے) زبان
ہندی میں موافق محاورۂ اردوے معلیٰ کے نثر میں عبارت سلیس و
خوب و الفاظ رنگین و مرغوب سے ترجمہ کیا اور نام اس کا
" توتا کہانی " رکھا ، تاکہ صاحبان نوآموز کے فہم میں جلد
آوے ۔ اور یہ ہیچ مدان ہر ایک اہل سخن سے امید رکھتا ہے کہ
جو کوئی چشم غور سے اس ترجمے کو ملاحظہ کرے اور
غلطئی معنی یا نامربوطئی الفاظ اس کی اس کی نظر پڑے تو وہ
شمشیر قلم سے مانند سر دشمن کے اس صفحۂ ہستی سے آسے
اڑا دے ۔

جو بہر صلاح اس پہ رکھے قلم
الٰہی نہ دینا کبھی اس کو غم
الٰہی بہ حق امام انام
یہ جلدی ہو مجھ سے کہانی تمام

آمدم بہ سر مطلب ۔ سنا چاہیے کہ کیا کیا خون جگر کھایا ہے
اور کیسا کیسا مضمون باندھا ہے ۔

۱۔ نسخہ مطبوعہ لندن ۱۸۵۲ء میں واو عاطفہ نہیں ہے لیکن آگرہ
کے مطبوعہ نسخے میں موجود ہے ۔ (مرتب)

پہلا قصہ

میمون کے تولد کا اور خجستہ کے ساتھ بیاہے جانے کا اور خجستہ و شہ زادے کے آپس میں عاشق ہونے کا

اگلے دولت مندوں میں سے احمد سلطان نام ایک شخص بڑا مال دار اور صاحب فوج تھا ۔ لاکھ گھوڑے ، پندرہ سے زنجیر فیل اور نو سو قطار بار برداری کے اونٹوں کی اس کے در دولت پر حاضر رہتی تھی ، پر اس کے لڑکا بالا کوئی نہ تھا کہ گھر اپنے باپ کا روشن کرتا ۔

اسی بات کا اس کے دل پہ تھا داغ
نہ رکھتا تھا وہ اپنے گھر کا چراغ[1]

اسی واسطے صبح شام خدمت میں خدا پرستوں کی جاتا اور آن سے درخواست دعا کی کرتا ۔

غرض تھوڑے دنوں کے بعد خالق زمین و آسمان نے ایک بیٹا خوبصورت ، مہر چہرہ ، ماہ جبین اسے بخشا ۔ احمد سلطان اس خوشی سے گل کی مانند کھلا اور نام اس کا میمون رکھا ۔ کئی ہزار روپے فقیروں کو بخش کر سجدہ شکر کا بجا لایا اور یہ بیت پڑھنے لگا :

۱۔ یہ شعر بھی میر حسن کا ہے ۔ دیکھیے مثنوی ”سحر البیان“ مذکورہ نسخہ ۔ (مرتب)

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو تجھ سے مایوس امیدوار[1]

اور تین مہینے تلک شہر کے امیروں، وزیروں، داناؤں، فاضلوں، استادوں کی ضیافتیں کیں، کشتیاں بعضوں کے آگے رکھیں اور اکثر کو خلعتیں بھاری بھاری دیں۔

جس وقت وہ لڑکا سات برس کا ہوا، واسطے تربیت کے ایک استاد دانا و کامل کو سونپا۔ کتنے ایک دنوں میں الف بے سے لے کر "گلستان"، "انشاء ہر کرن"، "جامع القوانین"، "ابوالفضل"، "یوسفی"، رقعات جامی" تلک پڑھا، بلکہ علم عربی کو بھی تحصیل کیا۔ اور قاعدہ نشست و برخاست مجلس بادشاہی کا اور طریقہ عرض معروض کا اُن سے سیکھا۔ سچ یہ ہے کہ بعضے فنون میں باپ پر بھی سبقت لے گیا۔

جب باپ نے دیکھا کہ جوان ہوا، تب ایک عورت صاحب جمال، گل‌اندام خجستہ نام کے ساتھ بیاہ کر دیا۔ دونوں آپس میں عیش و عشرت کرنے لگے اور کسی وقت جدا نہ ہوتے تھے۔

اتفاقاً میمون ایک دن پالکی پر سوار ہوکر بازار میں سیر کو گیا اور دیکھا کہ ایک شخص اُس بازار میں ایک پنجرا توتے کا ہاتھ میں لیے کھڑا ہے۔ اس نے توتے بیچنے والے سے پوچھا کہ اے شخص! اس توتے کا کیا مول ہے؟ کہہ۔ اُس نے جواب دیا کہ خداوند! اس کو ہزار ہن سے کم نہ دوں گا۔ میمون نے کہا کہ خیر معلوم ہوا، جو اس ایک

۱۔ یہ شعر بھی میر حسن کی مثنوی "سحر البیان" سے لیا گیا ہے۔ (مرتب)

مشت پر کو ہزار ہن دے کر لے ، اس کے برابر دوسرا بے وقوف نہ ہوگا کیونکہ یہ ایک نوالا بلی کا ہے ۔

جب توتے والا جواب نہ دے سکا اور توتے نے جانا کہ اگر یہ دولت مند عمدہ مجھے خرید نہ کرے ، موجب قباحت اور بدنامی کا ہے ، کیونکہ صحبت بزرگوں کی اور داناؤں کی سبب زیادتیٔ عقل کا ہے اور اس سے میں محروم رہتا ہوں ، تب جواب دیا ''اے جوان خوش رو ! اگرچہ میں تیری آنکھوں میں حقیر و ضعیف ہوں لیکن بہ سبب دانائی اور عقل کے عرش پر پر مارتا ہوں اور ہر ایک اہل سخن میری خوش گوئی و شیریں زبانی سے حیران ہے ۔ بہتر یہی ہے کہ مجھے مول لے ، اس واسطے کہ ادنیٰ ہنر میرا یہ ہے کہ میں حقیقت ماضی اور استقبال کی حال میں کہہ سکتا ہوں اور کل کی بات آج بتا سکتا ہوں ۔ اگر حکم ہو تو ایک بات فائدے کی ہے ، عرض کروں ؟'' تب اُس نے کہا کہ کیا کہتا ہے ؟ کہہ ۔ توتے نے کہا کہ بعد کئی دن کے ایک قافلہ سوداگروں کا اس شہر میں سنبل خریدنے آوے گا ۔ تم ابھی سے تمام شہر کے دکان داروں سے سنبل خرید کرکے اپنے پاس رکھو ۔ جس گھڑی وہ کاروان یہاں آوے گا اور سوائے اس دولت خانے کے اور کسی کے گھر سنبل کا نام بھی اس شہر میں نہ پاوے گا ، لاچار ہوکر حضور ہی میں آکر درخواست کرے گا ، پھر اپنی خاطر خواہ بیچیے گا ۔ اس میں فائدہ بہت ہوگا ۔

یہ بات توتے کی اُس کو نہایت پسند آئی اور ہزار ہن اس شخص کو دے کر اُس توتے کو لے اپنے گھر آیا ۔ اور سب سنبل فروشوں کو بلوا کر سنبل کی قیمت پوچھی ۔ انھوں نے عرض کی کہ جتنا سنبل ہماری دکان میں ہے ، دس ہزار ہن

اس کی قیمت ہوتی ہے ۔ میمون نے اسی دم دس ہزار ہن خزانے سے دلواکر خرید کیا اور ایک مکان میں رکھوا دیا ۔ بعد دو تین دن کے کابل کے سوداگر اس شہر میں داخل ہوئے اور تلاش سنبل کی کرنے لگے ۔ جب کہیں نہ پایا ، تب اس کے پاس آکر سنبل کو بہ منت و زاری چوگنی قیمت دے کر مول لیا اور اپنے شہر کو گئے ۔ تب میمون اس توتے سے بہت خوش ہوا اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے لگا ۔ اور ایک مینا بھی خرید کرکے اس کے پاس رکھی ، اس واسطے کہ عالم تنہائی میں وحشت اسے نہ ہو کہ عقل مندوں نے کہا ہے :

کند هم جنس با هم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

غرض اس نے مینا کو بھی توتے کے پاس رکھا کہ یے (یہ) دونوں آپس میں ہم جنس ہیں ، بہ خوبی خوش رہیں گے ۔

اور بعد کئی دن کے خجستہ سے کہا کہ میں سفر خشکی و تری کا کیا چاہتا ہوں تاکہ کئی ایک شہر کی سیر کروں ۔ جو تمھیں کام کرنا منظور ہو ، سو بے مصلحت ان دونوں کی ہرگز نہ کرنا بلکہ جو یے (یہ) کہیں اس کو سچ جاننا اور ان کی فرماں برداری میں رہا کرنا ۔

یے دو چار باتیں سمجھا بجھا کر آپ کسی شہر کو گیا اور خجستہ کئی مہینے تک اس کی جدائی میں رویا کی اور کھانا سونا دن رات کا چھوڑ دیا ۔ غرض توتا کچھ قصہ کہانی کہہ کر اس کے غم گین دل کو ہر ایک وقت بہلایا کرتا ۔ اسی طرح سے چھ مہینے تک پھسلا پندھلا کر رکھا ۔

القصہ ایک دن وہ نہا دھو ، بناؤ کر کوٹھے پر چڑھی اور سیر ہر ایک کوچے و بازار کی جھروکے سے کرنے لگی ۔

اتنے میں ایک شہ زادہ گھوڑے پر سوار ، آنکھیں اُوپر کیے ہوئے ، گھوڑے کو قدم بہ قدم لیے ہوئے چلا جاتا تھا ۔ خجستہ کو دیکھتے ہی عاشق ہوا اور اُس کا بھی دل اس پر آ ہی گیا ۔ بے اختیار ہو کر شہ زادے نے اسی گھڑی ایک عورت مکارہ کے ہاتھ خفیہ یہ پیغام بھیجا کہ اگر تم ایک رات چار گھڑی کے واسطے میرے گھر آؤ تو اس کے عوض ایک انگوٹھی لاکھ ہن کی تمھیں دوں ۔ اس بڑھیا نے بھی ووں ہیں جا کر اس سے کہا ”اے خجستہ ! اس شہ زادے نے تجھے بلوایا ہے اور ایک گھڑی کے واسطے لاکھ ہن کی انگشتری دیتا ہے ۔ اگر تو چلے اور دوستی اس سے پیدا کرے تو کچھ اسی چیز پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہمیشہ سلوک کیا کرے گا ۔“ خجستہ نے پہلے تو اس بات سے بہت سا برا مانا اور خفا ہوئی لیکن پھر اس پیر زال کے دام میں آ ہی گئی ۔ اور کہنے لگی کہ اچھا میری طرف سے اس کی خدمت میں سلام شوق کے بعد یہ کہنا کہ شب کو جس طرح سے جانوں گی ، اسی طرح تمھارے پاس اپنے تئیں پہنچاؤں گی ۔

یہ پیغام وہ مکارہ لے کر اُدھر گئی اور ادھر رات آئی ، تب خجستہ نے اپنے تئیں نہایت لباس اور گہنے سے آراستہ کیا اور کرسی پر بیٹھ کر جی میں کہنے لگی کہ مینا سے چل کر یہ بات کہیے اور اس سے رخصت لے کر چلیے ، کیوں کہ میں بھی عورت ہوں اور وہ بھی اسی خلقت میں ہے ، اغلب ہے کہ وہ میری بات سنے اور رخصت کرے ۔ یہ سخن دل میں ٹھہرایا اور مینا سے جا کر کہا کہ اے مینا ! عجب ماجرا ہے ، اگر تو سنے تو کہوں ؟ اُس نے کہا کہ بی بی ! کیا کہتی ہو ، کہو ، میں بھی اپنے عقل کے موافق عرض کروں گی ۔ تب

کد بانو کہنے لگی کہ آج میں اپنے کوٹھے پر چڑھ کر جھروکے سے جھانکتی تھی کہ اتنے میں ایک شہ زادہ اس رستے سے گزرا اور مجھ پر عاشق ہوا ۔ اس گھڑی اس نے مجھے اپنے گھر میں بلایا ہے ۔ اگر تو کہے تو میں جاؤں اور اس سے ملاقات کروں ؟ پھر دو چار گھڑی کے بعد اپنے گھر چلی آؤں ۔

یہ بات سنتے ہی مینا نہایت غضب ہوئی اور غوغا کر کے کہنے لگی کہ واہ واہ بی بی ! اچھے ڈھنگ نکالتی ہو اور خاصی باتیں سناتی ہو ، کیا خوب ! غیر مرد کے گھر جاؤگی اور اس سے دوستی کر کے اپنے شوہر کی حرمت گنواؤ گی ، یہ بڑا غیب ہے ۔ تمھاری قوم کے لوگ کیا کہیں گے ؟ اس حرکت سے باز آؤ ۔

یہ سنتے ہی خجستہ نے اسے پنجرے میں سے نکال ، گردن مڑوڑ ، ایک ٹانگ پکڑ اس زور سے زمین پر دے پٹکا کہ روح اس کی آسمان کو پرواز کر گئی ۔ اور آپ اسی طرح سے غصے میں بھری توتے کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اے توتے ! کچھ حقیقت مینا کی دیکھی کہ وہ ابھی کیا تھی اور کیا ہوگئی ؟ اس نے کہا کہ جی دیکھی ، جو خاوند[1] سے بے ادبی کرے گا اس کا یہی حال ہوگا ۔ تب خجستہ خوش ہو کر کہنے لگی کہ اے توتے ! بہت دن ہوئے کہ میں نے مرد کی صورت بھی نہیں دیکھی اور آج ایک بادشاہ زادے نے مجھ کو بہ منت بلوایا ہے ۔ اگر تو کہے

۱- یہاں لفظ ''خاوند'' آقا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔ یہ لفظ ''خداوند'' کا مخفف ہے ۔ قدیم اردو میں یہ اپنے اصلی معنوں میں بھی مستعمل تھا لیکن اب اس کا استعمال صرف شوہر کے لیے مخصوص ہے ۔ ذیل کا محاورہ اس کے موجودہ مفہوم کے پیش نظر وضع کیا گیا ہے :
''خاوند راج بلند راج ' پوت راج دوت راج'' (مرتب)

تو اس کے پاس رات کے وقت جاؤں اور صبح ہوتے ہوتے اپنی جگہ پر واپس آؤں ؟

توتا اپنے جی میں ڈر کر کہنے لگا کہ اگر میں بھی منع کرتا ہوں یا کچھ اور کہتا ہوں تو ابھی مینا کی طرح سے مارا جاتا ہوں ۔ یہ سمجھ کر کہنے لگا کہ اے کد بانو! مینا ناقص عقل تھی اور اکثر یہ خلقت عورتوں کی بے وقوف ہوتی ہے ۔ اسی واسطے شعور مندوں کو لازم ہے کہ اپنا احوال ان سے نہ کہیں بلکہ اس ذات سے پرہیز کریں ۔ تو خاطر جمع رکھ ، جلدی مت کر ۔ جب تک میری جان اس قالب میں ہے ، تب تک تیرے کام کی پیروی کروں گا ۔ اتنا مت گھبرا ، کریم آسان کرے گا ۔ خدا نہ خواستہ یہ بات ظاہر ہوئی اور اڑتے اڑتے تیرے شوہر تک پہنچی اور اس نے آن کر تجھ سے خفگی کی تو میں ایک بات بنا کر تم دونوں کو آپس میں ملا دوں گا ، جس طرح سے کہ اس توتے نے فرخ بیگ سوداگر کو اس کی جورو سے ملا دیا تھا ۔''

خجستہ نے پوچھا کہ اس کی نقل کیوں کر ہے ؟ مفصل بیان کرکہ میں تیری احسان مند ہوں گی ۔

توتے نے کہا کہ کسی شہر میں ایک سوداگر فرخ بیگ نام نہایت مال دار تھا اور ایک توتا عقل مند اپنے پاس رکھتا تھا ۔ اتفاقاً اس سوداگر کو سفر در پیش ہوا ؛ تب ہر ایک اسباب اپنے گھر کا بی بی سمیت توتے کے حوالے کیا اور آپ واسطے سوداگری کے کسی ملک میں گیا اور کئی مہینے وہاں کار تجارت میں رہا ۔

بعد کئی دن کے اس کی جورو نے ایک جوان مغل بچے سے آشنائی کی اور ہمیشہ رات کو اسے اپنے گھر بلاتی ' صبح تک اس کے ساتھ عیش و عشرت کرتی ۔ یہ احوال ان دونوں کا وہ توتا

دیکھتا اور باتیں ان کے اختلاط کی سنتا ، لیکن دیکھا ان دیکھا ، سنا ان سنا جان کر چپ رہتا۔

بعد ڈیڑھ برس کے وہ تاجر اپنے گھر آیا اور حقیقت گزری ہوئی اپنے گھر کی اس توتے سے پوچھی کہ میرے پیچھے کس کس طرح سے گزری اور کس کس نے کیا کیا کیا ؟ اس نے ہر ایک کا احوال جو ٹھیک تھا ، سو سب بہ خوبی کہہ دیا اور بی بی کی بات سے آگاہ نہ کیا ، کیونکہ اگر وہ بھی کہتا تو دونوں میں جدائی ہوتی یا کسی نہ کسی کی جان جاتی ۔

بعد کئی ہفتے کے وہ تاجر یہ ماجرا اور کسی شخص کی زبان سے سن کر اپنی بی بی سے دق ہوا اور خفگی کرنے لگا کیوں کہ ہوش مندوں نے کہا ہے کہ ''عشق و مشک نہیں چھپتا اور آگ باروت میں پوشیدہ نہیں رہتی۔'' وہ سوداگر توتے کی طرف سے بدظن ہوا ۔ اپنے جی میں کہنے لگا کہ افسوس ! اس توتے نے کچھ بھی اس کے نیک و بد کی بات مجھ سے نہ کہی ۔ اور اپنی جورو سے غصے ہو کر بہت سی سرزنش کی ۔ وہ احمق عورت یہ سمجھی کہ شاید توتے نے کچھ اس سے میری بات کہی جو اس قدر مجھ پر اس نے آفت اٹھائی ۔ پھر توتے کو اپنا مخالف سمجھ کر ایک روز آدھی رات کو قابو پاکر ، اس توتے کے پر و بال نوچ نوچ کر ، گھر کے باہر پھینک کر غل مچانے لگی کہ ہے ہے ! میرے توتے کو بلی لے گئی اور جی میں سمجھی کہ وہ کم بخت مر گیا ہوگا ۔ لیکن تھوڑی سی جان اس میں باقی تھی ، اوپر سے جو گرا تو صدمہ زیادہ پہنچا ۔ بارے بعد ایک ساعت اس کے بدن میں قدرے قوت و توانائی آئی ، تب سنبھل کر اٹھا ۔ وہاں ایک گورستان تھا ، اس میں گیا اور ایک گور کے سوراخ میں رہنے لگا ، لیکن تمام دن بھوکا مرتا

اور رات کو اس سوراخ سے نکلتا ـ جو کوئی مسافر کہ اس قبرستان میں وارد ہو کر رات کو کھانا کھاتا ' اس کا گرا پڑا ٹکڑا ٹیڑا ، دانہ دنکا جو پاتا ، سو چنتا اور کھاتا ، اور پانی پی کر پھر صبح کو اسی سوراخ میں جا بیٹھتا ـ

بعد چند روز کے سارے پر اس کے نکل آئے اور تھوڑا تھوڑا اڑنے لگا ، ایسا کہ اس قبر سے اس گور پر اور اس سے اس قبر پر جا بیٹھتا اور چگتا پھرتا ـ

اس پر تو یہ گزری ، اب ادھر کی سنو ـ جس شب وہ توتا گیا ، اسی کی صبح کو وہ سوداگر اپنے بچھونے پر سے اٹھ کر اس کے پنجرے کے پاس آیا اور اسے دیکھا کہ وہ اس کے اندر نہیں ھے ـ یہ احوال دیکھتے ھی اس نے اپنی پگڑی زمین پر دے پٹکی اور غل مچانے لگا ـ بلکہ نہایت متردد ھوا اور اپنی بی‌بی پر اس قدر غصے ھوا کہ کچھ کہا نہیں جاتا ـ آخر اسی غم سے خواب خور بھی چھوڑ دیا ـ اپنی عورت کی باتوں کو ھرگز اعتبار نہ کیا بلکہ اس کو اپنے گھر سے نکال دیا ـ تب اس عورت نے یہ دھیان کیا کہ شوھر نے مجھے گھر سے نکال دیا ھے ، اب رھنے والے اس شہر کے مجھے بد کہیں گے ـ مناسب یہی ھے کہ میرے گھر کے قریب جو گورستان ھے ، وھاں چلی جاؤں اور کھانا ، پینا ، سونا سب چھوڑ دوں ، یہاں تک کہ مرجاؤں ـ

آخر کار ایک قبر گاہ میں گئی اور ایک فاقہ کیا ـ جس وقت کہ رات ھوئی ، اس توتے نے قبر کے سوراخ میں سے کہا کہ اے عورت ! اپنے سر کے بال ایک استرے سے منڈوا اور چالیس دن تک بے آب و طعام اس گورستان میں رہ کہ میں تیری تمام عمر کے گناہ بخشوں ، تجھ میں اور تیرے شوھر میں دوستی کرادوں ـ وہ عورت اس آواز کو سن کر متعجب

ہوئی اور اپنے جی میں سمجھی کہ اس قبرستان میں کسی ولی خدا پرست کی قبر ہے ؛ البتہ وہ میرا گناہ بخشے گا اور مجھ سے میرے خاوند کو ملا دے گا ۔ اس بھروسے اپنے سر کو منڈوا کر چندے اس قبرستان میں رہی ۔

ایک روز توتا اُس قبر سے نکل کر کہنے لگا کہ اے عورت ! تو نے بے تقصیر میرے پر اکھیڑے اور مجھے آزار سخت دیے ۔ خوب ! جو ہوا ، سو ہوا ۔ میری قسمت میں یہی تھا جو تو نے کیا لیکن میں نے تیرا نمک کھایا ہے اور تیرے خاوند کی خرید ہوں ، تو میری بی‌بی ہے ، تیری خدمت بہ خوبی کروں گا ۔ اور وے باتیں گور کے سوراخ سے میں نے ہیں (ہی) تجھ سے کہی تھیں ۔ تو یقین کر کہ میں راست گو ہوں ، چغل خور نہیں کہ عیب تیرا تیرے خاوند سے کہتا ۔ اب دیکھ تو سہی ، میں تیرے شوہر کے گھر جاتا ہوں اور تجھ سے اِس کو ملا دیتا ہوں ۔''

غرض توتے نے یہ کہا اور اپنے خاوند[1] کے گھر جا کر موافق قاعدے کے اس کو سلام کیا اور آداب بجا لایا ۔ پھر دعائیں دے کر کہنے لگا کہ عمر تیری بڑھے ، دولت دو چند ہووے ! اس نے کہا کہ تو کون ہے ؟ کہاں سے آیا ہے جو اس طرح با ادب کھڑا دعائیں دیتا ہے ؟ پھر آپ ہی پہچان کر کہنے لگا کہ اب تک کہاں تھا اور کس شخص کے گھر مہمان ؟ سب احوال اپنا بہ تفصیل کہہ اس نے عرض کی کہ میں تیرا وہی قدیمی توتا ہوں ، مجھے بلی پنجرے سے لے گئی تھی ، اسی کے پیٹ میں تھا ۔ اس کے آقا نے کہا

۱- یہاں بھی ''خاوند'' آقا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔

”پھر تو کیوں کر جی آٹھا ؟“ اس نے کہا کہ تم نے بے گناہ اپنی بی‌بی کو گھر سے بے گھر کیا اور بانہہ پکڑ کر نکال دیا ۔ وہ اس سبب سے ایک قبرستان میں گئی اور چالیس روز فاقے سے رہی ، بے اختیار آہ و زاری کیا کہ حق سبحانہ تعالیٰ اس کی فریاد سن کر مہربان ہوا اور مجھ کو مردے سے زندہ کرکے کہا کہ اے توتے ! تو اس کے خاوند کے پاس جا اور ان دونوں کو آپس میں ملا دے ، بلکہ تو اس کی عصمت پر گواہی دے ۔

جب آقا نے یہ احوال دریافت کیا ، تب خوش ہوکر اپنی جگہ سے آٹھا اور گھوڑے پر سوار ہو ، اپنی بی بی کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ جانی ! میں نے بے تقصیر تجھے ستایا اور دکھ دیا لیکن اب تو اس بات سے درگزر ، آ میری خطا معاف کر ۔ وہ راضی ہوئی ، تب اس کو گھر لے آیا ۔ پھر دونوں جورو خاوند ملے جلے رہنے سہنے لگے اور عیش و عشرت کرنے ۔“

القصہ توتے نے اس سوداگر کے توتے کا قصہ تمام کر کے خجستہ سے کہا کہ اے خجستہ ! تو آٹھ اور جلد شہ زادے کے پاس جا تاکہ وعدہ تیرا جھوٹھ (جھوٹ) نہ ہو ۔ اگر خدا نہ خواستہ یہ خبر تیرے شوہر تک پہنچے اور وہ تجھ سے خفگی کرے تو میں اسی سرداگر کے توتے کی طرح صفائی کروا دوں گا ۔ خجستہ اس سخن سے خوش ہوئی اور قصد کیا کہ شہ زادے پاس جاوے ، اتنے میں صبح صادق کا سفیدا ظاہر ہوا ، جانا اس کا موقوف رہا ۔ تب یہ قطعہ آسماں کی طرف دیکھ کر پڑھا ، گریبان مثل گل چاک کیا :

یہ[1] دو دل کو اک[2] جا بٹھاتا نہیں
کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں
یہ ہے دشمن وصل[3] دل سوز ہجر
کرے ہے شب وصل کو روز ہجر

از بس کہ خجستہ تمام رات قصہ سننے[4] کے واسطے جاگی تھی، سونے کے لیے گئی اور جاتے ہی بچھونے پر سو رہی۔

دوسری کہانی

یہ ہے کہ ایک پاسبان نے بادشاہ طبرستان سے وفاداری کی اور اس نے اسے خدمت ولی عہدی کی دی

جب سورج چھپا اور چاند نکلا، تب خجستہ اپنے بچھونے پر سے اٹھ، ہاتھ منہ دھو کر بیٹھی۔ خوان کھانے اور میووں

۱۔ یہ دونوں شعر میر حسن کی مثنوی ''سحر البیان'' سے لیے گئے ہیں۔ دیکھیے نسخہ مذکور، ص ۴۷۔ (مرتب)
۲۔ نسخہ مطبوعہ لندن ۱۸۵۲ع (ص ۱۴) میں ''ایک'' ہے۔
۳۔ ''توتا کہانی'' مطبوعہ لندن (ص ۱۴) میں ''وصل'' اور ''دل'' کے درمیان واؤ عاطفہ نہیں ہے لیکن ''مثنوی سحر البیان'' کے مذکورہ نسخے میں واؤ عاطفہ موجود ہے۔ (مرتب)
۴۔ نسخہ مطبوعہ لندن ۱۸۵۲ (ص ۱۴) میں ''سنے''؟ ہے۔ ہم نے موجودہ املا کو ترجیح دی ہے۔ (مرتب)

کے منگائے، کچھ تناول کیا۔ پھر پوشاک مکلف اور جواہر قیمتی سے اپنے تئیں آراستہ کر، سج مچ کی بنی بن، دو پری پیکر خواصوں کو ساتھ لے، حشاش و بشاش توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی کہ اے توتے! اگر تو اپنی مہربانی سے رخصت کرے تو میں اس کے پاس جاؤں اور آرزو اپنے دل کی نکالوں۔ توتا کہنے لگا کہ اے کد بانو! تو خوش ہو اور اندیشہ مت کر کہ میں تیرے کام کی سعی و جستجو میں لگ رہا ہوں۔ قریب ہے کہ تجھے تیرے یار کے پاس پہنچاؤں لیکن تجھے لازم ہے کہ تو بھی دوستی و محبت اس کی اپنے جی میں رکھے، جس طرح سے کہ ایک پاسبان نے بادشاہ طبرستان کی عقیدت اپنے دل میں رکھی اور اس کے عوض دولت بے شمار پائی۔ خجستہ نے پوچھا کہ اس کی نقل کیوں کر ہے؟ مفصل بیان کر۔

توتا کہنے لگا کہ عقل مندوں نے اور اگلے زمانے کے بزرگوں نے کہا ہے کہ ایک دن بادشاہ طبرستان نے مجلس عیش برابر بہشت کے آراستہ کی۔ کھانے اچھے لذیذ اور شرابیں پر کیفیت، کباب قسم قسم کے اس محفل میں مہیا کیے۔ شہزادے، وزیر، امیر، حکیم، استاد بلکہ جتنے صاحب کمال اس شہر کے تھے، حاضر ہوے۔ کھانے انھوں نے کھائے اور شرابیں پیں کہ اتنے میں ایک شخص اجنبی اس محفل بادشاہی میں بے دھڑک چلا آیا۔ تب ہر ایک اہل بزم نے پوچھا کہ اے مرد بے گانہ! تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں شمشیر زن اور شیر گیر ہوں اور تیر اندازی بھی ایسی جانتا ہوں کہ تیر میرا سنگ خارا کو پھوڑتا ہے، بلکہ پہاڑ کے بھی دوسار ہوتا ہے۔ سوائے اس سپہ گری کے ہر ایک فن سے واقف ہوں اور بہت سی

حکمتیں جانتا ہوں ۔ پہلے امیر خجند کے پاس نوکر تھا ، جب اس نے میری قدر کچھ نہ کی اور کاری گری نہ سمجھی ، تب اس کی چاکری چھوڑ کر بادشاہ طبرستان کے پاس آیا ہوں ۔ اگر وہ مجھ کو رکھے گا تو رہوں گا اور ہر ایک وقت جاں فشانی قرار واقعی کروں گا ''۔

طبرستان کے بادشاہ نے یہ سخن سن کر اپنے نوکروں اور اہل کاروں کو حکم دیا کہ بالفعل اسے خدمت پاسبانی کی دو ۔ بعد دریافت ہونے کے جو اس کے حق میں مناسب ہوگا ، سو کیا جائے گا ۔ بہ موجب حکم بادشاہ کے ارکان دولت نے اسی وقت اسے خدمت پاسبانی کی دی اور سرفراز کیا ۔ چنانچہ وہ شام سے تا صبح ہر ایک شب دولت خانے کی خبرداری کے واسطے جاگتا اور کھڑا ہوکر بادشاہ کے قصر کو دیکھا کرتا ۔

اتفاقاً ایک شب آدھی رات کو بادشاہ بالا خانے پر کھڑا ادھر اُدھر پھرتا تھا ۔ نگاہ اس کی اس پاسبان پر پڑی ۔ دیکھا کہ ایک شخص مستعد کھڑا ہے ۔ تب اس نے پوچھا '' اے شخص ! تو کون ہے جو اس وقت اس محل سرا کے نیچے کھڑا ہے ؟'' اس نے عرض کی '' خداوند ! میں پاسبان اس دولت خانے کا ہوں ۔ خبرداری کے واسطے اس محل سرا کی کتنے دنوں سے شام سے صبح تک حاضر رہتا ہوں اور امیدوار تھا کہ جمال مبارک حضرت کا دیکھوں اور اپنی آنکھیں روشن کروں ؛ بارے آج کی شب قسمت نے یاوری کی کہ دیدار خداوند عالمیان کا دیکھا ، دل کو شاد کیا ۔''

اتنے میں ایک آواز جنگل کی طرف سے بادشاہ کے کان میں آئی کہ '' میں جاتی ہوں ، ہے کوئی ایسا مرد جو مجھ کو پھیر لاوے ؟'' یہ بات سنتے ہی بادشاہ متعجب ہوکر اس سے

کہنے لگا کہ اے پاسبان ! تو بھی کچھ اس آواز کو سنتا ہے کہ یہ آواز کہاں سے آتی ہے ؟ اس نے عرض کی کہ خداوند ! میں تو کئی شب سے سنتا ہوں کہ بعد آدھی رات کے یہ آواز یوں ہیں (ہی) آتی ہے لیکن میں خدمت پاسبانی کی رکھتا ہوں ، محل سرا چھوڑ کر جا نہیں سکتا ۔ اس واسطے اس کو دریافت نہ کر سکا کہ یہ (آواز) کس کی ہے اور کہاں سے آتی ہے ۔ اگر شاہ جہان ارشاد کریں تو ابھی جاؤں ، شتاب اس کو دریافت کر کے حضور پرنور میں عرض کروں ۔'' بادشاہ نے فرمایا کہ بہتر ، جلد جا اور سچ خبر حضور میں آ کر گزارش کر ۔

وہ پاسبان ووں ہیں (وہیں) خبر لینے چلا ۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ بادشاہ بھی ایک کمبل سیاہ اوڑھ ، سارا بدن اور منہ اس سے چھپا کر اس کے پیچھے ہو لیا ۔ پاسبان تھوڑی دور جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک عورت حسین ، خوب صورت ایک درخت کے نیچے اس راہ میں کھڑی ہے اور یہی کہتی ہے کہ میں جاتی ہوں ، دیکھوں تو کون ایسا مرد ہے جو مجھے پھیر لاوے اور نہ جانے دے ۔ تب اس نے پوچھا کہ اے بی‌بی صاحب جمال ، پری پیکر ! تو کون ہے اور یہ بات کس لیے کئی شب سے کہتی ہے ؟'' اس نے کہا کہ میں تصویر عمر بادشاہ طبرستان کی ہوں ۔ وعدہ اس کا برابر ہوا ہے ۔ اب اس واسطے میں جاتی ہوں ۔ یہ سخن سنتے ہی اس پاسبان نے کہا کہ اے تصویر عمر بادشاہ ! اب تو کسی طرح سے پھر بھی مراجعت کرے گی اور آوے گی ؟ اس نے کہا کہ اے پاسبان ! ایک صورت سے ؛ اگر تو اپنے بیٹے کو اس کے عوض ذبح کرے تو البتہ مراجعت کروں ، تا بادشاہ پھر چند روز اس جہان میں زندگی کرے اور جلدی نہ مرے ۔

یہ بات بادشاہ نے بھی سنی اور پاسبان نے نہایت خوش ہو کر جواب دیا کہ اے عورت عمر بادشاہ ! اپنی عمر اور اپنے بیٹے کو بادشاہ کی عمر پر نثار و تصدق کرتا ہوں ۔ جلدی مت کر ، تو یہیں کھڑی رہ ، میں ابھی اپنے گھر جاتا ہوں اور بیٹے کو لا کر تیرے سامنے[1] ذبح کرتا ہوں ۔ میں اس سے ہاتھ اٹھاؤں گا ، بادشاہ کی سلامتی کے واسطے ماروں گا ۔''

حاصل کلام یہ کہہ کر اپنے گھر گیا ۔ بیٹے سے کہنے لگا کہ بیٹا ! آج بادشاہ کی عمر تمام ہوئی ہے ۔ کوئی دم میں وہ مرتا ہے ۔ اگر تو اپنی عمر اس کو دے تو وہ تیرے مرنے سے جیے اور چند روز اس دنیا میں رہے ۔ وہ لڑکا نیک بخت و وفادار اس بات کو سنتے ہی کہنے لگا کہ اے قبلہ و کعبہ ! وہ بادشاہ منصف و عادل ہے ۔ ایسے والی صاحب سخا ، اہل ہمت ، غریب پرور ، کرم بخش کے (بدلے[2]) ایک میں کیا ہوں ، اگر تمام گھر تمھارا کام آوے تو تم قصور نہ کرنا ، کیونکہ ایک مجھ سا ناچیز اگر اس کے صدقے ہوا تو ہوا ۔ وہ جیتا رہے گا تو ایک عالم کو پرورش کرے گا ۔ بہتر یہی ہے کہ مجھے جلد لے چلو اور اس کے اوپر صدقے کرو تو میں سعادت دارین حاصل کروں ، کیونکہ ایک تو آپ کا کہنا اور دوسرے ایسے بادشاہ پر نثار ہونا ، اس سے بہتر بات میرے واسطے اس جہان میں اور کوئی نہیں ۔ میں نے یہ کلام حضرت استاد (رحمۃ اللہ علیہ) سے سنا ہے

۱۔ نسخہ مطبوعہ لندن میں ''سامھنے'' چھپا ہے ۔ موجودہ املا کو ترجیح دی گئی ہے ۔ (مرتب)

۲۔ نسخہ مذکورہ میں یہ لفظ نہیں ہے ، غالباً طباعت کی غلطی ہے ۔ (مرتب)

کہ ہر ایک چھوٹے بڑے مکتب کے لڑکوں سے کہتے تھے کہ ''اگر شاہ کی سلامتی کے واسطے کوئی اہل کار بادشاہی ایک آدمی کو رعیت میں سے مارے تو گناہ نہیں کیونکہ وہ بندہ پرور ہے۔ سیکڑوں کو پالتا ہے۔ وہ جیے گا تو ہر ایک شہر اس سے آباد رہے گا۔ اگر وہ مرے گا تو ایک[1] ظالم پیدا ہوگا کہ وہ ہزاروں کو خراب کرے گا اور لاکھوں اس کے ظلم و ستم سے مریں گے۔ پس لازم ہے کہ جلد مجھے لے چلو اور اس کے واسطے ذبح کرو۔ اس پر ایک مجھ سا قربان ہو تو کیا۔''

آخر وہ پاسبان اپنے بیٹے کو اس عورت کے پاس لے گیا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ جھک کر ایک خنجر تیز سے چاہتا تھا کہ اس کا گلا کاٹے کہ اتنے میں اس عورت نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ اے پاسبان! اپنے بیٹے کو ذبح مت کر اور گلا اس کا مت کاٹ۔ حق تعالیٰ کو تیری ہمت پر رحم آیا اور مہربان ہوکر مجھے پھر ساٹھ برس کا حکم کیا کہ بادشاہ کے قالب میں رہ۔ جس وقت اس پاسبان نے اس خوشی کی خبر کو سنا، بہت خوش ہوا اور اسی گھڑی بادشاہ کو خبر دینے چلا۔

یہ حالت بادشاہ طبرستان نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھی اور بات چیت پاسبان کی اور اس کے بیٹے کی کماحقہ دریافت کی۔ پھر اس کے پہنچنے سے پہلے دوڑ کر اپنے تئیں بہ دستور اسی بالاخانے پر پہنچایا اور اسی طرح سے اس پر پھرنے لگا۔ اور بعد ایک آدھ گھڑی کے وہ پاسبان بھی حضور پرنور میں آیا اور تسلیمات[2]

۱۔ نسخہ مطبوعہ ۱۸۵۲ع (ص ۱۹) میں ''یک'' ہے۔
۲۔ نسخہ مطبوعہ ۱۸۵۲ع (ص ۲۰) میں ''تسلیمت'' ہے۔

بجا لا کر دعا دینے لگا کہ عمر و دولت و جاہ و حشمت شاہنشاہ کی تا قیامت بڑھتی رہے !

بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ اے پاسبان ! وہ کیسی آواز تھی ؟ کچھ تو نے دریافت کیا ہے تو مفصل بیان کر۔ اس نے دست بستہ ہو کر عرض کی ”اے خداوند ! ایک عورت حسین و صاحب جمال اپنے خاوند سے لڑکر اس جنگل میں نکل آئی تھی اور ایک درخت کے نیچے اس راہ میں بیٹھی رو رہی تھی اور بہ آواز بلند یہی کہتی تھی کہ ”میں نہ رہوں گی“ تب میں اس کے پاس گیا اور اور میٹھی میٹھی باتوں سے بھلایا (بہلایا) اور اچھے اچھے سخن سمجھا بجھا کر اس کے شوہر سے ملا دیا ، دوستی ان دونوں میں کروا دی۔ اب ان نے مجھ سے اقرار کیا ہے کہ میں ساٹھ برس تک اپنے شوہر کے گھر سے نہ نکلوں گی۔“

بادشاہ نے یہ دانائی اور جان فشانی اس کی اور جرأت اس کے بیٹے کی دیکھی تھی۔ فرمایا کہ اے پاسبان ! جس وقت تو اس کی خبر لینے چلا تھا ، میں بھی تیرے پیچھے پیچھے موجود تھا۔ سب سوال و جواب تیرے اور تیرے بیٹے کے اور اطوار اس عورت کے اپنی آنکھوں سے اور کانوں سے دیکھے اور سنے۔ خیر اگرچہ اگلے وقت میں تو محتاج و غریب ، ذلیل و پریشان تھا اور اب میری پاسبانی میں نوکر ہوا تھا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ روز بہ روز بہبودی اور ترقی تیری ہوگی اور گھڑی بہ گھڑی سلوک پر سلوک کروں گا۔ خدا کے فضل سے نہایت تو اوج دولت کو پہنچے گا۔“

یہ کہہ کر بادشاہ آرام کرنے گیا ، بساط عیش پر سو رہا۔ بعد دو چار گھڑی کے صبح ہوئی ، بادشاہ تخت پر نکل بیٹھا اور پاسبان کو یاد کیا۔ پھر سب وزیروں ، امیروں اور اہل کاروں

کو جمع کر کے یہ فرمایا کہ اے حاضران پائے تخت! میں نے اسے بہ خوشی تمام اپنا ولی عہد کیا اور مال و اسباب و خزانہ سب اپنی رضامندی سے اسے دیا۔

توتے نے یہ کہانی تمام کی کہ اتنے میں صبح ہوئی اور آفتاب نکلا: جانا خجستہ کا موقوف رہا کیونکہ تمام رات بادشاہ طبرستان اور اس بادشاہ کی کہانی کے سنے (سننے) سے خمار آلود ہورہی تھی۔ جاتے ہی پلنگ پر سو رہی۔

گئی نیند کی ماتی آخر کو لیٹ
چھپر کھٹ کے کونے میں منہ سر لپیٹ

تیسری نقل

یہ ہے کہ ایک بڑھئی اور سنار نے مل کر
کہیں سے سونے کے بت چرائے اور
ان کو کسی جگہ چھپا کر
آپس کی دوستی سے باز آئے

جب سورج چھپا اور چاند نکلا، تب خجستہ ارغوانی جوڑا پہن، بسنتی دوشالا اوڑھ، جواہر کے دریا میں سراپا غرق ہو توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی کہ اے توتے! مجھے آج کی شب جلد رخصت دے کہ میں اپنے یار سے ملوں اور کچھ کچھ باتیں پیار کی کروں۔ توتے نے کہا کہ اے کد بانو! میں نے تجھے

پہلی ہی شب رخصت دی تھی ، اب تک تو نے کیوں توقف کیا ؟ خیر اب جا اور یہ زیور اپنے بدن کا اتار ، کیوں کہ بی بی ! دنیا بہت بری جگہ ہے ۔ ایسے اسباب کو پہن کر مرد کے پاس جانا اچھا نہیں ۔ شاید اس کی آنکھ اس گہنے پر پڑے اور جی میں کچھ لالچ کرے ، تو پھر نہ تو ہی رہے گی نہ گہنا ہی ۔ دوستی کی دوستی جائے گی ، زیور کا زیور ۔ جس طرح سے کہ اس زرگر اور نجار کی دوستی میں خلل پڑا ، زر ہی کے واسطے برسوں کا ساتھ چھوٹا ۔ خجستہ نے پوچھا کہ اس کی نقل کیوں کر ہے ؟ مفصل بیان کر ۔

توتا کہنے لگا کہ کسی شہر میں ایک بڑھئی اور سنار سے ایسی دوستی تھی کہ جو کوئی انہیں دیکھتا تھا سو یہی کہتا تھا کہ یے (یہ) ماں جائے بھائی ہیں ۔ اتفاقاً وے دونوں سفر کو گئے ۔ کسی شہر میں جا کر مفلس ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ اس شہر میں فلانی جگہ بت خانہ ہے کہ اس میں کئی بت سونے کے ہیں ۔ یہاں سے برہمنوں کی صورت بن کر چلیے اور عبادت میں مشغول ہو جئیے ، کسی وقت فرصت پا کر دو چار بت چرائیے اور مزے سے ان کو بیچ[1] کر گزران کیجیے ۔

یہ بات ٹھہرا کر وے دونوں اس بت خانے میں گئے اور عبادت کرنے لگے ۔ وہاں کے برہمنوں نے جو ان کی عبادت دیکھی تو سب شرمندہ ہوئے اور ہر روز ایک دو برہمن اس بت خانے سے جاتے اور پھر نہ آتے ۔ اگر کوئی پوچھتا کہ تم نے کیوں اس بت خانے کو چھوڑا ؟ تو وے یہی کہتے کہ کئی دن سے دو برہمن ایسی دھرم مورت ، صاحب لاج پوجا کرنے والے آئے ہیں

۱- اصل مسودے میں ” بینچ “ ہے ۔

که ایک دم بھگوان کے دھیان سے سر نہیں اٹھاتے اور کسی سے آنکھ نہیں ملاتے؛ اس واسطے ہم چلے آئے ہیں کیوں کہ ان کے برابر ہم سیوا اور تپشیا نہیں کر سکتے۔

جب اُن دونوں کے سوا اُس بت خانے میں اور کوئی نہ رہا، تب انھوں نے شب کو فرصت پا کر کئی بت سونے کے چرا کر اپنے گھر کا رستہ پکڑا۔ اور وے نزدیک شہر کے پہنچ کر کسی درخت کے نیچے اُن بتوں کو گاڑ کر اپنے اپنے گھر گئے۔ بعد آدھی رات کے سنار اکیلا جا کر ان بتوں کو وہاں سے اکھاڑ کر اپنے گھر لے آیا اور صبح کو جا کر اُس نجار سے کہنے لگا ”اے بڑھئی! بے ایمان، جھوٹے، دغا باز، چوٹے میری آشنائی کا پاس نہ کیا اور ایسی قدیم دوستی میں خلل ڈالا کہ ان بتوں کو تو چرا لایا۔ اس بے ایمانی سے کئے[1] برس جئے گا اور کئے[2] دن گزران کرے گا؟ کیا خوب! اب زمانے میں دوستی کا اعتبار نہ رہا۔“

وہ اس کی باتیں سن کر حیران ہوا کہ یہ کیا بکتا ہے۔ آخر لاچار ہو کر کہنے لگا کہ اے زرگر! جو کیا سو کیا اور جو ہوا سو ہوا، جانے دے۔ میں جانتا ہوں، خدا کے واسطے مجھ پر مت بہتان باندھ۔ از بس کہ وہ عقل مند تھا، اس سے لڑنا اور قضیہ کرنا مناسب نہ جانا، چپکا ہو رہا۔

بعد کئی دن کے ایک پتلا چوبی اس بڑھئی نے اسی سنار کی صورت بنایا۔ ویسے ہی کپڑے اسے پہنائے اور دو بچے خرس[3] کے

۱- یعنی کتنے برس۔
۲- ایضاً۔
۳- ریچھ۔

کہیں سے لایا اور اس پتلے کی آستین اور دامن میں کچھ کچھ ان بچوں کے کھانے کی چیزیں رکھ دیں ۔ جب ان کو بھوکھ (بھوک) لگتی تو اس بت کے پاس جاتے اور جو اس کی آستین سے یا دامن سے پاتے ، سو کھاتے اور اپنے جی میں جانتے کہ ھمارا باپ یا ماں جو کچھ کہ ھے ، سو یہی ھے ۔ اور یہاں تک اس پتلے سے آشنائی رکھتے تھے کہ ھر روز الفت سے اس کے دامن پر آ کر بیٹھتے تھے ۔

جب خرس کے بچوں کو اس صورت سے مہر و محبت ھوئی ، تب بڑھئی نے سنار کی اور اس کی عورتوں کی ضیافت کی بلکہ ھمسائے کی عورتوں کو بھی بلایا ۔ چنانچہ سنار کی جورو اپنے دو لڑکوں کو ساتھ لے کر اس کے گھر گئی ۔ نجار اپنی گھات میں لگ رھا تھا ، بعد دو گھڑی کے اس سنار اور سنارنی کو غافل پا کر ان دونوں لڑکوں کو چھپا رکھا اور ان خرس کے بچوں کو چھوڑ کر غل مچانے لگا کہ ھے ھے ! یے لڑکے سنار کے خرس کے بچے کیوں کر ھوگئے ؟ یہ بات سنتے ھی وہ سنار باھر سے بے اختیار روتا ھوا آیا اور اس کی کمر پکڑ کر کہنے لگا '' ابے جھوٹھ کیوں بکتا ھے ، کہیں آدمی بھی جانور ھوئے ھیں ۔''

آخر یہ قصہ قاضی کے روبرو گیا اور قاضی نے پوچھا کہ اے بڑھئی ! آدمی کے لڑکے خرس کے بچے کیوں کر ھوئے ؟ تب اس نے کہا کہ پیر و مرشد ! وہ دونوں میرے سامھنے (سامنے) آپس میں کھیلتے تھے اور کشتی لڑتے تھے ۔ زمیں پر گرتے ھی خرس کے بچے ھوگئے ۔ قاضی نے کہا کہ یہ بات میں کس طرح سے سچ جانوں ۔ تب نجار کہنے لگا کہ خدا وند ! میں نے کتاب میں لکھا دیکھا ھے کہ کسی وقت میں ایک گروہ انسان کا خدا کے غضب سے حیوان ھوگیا تھا لیکن عقل اس گروہ کی جوں کی

توں رہی تھی اور الفت و محبت بھی ویسی ھی ۔ لازم ہے کہ اس وقت دربار عام میں ان بچوں کو سب اھالی موالی کے سامھنے (سامنے) منگوا کر اس کے روبرو کیجیے ۔ اگر وے اس کے لڑکے ھوں گے تو اس سے الفت کریں گے اور نہیں تو جو چاھیے گا سو مجھے کیجیے گا ۔

یہ بات اس کی قاضی نے پسند کی اور ان بچوں کو منگوا کر اس زرگر کے آگے چھڑوا دیا ۔ وے اس صورت کے سبب سے آشنا ھو رہے تھے ، باوجود اس بھیڑ کے بے اختیار دوڑ کر اس سے جا لپٹے اور اس کے پاؤں پر منہ ملنے لگے اور اس کی بغلوں میں سر ڈالنے ۔

تب قاضی نے کہا کہ اے سنار دغا باز ! یے دونوں تیرے لڑکے ھیں ، مجھے یقین ھوا ۔ بس اب ادھر آ اور ان دونوں کو اٹھا کر اپنے گھر لے جا ، ناحق کیوں شرارت کرتا ھے اور اس غریب نجار سے لڑتا ھے ۔ تب وہ زرگر اس نجار کے پاؤں پر گر پڑا اور منت کرنے لگا کہ اے یار ! اگر یہ حکمت تو نے اپنا حصہ لینے کے واسطے کی ھے تو اپنا حصہ لے اور میرے لڑکے مجھے دے ۔ اس نے کہا کہ اے سنار ! تو نے بڑا گناہ کیا ھے اور امانت میں خیانت کی ھے ۔ اگر اب جھوٹھ (جھوٹ) بولنا چھوڑ دے اور دغا بازی کی توبہ کرے تو شاید پھر تیرے بیٹے اپنی اصلی صورت پر آویں ۔ غرض اس زرگر نے اس کا حصہ دیا اور اپنے بیٹے اس سے لیے ۔

توتے نے یہ نقل تمام کر کے کہا کہ اے خجستہ ! تو بھی اپنا زیور اتار جا ۔ شاید وہ بھی اس طرح کا بے ایمان ھو اور اس کا لالچ کرے ، تو پھر نہ گہنا ھی رہے گا اور نہ دوستی ھی رہے گی ۔

کد بالو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ گہنا اتارے اور اپنے معشوق کے پاس سدھارے کہ اتنے میں صبح ہوئی اور مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا ، تب یہ بیت پڑھ کر چپکی رہ گئی۔

روتے روتے تمام رات کٹی
ہجر کی تیری پر نہ بات کٹی

چوتھی داستان

یہ ہے کہ ایک امیر زادے نے کسی لشکری کی جورو سے عزت و حرمت کا امتحان لیا اور خجالت کھینچی

جب آفتاب چھپا اور ماہتاب نکلا ، تب خجستہ نے ایک جوڑا دھانی گلے میں ڈالا اور ہر ایک جواہر سے اپنے تئیں سنوارا اور مسی کی دھڑی ، پانوں کا لکھوٹا ہونٹوں پر جما ، بالوں میں تیل ڈال ، کنگھی کر ، آستین چڑھا ، بے اختیار ایک بانک پن سے اٹھی اور توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی کہ اے توتے ! تو مجھے ہر ایک وقت باتوں میں لگا لیتا ہے اور یوں ہیں (ہی) جھوٹھ موٹھ[1] بھلا دیتا ہے ۔ تجھے کچھ میری

---

[1] جھوٹ موٹ ۔

خبر نہیں ہے کہ میں درد عشق سے مرتی ہوں اور حسب حال میرے یہ بند ہے :

حیراں ہوں کیا کرے گا ترا وعدہ اور پیام
اس مجہلے[1] کے بیچ مرا کام ہے تمام
گر زندگی عزیز ہے میری تو صبح و شام
موقوف کر یہی ہے مرا حاصل کلام
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

قسم ہے خدا کی تجھے ! آج کی شب رخصت دے مجھے کہ میں جاؤں اور اسے گلے لگاؤں ۔

توتا کہنے لگا کہ اے خجستہ ! میں بھی اس بات سے شرمندہ ہوں ۔ سینہ چاک ہے اور دل جلتا ہے کہ تو ہر ایک شب میری باتیں سنا کرتی ہے ، اپنے یار کے پاس نہیں جاتی ۔ خدا نخواستہ اگر اس عرصے میں تیرا خاوند آ جائے گا تو تو خواہ مخواہ اپنے معشوق سے خجالت کھینچے گی ۔ جس طرح سے کہ اُس لشکری کی جورو سے امیر زادہ شرمندہ ہوا ۔ خجستہ نے پوچھا کہ اس کی داستان کیوں کر ہے ؟ بیان کر ۔

توتا کہنے لگا کہ کسی شہر میں ایک مرد لشکری جورو نہایت خوب صورت رکھتا تھا اور اس کی حرمت کی نگہ بانی کیا کرتا ، ایک دم اُس کے پاس سے جدا نہ ہوتا ۔

۱۔ مجہلہ بمعنی جھگڑا ، بکھیڑا ۔
اردو کی تمام لغات میں یہ لفظ ہائے مخلوط سے (مجھلا) لکھا ہوا ہے ، لیکن یہاں ہائے مخلوط کے ساتھ پڑھنے سے مصرع ساقط الوزن ہو جائے گا ۔ غالباً ضرورت شعری کے تحت ہائے مخلوط کو ترک کیا گیا ہے ۔ (مرتب)

اتفاقاً گردش فلکی سے وہ لشکری محتاج ہوا؛ تب اس کی جورو نے پوچھا کہ اے صاحب! تم نے کیوں اپنا کاروبار دنیا کا موقوف کیا جو احوال یہاں تک پہنچا؟ اس نے کہا "اے بی بی! مجھے تیرا اعتبار نہیں اس لیے یہ سب کام کاج تباہ کر کے یہاں تک خراب ہوا کہ اب نہ کہیں جا سکتا ہوں، نہ کسی کی نوکری کر سکتا ہوں۔" تب اس نے کہا "اجی! اس خیال فاسد کو اپنے جی سے دور کرو کہ عورت نیک بخت کو کوئی مرد فریفتہ نہیں کر سکتا اور بد بخت بی بی کو کوئی شوہر سنبھال نہیں سکتا۔ تم نے حکایت اس جوگی کی شاید نہیں سنی جو ہاتھی کی صورت بن کر، اپنی جورو کو پیٹھ پر چڑھائے جنگل جنگل پڑا پھرتا تھا اور اس بے حیا نے اس کی پیٹھ پر ایک سو ایک مرد سے بدکاری کی تھی۔" تب اس لشکری نے پوچھا کہ اس کی نقل کیوں کر ہے کہہ تو؟

بی بی کہنے لگی:

"ایک راہ گیر نے کسی بیابان میں ایک پیل مست مع عماری دیکھا کہ چلا آتا ہے۔ تب وہ اس کی دہشت سے ایک درخت بلند پر چڑھ گیا۔ قضا کار وہ فیل اسی درخت کے نیچے آیا اور عماری کو اپنی پیٹھ سے اس جگہ اتار کر آپ چرائی کو گیا اور اس مرد نے دیکھا کہ اس عماری میں ایک عورت حسین و خوب صورت ہے؛ اس واسطے اس درخت پر سے اترا اور اس کے پاس آ کر باتیں اور مزاخیں کرنے لگا۔ وہ بھی اس سے خوش ہو کر اپنے مطلب کی باتیں ناز و انداز سے کرنے لگی اور اس سے وہ مختلط ہوئی کہ گویا ہمیشہ کی آشنا تھی۔

بعد فراغت کے اس عورت نے ایک تاگا اپنی جیب سے گرہ دار نکالا اور ایک گرہ اس ڈورے میں اور دی؛ تب اس مرد

نے پوچھا کہ تم کو اپنے خدا کی قسم ! سچ کہو کہ یہ کیسا تاگا ہے اوو یہ کیسی گرہیں ہیں اور یہ کیوں گانٹھ دی ہے ؟ مجھ کو بھی اس احوال سے آگاہ کرو۔

تب وہ بد ذات کہنے لگی کہ میرا شوہر جادوگر ہے۔ میری حفاظت کے واسطے ہاتھی بنا رہتا ہے اور مجھے اپنی پیٹھ پر چڑھائے جنگلوں جنگلوں پھرتا ہے۔ اس کی اس خبر داری پر میں نے سو مرد سے بدکاری کی اور یادگار کے واسطے ایک ایک گرہ دی۔ آج تیری توجہ سے ایک سو ایک ہوئیں۔''

جب وہ یہ داستان تمام کر چکی، تب اس کے شوہر نے کہا کہ اب میرے حق میں کیا فرماتی ہو؟ جو کہو سو کروں۔ تب اس عورت نے کہا کہ بہتر مصلحت یہ ہے کہ تم سفر کرو اور کسی کے نوکر ہو۔ میں ایک گل دستہ تر و تازہ پھولوں کا دیتی ہوں؛ جب تک وہ گل دستہ پژمردہ نہ ہو، تب تک جاننا کہ میری بی بی اپنی حرمت و عصمت سے بیٹھی ہے، اور خدا نہ خواستہ وہ مرجھا جائے تو معلوم کرنا کہ اس سے کچھ فعل بد صادر ہوا۔

•

یہ بات اس لشکری کو خوش آئی؛ تب لاچار اس سے جدا ہو کر کسی ملک کو واسطے روزگار کے چلا اور اس عورت نے موافق اپنے کہنے کے ایک گل دستہ اسے دے کر رخصت کیا۔ غرض اس گل دستے کو بہ خوبی اپنے پاس آٹھوں پہر رکھتا اور دیکھا کرتا۔

اتنے میں موسم خزاں گلستان جہاں میں پہنچا اور ہر ایک گل و غنچہ نے چمن دھر سے سفر کیا، اور زمانے میں گل و پھول کا نام و نشان باقی نہ رہا، سوائے اس گل دستے کے جو اس لشکری کے پاس تھا۔ تب امیر زادے نے اپنے مصاحبوں سے کہا کہ

اگر لاکھ روپے خرچ کیجیے تو آج ایک پھول میسر نہیں ہوتا اور کسی پادشاہ وزیر کے بھی ہاتھ نہیں لگتا ۔ تعجب ہے کہ یہ بے چارہ غریب سپاہی ہمیشہ ایک گل دستہ تازہ بہ تازہ کہاں سے لاتا ہے ؟

تب انھوں نے عرض کی کہ حضرت سلامت ! ہم کو بھی یہی تعجب ہے ۔ تب اس امیر نے پوچھا کہ اے لشکری ! یہ گل دستہ کیسا ہے اور کہاں سے تیرے ہاتھ لگا ہے ؟ اس نے کہا کہ یہ مجھ کو میری بی بی نے اپنی حرمت کی نشانی دی ہے اور کہا ہے کہ جب تک یہ گل دستہ تر و تازہ رہے گا ، یقین جانیو کہ میری عصمت کا دامن گناہ سے نہیں بھرا ۔ اس بات پر وہ امیر زادہ ہنسا اور کہنے لگا کہ اے لشکری ! جورو تیری جادوگر و مکارہ ہے ، اس نے تجھے فریب دیا ہے ۔ اور اپنے دو باورچیوں میں سے ایک کو کہا کہ تو اس لشکری کے شہر میں جا اور اس کی بی بی سے جس طرح مکر و فریب سے بنے ، مل کر جلد پھر آ اور اس کیفت سے آگہ کر ۔ دیکھیں تو یہ گل دستہ کمھلاتا ہے یا نہیں ، بھلا یہ بھی معلوم ہو ۔

وہ باورچی اپنے آقا کے حکم کے بہ موجب اس کے شہر گیا اور ایک دلالہ کو اس کے پاس کچھ کچھ سمجھا بجھا کر بھیجا ۔ وہ پیر زال اس عورت کے گھر گئی اور جو کچھ کہ اس نے کہا تھا ، سو سب کہا ، بلکہ اپنی طرف سے بھی بہت سا کچھ ۔ لیکن اس نے سن کر کچھ جواب اس کٹنی کو نہ دیا ۔ بس اتنا کہا کہ اس مرد کو میرے پاس لے آ ۔ میں دیکھوں کہ وہ میرے لائق ہے یا نہیں ۔ آخر اس بڑھیا نے اس شخص کو اس عورت کے سامھنے (سامنے) کر دیا ۔ تب اس نیک بخت نے اس

مرد کے کان میں جھکر (جھک کر) کہا کہ اچھا میں حاضر ہوں، لیکن اس وقت تو جا اور اس رنڈی سے کہہ "میں اس عورت سے دوستی نہ کروں گا کہ یہ میرے لائق نہیں"۔ اور بعد پہر رات کے اکیلا بے دھڑک میرے گھر چلا آ، پھر جو کچھ تو کہے گا، میں قبول کروں گی، پر اس کو خبر مت کر کیوں کہ راز اس قوم سے کہنا اچھا نہیں۔

غرض اس مرد نے اس بات کو پسند کیا اور اس کے کہنے کے بہ موجب اس دلالہ سے کہا کہ میں اس سے آشنائی نہ کروں گا کیوں کہ یہ میرے قابل نہیں۔ اور بعد آدھی رات کے اس عورت کے دروازے پر آیا اور دستک دی۔ اس عورت نے اپنے گھر کے اندھے کوئے (کنویں) پر ایک چارپائی کچے سوت کی بنی ہوئی بچھوائی اور ایک چادر اس پر کسوا کر اس مرد کو بلا کر کہا کہ اس پر بیٹھ۔ وہ خوشی کے مارے جوں ہیں (ہی) اس پر بیٹھا ووہیں (وھیں) اس کے اندر گر پڑا اور غل کرنے لگا۔ تب اس بی بی نے کہا کہ اے شخص! سچ کہہ تو کون ھے اور کس کا بھیجا ھے اور کہاں سے آیا ھے؟ اگر سچ کہے گا تو جیتا چھوڑوں گی اور نہیں تو اسی کوئے (کنویں) میں تیری جان ماروں گی۔ تب اس نے بہ ناچاری تمام احوال اپنا اور اس امیر زادے کا اور اس کے خاوند کا مفصل بیان کیا، پر اس حادثے سے نکل نہ سکا۔ اسی چاہ میں ایک مدت بند رہا۔

اس امیر زادے نے اس کے نہ پھر آنے کے باعث سے دوسرے باورچی سے کہا کہ تو یہاں سے بہت سا مال تجارت کا اس شہر میں لے جا اور اس عورت سے دوستی کر کے جلد پھر آ، لیکن ایسا نہ کرنا کہ تو بھی اسی کی طرح سے وھیں کا ہو رہے۔

آخر وہ بھی اس ملک میں گیا اور ایک دلالہ کو اپنے ساتھ

لے کر اس کے گھر آیا ، اور اس کی طرح سے وہ بھی اسی چاہ میں قید ہوا ۔ تب اس امیر زادے نے جانا کہ شاید کچھ اس پر آفت پڑی جو اب تلک ایدھر (ادھر) نہ آیا ۔ تب آپ ھی ناچار ہو کر ایک روز شکار کا بہانہ کر کے اس ملک کو چلا اور مع لشکر وہ لشکری بھی اس کے ساتھ ہوا ۔

بعد کئی دن کے اس شہر کے قریب پہنچ کر کسی باغ میں اترا اور وہ لشکری اپنے گھر گیا اور وہ گل دستہ تازہ بہ تازہ اپنی بی بی کے آگے رکھ دیا ۔ تب اس عورت نے سب واردات اپنی گزری ہوئی سو بہ مو اپنے شوہر سے کہی ۔ بعد دو دن کے وہ لشکری اپنے آقا کو گھر لے گیا اور ضیافت کی اور ان دونوں باورچیوں کو اس کوئے (کنویں) سے نکال ، لونڈیوں کے کپڑے پہنا کر کہا کہ ہمارے گھر مہمان آئے ہیں ۔ اگر آج تم کھانا اچھا مزے دار پکا کر ان کے آگے لے جاؤ گے اور خدمت ان کی بجا لاؤ گے تو کل ہم تمھیں آزاد کر دیں گے ۔

غرض وے دونوں ویسے ھی کپڑے پہن کر کھانا امیر زادے کے آگے لے گئے ۔ کوئے (کنویں) کے دکھ سے اور غذاے بد کے کھانے سے سر کے بال اور موچھ داڑھی کے جھڑ پڑے تھے اور منہ کا رنگ تغیر ہو گیا تھا ۔ امیر زادے نے فی الفور انھیں نہ پہچانا اور لشکری سے پوچھا کہ ان باندیوں نے ایسی کیا تقصیر کی ھے جو تم نے ان کا سر منڈوایا اور اس احوال کو پہنچایا ۔ تب اس لشکری نے کہا ” انھوں نے بڑا گناہ کیا ھے ۔ میں کیا عرض کروں ، آپ ھی ان سے پوچھیے ۔ یے (یہ) آپ ھی اپنا بیان کریں گی ۔“ آخر اس امیر زادے نے غور کر کے دیکھا تو اپنے باورچیوں کو پہچانا اور انھوں نے بھی اپنے آقا کو ۔ تب وے دونوں دوڑ کر اس کے پاؤں پر گر پڑے اور بے اختیار

روئے لگے اور اس لشکری کی جورو کی عصمت پر گواهی دی ۔
جب اس لشکری کی عورت نے پردے کے اندر سے کہا کہ اے امیر زادے ! میں وهی رنڈی[1] هوں که جس کو تو نے جادوگر مقرر کیا تھا اور میرے خاوند کو احمق بنا کے هنسا تھا ، اور میرے امتحان کے واسطے آدمی بھیجے تھے ۔ اب دیکھا تو نے که میں کیسی هوں اور خدا کے فضل سے میری عصمت کیسی هے ؟ تب وه امیر زاده شرمنده هوا اور عذر خواهی کرنے لگا ۔
جس وقت توتے نے یه داستان تمام کی ، اس وقت کہا که اے خجسته ! اب جلد جا اور اپنے معشوق سے مل ۔ مبادا اس عرصے میں کہیں شوهر تیرا آ جائے تو تو حق ناحق وعده شکن اور جھوٹھی (جھوٹی) اپنے دوست کے آگے هووے گی اور شرمندگی کھینچے گی ، جس طرح سے اس امیر زادے نے اس لشکری کی جورو سے خجالت کھینچی ۔
• کد بانو نے یه سنتے هی چاها که اپنے تئیں اس کے پاس پہنچاوے ، اتنے میں صبح هوئی اور مرغ نے آواز دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رها ؛ تب یه شعر پڑھنے لگی :

گردش سے آسماں کی نزدیک هے سبھی کچھ
تجھ سے همیں ملانا اک[2] دور هے تو یه هے

۱۔ لکھنو میں لفظ '' رنڈی '' کو عورت کے لیے استعمال کیا جاتا تھا ۔

۲۔ نسخه مطبوعه لندن میں '' ایک '' هے ۔

پانچواں[1] قصہ

یہ ہے کہ ایک کاٹھ کی پُتلی کے واسطے نجار و سنار و درزی اور زاہد نے آپس میں ہر ایک سے ہر ایک نے قضیہ کیا اور شرمندہ ہوا

جب آفتاب چھپا اور ماہتاب نکلا ، تب خجستہ رخصت لینے توتے کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اے توتے ! تجھے اپنے پیدا کرنے والے کی قسم ! مجھے آج کی شب جلد رخصت دے کہ میں اپنے جانی کے پاس جاؤں اور دل کھول کر اپنی جوانی کا مزا اٹھاؤں ۔ توتا کہنے لگا کہ اے کدبانو ! میں تجھے ہر ایک شب رخصت کرتا ہوں ، تو آپ ہی دیر کرتی ہے اور نہیں جاتی ۔ بلکہ میں اس بات سے آٹھوں پہر ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرا شوہر آ جاوے ، تو پھر تیرا بھی احوال انہیں چاروں شخصوں کی طرح سے ہو ۔ خجستہ نے پوچھا " ان چاروں کا قصہ کیوں کر ہے ؟ بیان کر ۔"

توتا کہنے لگا کہ کسی وقت میں ایک بڑھئی اور سنار اور درزی اور زاہد چاروں آپس میں مل کر کسی شہر میں کچھ کمانے کو چلے ۔ اتفاقاً ایک دن سوائے منزل کے کسی جنگل میں شام کے ہونے سے رہ گئے ، اور آپس میں کہنے لگے کہ آج کی شب اس جنگل میں رہیے اور پاسبانی کیجیے کہ اس بیابان میں ہر ایک چیز

۱۔ نسخہ مطبوعہ لندن میں " پانچویں " ہے ۔

کا خطرہ ہے ۔ بہتر یہ ہے کہ ہم چاروں ایک ایک پہر جاگیں اور چوکی دیں ۔ خدا کے فضل سے صبح کے وقت اپنی منزل مقصود کو بہ خیریت پہنچیں ۔ یہ بات ہر ایک نے پسند کی اور پہلے پہر کی چوکی بڑھئی کے ذمے ہوئی اور وے سب سو رہے ۔ بعد ایک گھڑی کے اس نجار نے اپنے جاگنے کے واسطے ایک بسولا لے کر کسی درخت کی ڈالی موٹی سی کاٹی اور اس کی ایک پتلی نہایت حسین اپنی کاری گری سے بنا کر تیار کی ۔

بعد پہر کے اس درزی کو چونکا کر آپ سو رہا ۔ اور وہ درزی بھی اپنی بیداری کی خاطر کچھ سوچنے لگا کہ جس کے سبب سے پہر بھر جاگے ۔ اتنے میں سامھنے (سامنے) سے وہ پتلی نظر آئی ، تب اپنے جی میں کہنے لگا کہ نجار نے اپنا ہنر دکھلانے کو یہ صورت چوبی بنائی ہے ۔ پس میں بھی اسے ایسے کپڑے سی سا کر ٹھیک ٹھاک پہناؤں کہ اس کا دونا حسن نکلے ۔ آخر اس نے بھی اپنی کاری گری سے اسی ایک پہر میں ایک جوڑا نہایت عمدہ دلھنوں کا سا بنایا اور اس پتلی کو پہنا ، سنار کو چونکا کر آپ سو رہا ۔ تب وہ زرگر اپنے جاگنے کا کچھ سبب ڈھونڈھنے لگا کہ اتنے میں وہ پتلی دور سے کپڑے پہنے ہوئے دکھلائی دی ؛ تب اپنے دل میں کہنے لگا کہ ان دونوں نے اپنا اپنا کسب دکھلایا ؛ پس مجھ کو بھی لازم ہے کہ میں اپنا ہنر ظاہر کروں اور اس پتلی کو ایک نئی گڑھت کے گہنے سے آراستہ کروں تاکہ وے بھی معلوم کریں کہ یہ ایسا ہے ۔

یہ بات اپنے دل میں ٹھہرا کر ایسا گہنا گھڑ کے اسے پہنایا کہ وہ پتلی اور بھی خوب صورت ہو گئی ۔ اغلب ہے کہ اس ساخت کا زیور آج تک کسی نے نہ دیکھا ہوگا ۔ پھر اس پتلی کا یہ عالم ہوا کہ بیان نہیں ہوسکتا ۔ ایک جی ہی ڈالنا باقی رہ گیا تھا

که اس زرگر نے اس زاهد کو اٹھا دیا اور آپ سو رھا ۔ زاهد اٹھتے ھی وضو کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ھوا ۔ بعد ایک گھڑی کے کیا دیکھتا ھے کہ ایک عورت حسین سامھنے (سامنے) کھڑی ھے ، پر وہ نہ ھلتی ھے ، نہ ڈالتی ھے : تب اس نے معلوم کیا کہ یہ انھیں تینوں کی کارستانیاں ھیں ۔ اب مجھے بھی اپنا کمال دکھلانا پڑا ۔ میں بھی خدا کے فضل و کرم سے ایسا کمال ظاهر کروں کہ اس بے جان کو دعا سے جان دار کروں تاکہ بے (یہ) بھی یاد کریں کہ عبادت کرنے والے ایسے ھوتے ھیں ۔

آخر وہ زاهد بعد نماز کے جناب کریم میں بے اختیار رو رو کر دعائیں مانگنے لگا کہ اے خالق زمین و آسمان کے ! واسطے اپنی خدا وندی کے اس تصویر چوبی میں جان دے اور گویا کر کہ میں بھی آبرو اپنے یاروں میں پاؤں ۔ بارے یہ التجا اس کی جناب الٰہی میں قبول ھوئی ، اسی گھڑی اس پتلی میں جان پڑی اور آدمیوں کی طرح سے باتیں کرنے لگی ۔

جب رات آخر ھوئی اور آفتاب نکلا ، اس پتلی کو دیکھ کر وے (وہ) چاروں عاشق ھوئے اور ایک سے ایک قضیہ کرنے لگا ۔

نجار نے کہا کہ میں اس کا مالک ھوں کیوں کہ اس کاٹھ کو میں نے آدمی کی صورت تراش کر بنایا ھے ، میں لوں گا ۔

خیاط بولا کہ میں اس کا وارث ھوں ، کس واسطے کہ میں نے اس ننگی کو حرمت دی اور کپڑے پہنائے ۔

سنار نے کہا کہ یہ دلھن میرا حق ھے ، کیوں کہ میں نے اسے ایسا گہنا گھڑ کر پہنایا کہ بنی سی بنی ۔

اور زاهد نے کہا کہ یہ وھی کاٹھ کی پتلی ھے ، میری دعا سے حق تعالیٰ نے اسے جان دی ۔ سوائے میرے اور کس کا منہ ھے جو اس پر آنکھ ڈال سکے ؟ میں لوں گا ۔

غرض یہ قضیہ بڑھا اور ایک شخص غیر اس جگہ آ گیا۔ ان چاروں نے اس سے انصاف چاہا کیا۔ وہ بھی اس صورت کو دیکھتے ہی عاشق ہوا اور کہنے لگا کہ یہ میری بیاهتا ہے، تم سب اسے فریب دے کر میرے گھر سے نکال لائے ہو اور مجھ سے جدا کیا ہے۔

آخر ان چاروں کو وہ غیر شخص کوتوال کے پاس لے گیا۔ کوتوال بھی اس کو دیکھ کر مبتلا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ میرے بھائی کی بی‌بی ہے۔ وہ اس کو اپنے ساتھ لے کر سفر کو گیا تھا۔ شاید تم نے اس کو مار ڈالا اور اس کو لے بھاگے ہو۔

آخر وہ کوتوال ان سب کو قاضی پاس لے گیا اور قاضی بھی اس پر آشفتہ ہو کر کہنے لگا کہ تم کون ہو؟ یہ میری باندی ہے، میں اس کو مدت سے تلاش کرتا تھا، بہت سا اسباب و زیور و نقد لے کر بھاگی تھی۔ بارے آج تمھارے باعث سے ملی۔ اب وہ اسباب کہاں ہے؟ اس کو بھی بتلاؤ۔

غرض اس قضیے نے یہاں تک طول کھینچا کہ سب زن و مرد اس شہر کے جمع ہوئے اور تماشا دیکھنے لگے۔ تب ان تماشائیوں میں سے ایک پیر مرد نے کہا کہ قضیہ تمھارا یہاں قیامت تک کسی سے فیصل نہ ہوگا۔ تم سب اس شہر کو جاؤ کہ وہ یہاں سے کئی دن کی راہ ہے اور وہاں ایک درخت بہت بڑا پرانا کھڑا ہے۔ نام اس درخت کا شجرۃ الحکم کہتے ہیں جس کا مقدمہ فیصل نہیں ہوتا، وہ اس درخت کے پاس جاتا ہے۔ اس درخت سے ایک ایسی آواز نکلتی ہے کہ جھوٹا سچا معلوم ہو جاتا اور اپنا مدعا بہ خوبی پاتا ہے۔

آخر ہمے ساتوں شخص اس بات کے سنتے ہی اس درخت کے پاس اس عورت سمیت گئے اور سب احوال اپنا بہ خوبی اس

سے اظہار کرکے کہا کہ اے درخت! سچ کہہ کہ یہ عورت ہم سب میں سے کس کا حق ہے؟

اتنے میں پیٹ اس درخت کا پھٹ گیا اور وہ عورت دوڑ کر اس میں سما گئی۔ تب اس درخت سے آواز نکلی کہ تم نے بھی سنا ہوگا کہ ہر ایک چیز اپنے اصل پر جاتی ہے[۱]، چلو ہوا کھاؤ اور ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے اپنے گھر کی راہ لو۔ آخر وہ ساتوں شرمندہ ہو کر اپنے گھر گئے۔

توتے نے یہ قصہ تمام کر کے کہا کہ اے کد بانو! اگر تیرا شوہر آوے اور تجھے قید کر رکھے تو تو بھی اپنے معشوق سے شرمندہ ہوگی، بہتر ہے کہ اب شتابی سے جا اور اپنے جانی کو گلے لگا۔

خجستہ نے یہ سنتے ہی جو جانے کا ارادہ کیا کہ صبح ہو گئی اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی یو نہیں (یوں ہی) رہا، تب یہ شعر پڑھا اور زار زار رونے لگی۔

صبح سے پہلے جی نکل نہ گیا
حیف ہے دل سے یہ خلل نہ گیا

۲- یہ ایک عربی محاورے کا ترجمہ ہے، یعنی "کل شئی یرجع الی اصلہ۔"

چھٹی[1] کہانی

قنوج کے راجا کی اور اس کی بیٹی کی اور اس پر ایک فقیر کے عاشق ہونے کی

جب سورج چھپا اور چاند نکلا ، تب خجستہ کپڑے بدل گہنا پہن ، نہایت تن ٹھن کر توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی کہ اے توتے ! میں تجھ سے شرمندہ ہوں کیوں کہ ہر ایک شب رخصت لینے آتی ہوں اور تجھے تکلیف دیتی ہوں اور تو میری خاطر سے اپنا خواب و آرام کھوتا ہے ۔ اس تیرے احسان سے گردن اپنی اٹھا نہیں سکتی اور اس کا بیان نہیں کر سکتی :

اگر ہر بن مو ہو میری زباں
نہ ہو مہربانی کا تیری بیاں

توتا کہنے لگا کہ اے خجستہ ! یہ کیا کہتی ہے ۔ میں تیرے شوہر کے زر خرید بندوں میں ہوں ۔ کام تیرا موافق اپنی غلامی کے کب کر سکتا ہوں جو اس قدر لطف کرتی ہے ، بلکہ میں آپ ہی خجالت کھینچتا ہوں ، لیکن جو کھوں اٹھاؤں گا اور قریب ہے کہ تیرے یار سے تجھے ملاؤں گا :

جی تلک اپنا اب گنواؤں گا
پر تجھے یار سے ملاؤں گا

اور رائے رایان کی مانند کہ احوال اس کا تو نے سنا ہی ہو گا ، تیرے کام کی مس بھی سعی کروں گا ۔

۱۔ نسخہ مطبوعہ لندن میں ''چھٹھی'' ہے ۔

خجستہ نے پوچھا کہ اس کا احوال کیوں کر ہے ؟ بیان کر ۔

توتا کہنے لگا کہ قنوج کے راجا کی ایک بیٹی نہایت صاحب جمال تھی ۔ اتفاقاً ایک فقیر اس پر عاشق ھوا اور اس کے عشق میں دیوانہ و بے ہوش ھو گیا ۔ جب ہوش میں آتا تب اپنے دل سے کہتا کہ یہ کیا دیوانہ[1] پن ھے ۔ ادنیٰ کو اعلیٰ سے کیا نسبت ۔ تو بے چارہ درویش فقیر اور وہ راجا ۔ اس کی بیٹی کب تیرے ھاتھ لگے ۔ لیکن بے قراری کے سبب بعد کئی دن کے یہ پیغام راجا کے پاس بھیجا کہ اپنی بیٹی کا بیاہ میرے ساتھ کر دے کہ میں اس کو چاھتا ھوں ۔ میری گدائی پر اور اپنی بادشاھی پر نظر مت کر ۔

راجا یہ پیغام فقیر کا سن کر غضب ھوا اور بولا ''ارے کوئی ھے ، جلد ادھر آوے اور اس فقیر کو جا کر سزا دیوے ۔'' دیوان نے ھاتھ باندھ کر عرض کی کہ حاکم کو یہ لازم نہیں کہ غریب فقیر کو گالی دے یا ایذا پہنچاوے ۔ اس کو اس حکمت سے اس شہر سے نکالوں گا کہ مارا جاوے اور آپ پر بدنامی نہ آوے ۔

بعد اس کے دیوان نے فقیر کو بلوا کر کہا کہ اے فقیر ! اگر ایک ھاتھی زر سے لدا ھوا لاوے تو یقین ھے کہ اپنی معشوقہ کو پاوے ۔ درویش اس بات کے سنتے ھی خوش ھو کر زر کی فکر کرنے لگا ۔ تب کسی شخص نے اس فقیر کو کہا کہ اے گدا ! اگر تو اپنے تئیں رائے رایان کے پاس پہنچاوے گا

۱- نسخہ مطبوعہ لندن میں ''دیوان'' ھے ۔

تو موافق اپنے مدعا کے جو چاھے گا سو پاوے گا۔ اسی وقت وہ فقیر راے رایان کے پاس گیا اور اس سے سوال کیا کہ راے بابا کی خیر! ایک ھاتھی اشرفیوں سے لدا ھوا یہ فقیر پاوے۔

صدا نقیر کی جونہیں (جوں ھی) راے رایان نے سنی، وونہیں (وھیں) ایک پیل زر سے لدا ھوا اس کو دیا۔

فقیر اس ھاتھی کو لیے ھوئے راجا کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے مہا راج! یہ فیل زر سے لدا ھوا مجھ سے لیجیے اور اپنی بیٹی کا مجھ سے بیاہ کر دیجیے۔ جب راجا نے اپنے دیوان سے کہا کہ حکمت تیری کچھ کام نہ آئی، وہ زر سے لدا ھوا ھاتھی لے ھی آیا، اب کیا کیجیے۔ تب اس نے عرض کی کہ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ یہ فقیر راے رایان کے پاس جا کر یہ ھاتھی مع زر مانگ لایا ھے، کیوں کہ اب اس زمانے میں ایسا سخی سواے اس کے اور کوئی نہیں۔ پھر اپنے جی میں سوچ کر اس درویش سے یہ کہا کہ اے فقیر! راجا کی بیٹی اتنی نہیں جو ایسے ھاتھی کے بدلے ھاتھ آوے۔ اگر اسے لینا منظور ھے تو ابھی جا، راے رایان کا سر کاٹ لا اور یہ لڑکی راجا کی اپنے ساتھ جہاں چاھے وھاں لے جا۔

غرض وہ فقیر پھر راے رایان کے پاس جا کر کہنے لگا کہ اے حاتم بابا! اب تیرے سر کے بدلے میرے دل کی آرزو ملتی ھے۔ اگر تو سر اپنا دیوے گا تو یہ فقیر مدعا اپنا دل خواہ پاوے گا۔

راے رایان نے کہا ''اے فقیر! تو اپنی خاطر جمع رکھ۔ یہ سر میرا گوسیاں[1] نے اسی واسطے پیدا کیا ھے کہ کسی کے

---

[1] ''فرھنگ آصفیہ'' میں اس لفظ کی صورت ''گسائیں'' ھے جس کی
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

کام آوے ۔ میں ایک مدت سے اس سر کو ہتھیلی پر دھرے ہوں
کہ جو کوئی مانگے اسے دوں ۔ اب جو تو نے طلب کیا ہے ،
یہ حاضر ہے اور میں بھی موجود ہوں ۔ میرے گلے میں رسی
باندھ کر اس راجا کے پاس لے چل اور اس سے کہہ کہ وہ سر
جو تم نے مانگا تھا ، اس سر کو مع تن لایا ہوں ۔ اگر اس نے
قبول کیا تو میرے تن سے کاٹ لینا اور اگر اس نے کچھ اور
مانگا تو وہ بھی حاضر کروں گا ۔

آخر وہ درویش راے رایان کی گردن میں رسی باندھ کر
راجا کے پاس لے گیا ۔ اس راجا نے جب جواں مردی اس مرد
کی دیکھی ، اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاؤں پر گر پڑا اور
کہنے لگا کہ سچ ہے سواے تیرے اب اس دنیا میں ایسا سخی
جواں مرد کوئی نہیں اور نہ ہوگا جو ایک ادنیٰ فقیر کے واسطے
اپنا سر دیوے ۔ یہ کہہ کر اپنی بیٹی کو بلایا اور راے رایان
کے حوالے کرکے کہا کہ مہاراج ! یہ تمھاری لونڈی ہے ، اس کو
جسے چاہیے اسے دیجیے ۔

توتے نے یہ کہانی کہہ کر خجستہ سے کہا کہ اے کد بانو !،

حسب ذیل تشریح ملتی ہے :
''گسائیں۔اسم مذکر : (۱) گئوسائیں کا مخفف گئوسوآمی ۔
گایوں کا مالک ۔ گووں والا ۔ گھوسی ، مجازاً کرشن . . . . (یہ
لفظ اصل میں گئو سوامی تھا ، چنانچہ گھوسی بھی اسی سے بنا
ہے ۔ چونکہ کرشن اوتار درحقیقت گھوسی تھے اور گوویں چرایا
کرتے تھے اس وجہ سے پہلے ان کا لقب ہوا ، پھر ان کی مناسبت
سے عارف ، خدا رسیدہ ، اوتار ، ولی اللہ کے معنی میں مستعمل
ہو کر جوگیوں اور سنیاسیوں کا لقب پڑ گیا ۔'') ''فرہنگ آصفیہ''
جلد چہارم ، ص ۵۲ ۔ (مرتب)

میں بھی اپنا سر تیرے کام پر کٹواؤں گا اور مطالب دلی تیرے بر لاؤں گا ، اس میں ھرگز دریغ نہ کروں گا۔ بہتر ھے کہ اب جلدی اپنے معشوق کے پاس جا اور حظ زندگانی کا اٹھا ۔

خجستہ نے یہ سنتے ھی چاھا کہ جاوے کہ اتنے میں صبح ھوئی اور مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ھوا ۔ تب یہ فرد پڑھی اور رونے لگی :

اے سحر ! تیری دشمنی ، سچ کہہ
وصل کی شب کبھی دکھاوے گی ؟

ساتویں نقل

ایک چڑی مار اور ایک طوطی اور اس کے بچوں کی یہ ھے

جب آفتاب چھپا اور ماھتاب نکلا ، تب خجستہ درد عشق کے مارے روتی ھوئی توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور اسے متفکر دیکھ کر کہنے لگی کہ اے عقل مند ! آج کیوں غم گین ھے ۔ توتا بولا کہ اے کد بانو ! مجھ کو تیری فکر نے نہایت حیران کیا ھے اور اسی اندیشے نے میرا دانا پانی چھڑا دیا ھے ۔ میں اسی سوچ میں آٹھوں پہر پڑا رھتا ھوں کہ کیوں کر دریافت کروں کہ وہ معشوق تیرا تجھ سے وفاداری کرے گا یا کام رو شاہ بادشاہ کی طوطی کی طرح بے وفائی کرکے دغا دے گا ۔ خجستہ نے پوچھا

که وہ نقل کیوں کر ہے ؟ بیان کر۔

توتا کہنے لگا :

کسی وقت میں کسی ایک صیاد نے طوطی کے آشیانے کے نزدیک جال بچھایا اور اسے بچوں سمیت گرفتار کیا ۔ اس وقت اس طوطی نے اپنے بچوں سے کہا کہ بابا ! اس وقت یہی مصلحت ہے کہ تم اس جگہ مردے کی صورت ہو کر پڑ رہو۔ اگر تم کو یہ چڑی مار مردہ جانے گا تو چھوڑ دے گا ۔ میں تنہا جو پکڑی گئی تو کچھ مضائقہ نہیں ۔ اگر میں جیتی رہوں گی تو کسی نہ کسی حکمت سے اپنے تئیں تمھارے پاس پہنچاؤں گی ۔ ان بچوں نے اسی کے کہنے کے بہ موجب کیا ۔ ہر ایک اپنا اپنا دم چرا کر گر رہا ۔ اس صیاد نے معلوم کیا کہ شاید یہ مر گئے ہیں ۔ ان کو اس دام سے رہا کیجیے ۔

یہ کہہ کر جونہیں (جوں ہی) ان کو اس دام سے نکالا وونہیں (وہیں) وہ ہر ایک اڑ گیا اور ایک درخت کی شاخ پر جا بیٹھا ۔ تب وہ چڑی مار اس طوطی پر غصے ہوا اور چاہا کہ اس کو زمین پر دے پٹکے کہ اتنے میں اس طوطی نے کہا ” اے صیاد ! خبردار ! مجھ کو مت مار، اگر میں جیتی رہوں گی تو یہاں تک تجھے زر نقد دلواؤں گی کہ پھر تا عمر اپنی تو کسی چیز کا محتاج نہ ہوگا ، اور جب تک جیتا رہے گا تب تک کسی کام کا اندیشہ نہ کرے گا ، کیوں کہ میں نہایت عقل مند و طبیب ہوں ۔ ایسا طبابت کا کام جانتی ہوں کہ جیسا چاہیے ۔“

اس سخن سے صیاد خوش ہوا اور اس کے مارنے سے باز رہا اور کہنے لگا ” اے طوطی ! ہمارے ملک کا بادشاہ کامرو شاہ ایک مدت سے بیمار ہے اور مرض سخت رکھتا ہے ‘ تو اس کو اچھا کر سکتی ہے ؟“ طوطی بولی ”اے صیاد ! یہ کون سا بڑا کام

ہے - میں ایسی طبیبہ ہوں کہ وے ہزار مریض جن کو ارسطو اور لقمان جواب دیں ، ان کو اچھا کروں - تو مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے چل اور میری طبابت کی اس سے تعریف کر - پھر جتنے کو چاہنا ، اتنے کو اس کے ہاتھ مجھے بیچ[1] دینا -''

غرض وہ صیاد اس طوطی کو پنجرے میں (بند[2]) کرکے اپنے بادشاہ کے پاس لے گیا اور کہنے لگا کہ خداوند ! یہ طوطی نہایت عقل مند ہے اور طبابت میں بہت دست گاہ رکھتی ہے - اگر حکم ہو تو حضور پرنور میں حاضر رہے - کامرو شاہ نے کہا کہ بھائی ! میں بھی اسی فکر میں تھا - مجھے بھی ایک طبیب دانا درکار ہے اور یہی آرزو رکھتا ہوں کہ کوئی ایسا آوے کہ میرے مرض کو دور کرے ، بہتر ہے یہ میرے پاس رہے - تو اس کی قیمت کہہ - اس نے دس ہزار اشرفی اس کی قیمت کہی اور بادشاہ نے وہی دلوا دی ، وہ صیاد اسے لے کر اپنے گھر گیا -

، وہ طوطی بادشاہ کی دوا کرنے لگی - بارے دو چار دن میں آدھا مرض اس کا اس کی دوا سے دور ہوا - تب طوطی نے کہا ''اے بادشاہ ! خدا کے فضل سے اور میری تدبیر و دوا سے اب تجھ کو آدھی صحت ہوئی ہے - اگر مجھ پر رحم کرے اور اس پنجرے سے مخلصی بخشے تو میں بھی قول کرتی ہو کہ ایک ایسی چیز صحرا سے لا کر کھلاؤں کہ بعد دو چار ہی دن کے تو چنگا ہو اور غسل صحت کرے -

کامرو شاہ نے جانا کہ شاید یہ طوطی سچ کہتی ہے - اس

۱- نسخۂ مطبوعہ لندن میں ''بینچ'' ہے -

۲- نسخہ مطبوعہ لندن میں یہ لفظ موجود نہیں ہے -

اعتبار پر اسے قفس[۱] سے آزاد کیا - طوطی نے اپنے جنگل کا راستہ لیا اور پھر ادھر منہ نہ کیا -"

توتے نے یہ نقل تمام کر کے کہا کہ اے خجستہ! میں بھی اسی بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ معشوق تیرا اسی طوطی کی طرح تجھ سے دغا بازی کرے - خدا کے واسطے جلدی جا اور اپنے پیارے سے ملاقات کر، اور تو جب تک اس کی آزمائش نہ کرے، اعتماد نہ کرنا -

کد بانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے، اتنے میں صبح ہوئی اور مرغ بولا - جانا اس کا اُس روز بھی موقوف ہوا؛ تب یہ فرد پڑھی اور رونے لگی:

آج مہ رو سے اپنے میں ملتی
گر نہ کرتا فلک یہ بے مہری

آٹھویں داستان

یہ ہے کہ ایک سوداگر کی جورو نے اپنے خاوند سے مکر کیا اور اپنی بات رکھی

جب شمس نہاں ہوا اور قمر عیاں، تب خجستہ روتی ہوئی اور سرد آہیں بھرتی ہوئی رخصت لینے توتے کے پاس گئی اور

۱- نسخہ مطبوعہ لندن میں "قفص" صاد سے چھپا ہے -

توتے نے اسے متفکر دیکھ کر پوچھا " اے کد بانو ! آج اس قدر حیران ہے ، خیر تو ہے ؟ بی بی ! اتنا غم نہ کھا اور اتنی اذیت نہ اٹھا ، خدا آسان کرے گا ۔" خجستہ کہنے لگی " اے محرم راز ! میں ہمیشہ تیرے پاس آتی ہوں اور احوال اپنی بے قراری کا سناتی ہوں ۔ وہ کون وقت ہوگا جس وقت تو مجھے رخصت کرے گا اور وہ کون وقت ہوگا کہ میں اپنے معشوق سے ملاقات کروں گی ؟ اگر آج کی شب رخصت کرے تو تو میں جاؤں اور نہیں تو صبر کرکے اپنے گھر بیٹھ رہوں ۔" توتا کہنے لگا " اے کد بانو ! تو ہر رات میرے پاس آتی ہے اور باتیں میری سنتی ہے ، جانے کے وقت صبح ہو جاتی ہے اور رات کو آخر کر دیتی ہے ۔ چاہتا ہوں آج کی رات جلد جاوے تو ایک قصہ چھوٹا سا سنادوں کہ جس کے باعث تیری بات رہے اور تو کسی آفت میں نہ پڑے ۔ یہ یاد رکھنا ، اگر تو کہیں جاوے اور خاوند تیرا وہاں تجھے نظر آوے تو تو بھی اس سوداگر کی جورو کی طرح شور و غل کرنا کہ وہ پشیمان ہووے اور تیری بات رہے ۔"

خجستہ نے پوچھا "اس کی داستان کیوں کر ہے ؟ بیان کر ۔"

توتا بولا کہ کسی شہر میں ایک سوداگر نہایت مال دار تھا اور اس کی جورو نہایت خوب صورت تھی ۔ وہ تاجر کسی ملک میں واسطے تجارت کے گیا اور پیچھے اس کی جورو نے بدکاری اختیار کی ۔ بعد کئی مہینے کے اس کا شوہر مال و اسباب بہت سا لے کر اپنے شہر آیا اور کسی حویلی میں آترا ۔ بعد پہر رات کے ایک دلالہ کو بلوا کو کہنے لگا کہ میں آج اپنے گھر نہیں جا سکتا ۔ اگر تو کہیں سے ایک عورت خوب صورت لے آوے گی تو میں تجھے بہت خوش کروں گا ۔ یہ سنتے ہی وہ بڑھیا گئی اور کسی

کو تلاش کرنے لگی ۔ غرض بہت سا ادھر آدھر ڈھونڈھ ڈھانڈ کر حیران ہوئی ۔ جب کہیں کوئی رنڈی ھاتھ نہ اگی ' تب اتفاقاً وہ کٹنی اسی تاجر کے گھر گئی اور اس کی بی بی سے کہنے لگی کہ آج کسی ملک سے ایک بڑا سوداگر مال دار آیا ھے اور خوب صورت بھی ھے ۔ اس نے ایک رنڈی بلوائی ھے ، اگر تیرا جی چاھے ، تو ھی چل ۔

غرض وہ دلالہ کے ساتھ ھوئی اور اس سوداگر کے پاس گئی ۔ جونہیں (جوں ھی) اپنے خاوند کی صورت دیکھی ، وونہیں (وھیں) پہچان گئی اور جی میں کہنے لگی کہ واہ واہ جی یہ تو میرا ھی خاوند ھے ، اب میں کیا کروں ۔ ندان غل کر اٹھی اور کہنے لگی کہ اے ھم سائے کے لوگو ! دوڑو اور میرا انصاف کرو ۔ چھ برس سے میرا خاوند سوداگری کو گیا تھا ، میں دن رات اس کی راہ تکتی تھی ۔ اب جو یہاں آیا تو اس حویلی میں اترا اور میرے پاس نہ گیا ۔ آج میں اس کے آنے کی خبر سن کر آپ ھی آئی ھوں ۔ اگر تم میری داد کو پہنچو تو بہتر ، نہیں تو قاضی کے پاس نالش کروں گی اور اسے چھوڑ دوں گی ۔

آخر ھم سائے کے لوگ جمع ھوئے ، تب اس نے ان سے کہا کہ میں اسی کی جورو ھوں اور یہ میرا خاوند ھے ۔ مجھے یہ اکیلا اس شہر میں چھوڑ کر سفر کو گیا تھا ۔ میں اسی کے غم میں آٹھوں پہر رہا کرتی تھی ۔ بارے آج خدا کے فضل سے میاں صاحب جیتے جاگتے جو آئے ھیں تو گھر نہیں گئے اور مجھ سی بی بی صاحب حرمت کو بھلا کر غیر بدبختوں[1] کے ساتھ عیش کیا چاھتے ھیں ۔

۱- نسخہ مطبوعہ لندن ''بختتوں'' چھپا ھے ۔

میں یہ خبر سن کر خود آئی ہوں ۔ تم سب خدا ترس ہو ، انصاف کرو ۔

آخر اس سوداگر کو ہر ایک شخص نے سمجھا بجھا کر اس کی بی‌بی سے ملا دیا اور یہ کوئی نہ سمجھا کہ وہ آپ ہی خرچی آئی تھی ۔

کیوں ؟ دیکھا اس عورت نے اپنی زبان آوری کے سبب حرمت کی حرمت رکھی ، خاوند کو اپنے گھر میں لائی ۔

جب توتے نے یہ داستان تمام کی ، خجستہ سے کہا کہ اٹھ دوڑ ، اپنے معشوق کے پاس جا ، دیر مت کر ۔

خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے ، صبح ہوئی ، مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس روز بھی اس کا موقوف ہوا ؛ تب یہ بیت پڑھا اور منہ ڈھانپ کر رونے لگی ۔

کس طرح میسر ہو شب وصل دل آرام
ہر صبح ہے درپے یہ مری گردش ایام

نواں قصہ

یہ ہے کہ ایک گنوار کی جورو نے کسی غیر مرد سے دوستی کی

جب سورج چھپا اور تارے نکلے ، خجستہ بے اختیار زار و نزار روتی ہوئی توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی

" اے محرم راز ! آج پھر کچھ اس کی مفارقت سے حال دل تباہ ہے ۔ اگر صلاح جانے تو مجھے جلد رخصت کر ، نہیں تو صبر کرکے بیٹھ رہوں ؟ اگرچہ جانتی ہوں ، جو کوئی عاشق ہے ، اسے صبر سے کیا کام ۔ بے اختیار جی چاہتا ہے کہ ہر طرح سے اپنے تئیں اس کے پاس پہنچاؤں اور خوب سا اس کے گلے لگ کر حظ جوانی کا اٹھاؤں ۔

دیکھوں گی تجھے کب اے گوسائیں[1]
آنکھیں تو سفید ہونے آئیں سائیں
دل یاد میں ، دیدہ منتظر بر سر راہ
نتھنوں میں ہے دم ، زباں پہ سائیں سائیں

توتا کہنے لگا کہ اے خجستہ ! میں جانتا تھا کہ عشق اس کا یہاں تک تجھے تباہ کرے گا اور غم اس کی جدائی کا اس حالت کو پہنچا دے گا :

میں اس عشق کا یہ نہ سمجھا تھا ڈول
ترے غم سے آنے لگا مجھ کو ہول

لیکن خدا کے فضل چاہیے ۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے یار سے ملے گی ۔ اگرچہ ہر ایک شب تو میرے پاس رخصت لینے آتی ہے اور میری باتیں سن کر اپنی شب امید گنواتی ہے ، پر عقل مندوں نے کہا ہے " جو کوئی سوچ کر کام کرتا ہے ، وہ ہرگز پشیمانی نہیں اٹھاتا بلکہ ہمیشہ خوش رہتا ہے ۔ جس طرح سے کہ

۱- یہ لفظ اس سے پہلے بھی استعمال ہوا ہے۔ لیکن اس سے مختلف شکل میں ۔ چھٹی کہانی میں اس کی شکل ''گوسیاں'' ہے ۔ لیکن جیسے کہ اس سے پہلے تشریح کی گئی ہے ، ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کی شکل '' گسائیں '' ہے - یہ گنوسائیں کا مخفف ہے - اس سے مجازاً کرشن مراد ہے - (مرتب)

اس دھقان کی جورو نے سوچ کر جو حرکت کی تو کچھ ندامت نہ کھینچی۔'' خجستہ نے پوچھا کہ اس کا قصہ کیوں کر ہے ؟

توتا کہنے لگا کہ کسی دن ایک گنوار کی مہری اپنے کوٹھے پر بیٹھی تھی اور ایک شخص نوجوان اس کو دیکھ کر عاشق ہوا۔ اور عورت نے بھی معلوم کیا کہ مجھ پر شیدا ہوا ہے ، اس کو بلوائیے اور مزے اڑائیے۔ آخر اس مرد کو اشارے سے طلب کیا اور یہ کہہ دیا کہ بعد آدھی رات کے تو اس درخت کے نیچے آ کر بیٹھ رہنا۔ میں بھی اپنے خاوند کو سلا کر تیرے پاس آؤں گی۔ یہ کہہ کر اسے رخصت کیا اور آپ ادھر اپنے گھر کے کاروبار میں مشغول ہوئی۔ جب آدھی رات گزری ، جوان اس کے گھر میں آ کر اسی درخت کے نیچے بیٹھ رہا۔ عورت بھی خصم کو سوتا چھوڑ وھیں گئی اور اس کے ساتھ سو رہی۔

• اتفاقاً اس کا سسرا اس وقت کسی کام کے واسطے اٹھا اور باھر جانے لگا۔ کیا دیکھتا ہے کہ بیٹے کی جورو ایک غیر مرد کے ساتھ سوتی ہے۔ اس بات سے نہایت رنجیدہ ہو اس کے پاؤں سے پا زیب اتار کر اپنے پاس رکھی اور جی میں کہنے لگا کہ صبح اس بد ذات کو خوب سی سزا دوں گا۔ بعد ایک گھڑی کے اس عورت کی آنکھ جو کھلی تو کیا دیکھتی ہے کہ پاؤں میں پازیب نہیں۔ اس نے اپنے عقل سے معلوم کیا کہ شاید سسرے نے آن کر یہ ماجرا دیکھا اور پا زیب اتار لے گیا ، اب صبح کو کیا جانیے کیا ہو۔ یہ سمجھ کر اپنے یار سے کہا کہ تم اپنے گھر جاؤ۔ پھر کسی روز اگر جی چاہے گا تو آئیو۔ یہ کہہ کر اس کو رخصت کیا اور ادھر آپ اپنے خاوند کے پاس آ کر لیٹ رہی۔ بعد ایک دم

کے کہنے لگی کہ یہاں اس وقت گرمی لگتی ہے ، اس درخت کے نیچے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ہے ، چلیے اور سو رہیے ۔

آخر اس بہانے سے اپنے شوہر کو اسی درخت کے نیچے لائی اور دونوں مل کر سوئے۔ جب اس کی آنکھ لگ گئی، تب جگا کر کہنے لگی کہ اجی ! سوتے کیا ہو ، اٹھو اور ایک تماشا دیکھو ۔ وہ بے اختیار اٹھ بیٹھا اور کہا کہ کیا کہتی ہو ؟ تب اس نے کہا ”جیسا میرا باپ ویسا تمھارا باپ ، یہ کیا کہ میرے پاؤں کی پازیب اتار کر لے گیا اور مجھے ننگا کھلا دیکھ گیا ۔“ اس نے کہا کہ خیر صبح کو میں انھیں سمجھا دوں گا کہ پھر ایسی حرکت نہ کرنا ۔

جب صبح ہوئی ، اپنے باپ سے جھنجھلا کر کہنے لگا ”بابا جان ! تم کو مناسب نہیں ، جہاں بیٹا بہو ساتھ سوتے ہوں وہاں جاؤ اور ان کو ہر ایک حال میں دیکھو ۔“ تب اس کے باپ نے کہا کہ بیٹا ! کچھ شعور پکڑ ، تیری عورت کم بخت ایک غیر مرد کے ساتھ سوتی تھی ، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یہ پازیب پاؤں سے اتار لی ۔ یہ بات سنتے ہی وہ اور بھی خفا ہوا اور کہنے لگا کہ تم خواہ مخواہ میری جورو کے دشمن ہوئے ہو ۔ میں خوب جانتا ہوں ، اس وقت گرمی کے باعث سے میں ہی درخت کے نیچے اس کے ساتھ سوتا تھا کہ تم نے یہ حرکت کی ۔ چنانچہ یہ سن کر باپ اس کا شرمندہ ہوا ۔

توتے نے یہ قصہ تمام کرکے کہا ”کیوں دیکھا تو نے ، اس رنڈی نے کیا کارستانی کی کہ اپنے اوپر کچھ بات نہ آنے دی ۔ غیر کی دوستی کی دوستی رہی اور سسرے کو ذلیل کا ذلیل کیا ، آپ اچھی کی اچھی رہی ۔ اے خجستہ ! اب جلدی جا اور

اپنے دل دار کو گلے لگا ۔''

کد بانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے ، اتنے میں صبح ہوگئی اور مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا ؛ تب یہ فرد پڑھی اور رونے لگی :

وصل کی شب گزر گئی افسوس !
آئی پھر ہجر کی سحر افسوس !

دسویں کہانی

یہ کہ ایک تاجر کی بیٹی کو کسی گیدڑ نے تدبیر بتلائی اور اس کی تدبیر سے اس عورت نے حرمت پائی

جب سورج چھپا اور رات ہوئی ، تب خجستہ آنکھوں میں آنسو بھرے ، گریبان چاک کیے ، سینۂ پر سوز سے توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی کہ اے عقل مند ! میں تیری دانائی پر نہایت اعتبار رکھتی ہوں ! اسی واسطے ہر رات تیرے پاس آتی ہوں ۔ تیری تدبیر کے وارے اور دانائی کے صدقے ! وفاداری کے قربان ! آج دل امڈا آتا ہے اور سینہ پھٹا جاتا ہے ، کیوں کر اپنے تئیں اس کے پاس پہنچاؤں اور کس طرح اسے اپنے گلے لگاؤں ؟

آتش عشق جی جلاتی ھے
یہ بلا جان ھی پر آتی ھے

اگر اب رخصت مجھے نہ کرے گا تو کب کرے گا اور اب اجازت نہ دے گا تو کب دے گا ؟ تیری منت کرتی ھوں اور اسی تدبیر میں پھرتی ھوں :

یہ اپنے چھوٹنے[1] کی کس طرح تدبیر میں رھیے
بہار آئی ھے کیوں کر خانۂ زنجیر میں رھیے

خدا کے واسطے کوئی ایسا ڈھب بتلا کہ جس کے باعث جلد ملنا ھو اس کا ۔ توتا کہنے لگا ''اے خجستہ ! یہ غم تیرا میرے دل میں ھے اور میں جب تلک جیتا ھوں ، بے فکر نہ رھوں گا ۔ اور کس شب میں تجھے رخصت نہیں کرتا کہ تو محبوب کے پاس نہ جا بلکہ تو آپ ھی نہیں جاتی ھے اور میری باتوں میں رات گنواتی ھے ۔ ایسا نہ ھو کہ یہ بھید تیرا کھلے اور چرچا اس کا لوگوں میں پڑے ۔ تجھے ایسی حکمت سکھا دیتا ھوں کہ جیسے ایک گیدڑ نے کسی سوداگر بچی کو سکھائی تھی ۔ جس طرح اس کے سبب رسوائیوں سے وہ بچ رھی ، تو بھی بچ رھے گی ۔'' تب خجستہ نے پوچھا کہ اس کی کہانی کیوں کر ھے ؟ بیان کر ۔

توتا کہنے لگا کہ کسی شہر میں ایک امیر نہایت عالی شان تھا اور بیٹا اس کا کریہ منظر و بدشکل و احمق ۔ جب وہ لڑکا بالغ ھوا ، تب اس کے باپ نے کسی سوداگر کی بیٹی سے بیاہ دیا ۔ وہ لڑکی نہایت خوب صورت و عقل مند و ھوشیار ، گانے بجانے میں بھی نہایت شعور دار ۔[2]

۱۔ نسخہ مطبوعہ لندن میں ''چھوٹھنے'' ھے ۔
۲۔ " " " " ''وار'' ھے ۔

اتفاقاً وہ عورت کسی رات اپنے کوٹھے پر بیٹھی تھی اور ایک شخص دیوار کے تلے خیال گا رہا تھا۔ عورت کا دل سنتے ہی آواز پر اس کی آگیا۔ کوٹھے سے اتر کر اس کے پاس جا کر کہنے لگی کہ اے شخص! میرا خاوند نہایت بد صورت و احمق ہے۔ تجھ سے ہو سکتا ہے کہ مجھے اپنے ساتھ کسی ملک کو لے نکلے؟ جب تک جیتی رہوں گی، تیری فرماں برداری کروں گی۔

آخر کار اس نے بھی اس کی یہ بات قبول کی۔ اسی گھڑی اس کو اپنے ساتھ لے کر جنگل کی راہ لی۔ تھوڑی دور جا ایک تالاب کے کنارے پر کسی درخت کے نیچے دونوں لیٹ کر سو رہے۔ بعد ایک گھڑی کے وہ مرد چونکا اور اس عورت کے بدن کا تمام زیور اتار[1] لیا اور آپ چلتا پھرتا نظر آیا۔ اس عرصے میں کہیں اس کم بخت کی جو آنکھ کھلی تو نہ بدن میں گہنا دیکھا اور نہ بستر پر یار پایا۔ تب اس کو یقین ہوا کہ دغا باز نے صاف مجھ سے دغا کی۔ پھر پشیمان ہو کر کہنے لگی کہ یا الٰہی! میری تقصیر معاف کر! میں نے جو کیا سو پایا۔

اتنے میں صبح ہوگئی؛ تب اس تالاب کے کنارے پر متفکر ہو کر جا کھڑی ہوئی کہ ایک گیدڑ منہ میں ایک ہڈی لیے ہوئے اس تالاب پر آیا۔ کنارے پر ایک مچھلی جو دیکھی تو ہڈی منہ سے پھینک دی اور اس پر دوڑا۔ مچھلی اسے دیکھ کر پانی میں ڈوب گئی۔ تب وہ شغال پھر اسی ہڈی کو لینے

۱۔ نسخہ مطبوعہ لندن میں ''ایورلیا'' ہے جو بظاہر بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ مذکورہ نسخے کے آخر میں ''توتا کہانی'' سے الفاظ کی جو فہرست دی گئی ہے اس میں بھی یہ لفظ موجود نہیں ہے۔ (مرتب)

کو آیا تو اس کو پھر نہ پایا کیوں کہ اسے کتا لے گیا تھا ۔ اس ماجرے کو دیکھ کر وہ عورت نہایت ھنسی اور کہنے لگی کہ کیا خوب ! مثل مشہور ھے ''جو آدھی کو چھوڑ کر ساری کو جائے تو پھر ساری ملے نہ آدھی پائے ۔'' یہ سن کر گیدڑ نے پوچھا ''بی بی ! تو کون ھے جو اس وقت اس جنگل میں اکیلی اس تالاب پر کھڑی ھے ؟'' اس نے اپنا سب احوال اس شغال سے کہا ۔ اس کو اس کے حال پر رحم آیا ۔ کہنے لگا کہ بی بی کچھ اندیشہ مت کر ۔ صلاح یہ ھے کہ اب تو یہاں سے دیوانوں کی طرح ھنستی اور روتی اپنے گھر چلی جا ۔ جو تجھے اس احوال سے دیکھے گا ، رحم کرے گا اور کچھ نہ کہے گا ۔

آخر اس رنڈی نے موافق اس تدبیر کے اپنا حال بنایا اور گھر کا رستہ پکڑ وونہیں (وھیں) سے دیوانوں کی طرح شور و غل کرتی ھوئی اپنے گھر گئی ۔ اس حیلے کے باعث کسی نے اس کو برا نہ کہا ، بلکہ ھر ایک اس کو دیکھ کر کڑھنے لگا ۔''

توتے نے یہ کہانی تمام کرکے خجستہ سے کہا کہ یہ وقت اچھا ھے ، جلد جا اور اپنے معشوق سے مل ، کچھ اندیشہ مت کر ۔ خدا نہ کرے اگر کوئی مشکل تیرے آگے آوے گی تو ایک حیلہ ایسا سکھادوں گا کہ وہ مشکل آسان ھوجائے گی اور تیری حرمت رھے گی ۔

خجستہ نے یہ سنتے ھی چاھا کہ جاوے ، اتنے میں صبح ھوئی ، مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ھوا ؛ تب یہ فرد پڑھی اور رونے لگی :

رات کا سچ ھوا نہ خواب مرا
نہ ملا صبح آفتاب مرا

گیارھویں نقل

یہ ہے کہ ایک برہمن نے لالچ کو کام فرمایا اور شیر کے ھاتھ سے مارا گیا

جب سورج چھپا اور سانجھ ھوئی ، خجستہ بے قراروں کی سی صورت بنائے ھوئے توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی ”اے توتے ! معلوم ھوا ، تجھے میرے درد کی خبر نہیں ، جب ھی میری باتیں اُڑا دیتا ہے اور ادھر اُدھر کے جھوٹ سچ قصے اور کہانیاں سنایا کرتا ہے ۔ نہیں جانتی کہ تجھے اس سے کیا حاصل ہے ۔“ توتے نے کہا ”اے کد بانو ! میں خدا سے چاھتا ھوں کہ تو جلد کہیں اس کے پاس جاوے اور اسے گلے لگاوے ۔ تو آپ ھی نہیں جاتی اور دیر کرتی ہے ۔ اس میں میری تقصیر کچھ نہیں ۔ یوں آپ کی خوشی ہے ، مجھے قتل کیجیے ، پر حق تو ہے یہی کہ مری کچھ خطا نہیں ۔ خیر اب شتاب جا اور اس سے ملاقات کرکے جلد پھر آ ، پر یہ یاد رکھ کہ وھاں کسی چیز کی طمع نہ کرنا کیوں کہ لالچ بہت بری بلا ہے ۔ اگر طمع کرے گی تو تیرا بھی حال ویسا ھی ھووے گا جیسا کہ اس برھمن کا ھوا تھا ۔“ خجستہ نے پوچھا ”اس کی نقل کیوں کر ہے ؟“

توتا کہنے لگا : کسی شہر میں ایک برھمن نہایت مال دار تھا ۔ اتفاقاً وہ مفلس ھو کر اور کسی ملک میں کچھ پیدا کرنے چلا ۔ ناگاہ ایک روز کسی جنگل میں جا پہنچا اور تالاب کے کنارے پر دیکھا کہ ایک شیر بیٹھا ہے ۔ ایک لومڑی اور ایک ھرنی

اس کے آگے کھڑی ھے ۔ یہ برھمن متفکر ھو کر ڈر کے مارے وونہیں (وھیں) کھڑا ھو رھا کہ یکایک لومڑی کی اور ھرنی کی نظر اس پر جا پڑی ۔ تب آپس میں سوچ کر یوں بولیاں کہ اگر اس کو شیر دیکھے گا تو مار ھی ڈالے گا ۔ ایک ایسی مصلحت کیجیے کہ وہ جس کے باعث اس کو نہ مارے بلکہ انعام دے ۔ یہ بات ٹھہرا کر شیر کو دعائیں دے کر کہنے لگیں کہ سخاوت آپ کی یہاں تک مشہور ھوئی ھے کہ آج ایک برھمن بھی کچھ مانگنے آیا ھے اور ھاتھ باندھے سامھنے (سامنے) کھڑا ھے ۔ شیر نے سر اٹھا کر دیکھا اور خوش ھو کر اس برھمن کو آگے بلایا اور نہایت رحم کھایا ۔

غرض زر و زیور ان لوگوں کا جنھیں مارا تھا، سب کا سب اس برھمن کو بخشا اور مہربانی سے رخصت کیا ۔ تب وہ برھمن بہت سا مال لے کر اپنے گھر گیا اور مزے سے گزران کرنے لگا ۔

بعد ایک مدت کے پھر جو لالچ ھوا تو وہ برھمن اجل گرفتہ اسی شیر کے پاس گیا ۔ اس وقت اس کے سامھنے (سامنے) بھیڑیے اور کتے کھڑے تھے ۔ اس برھمن کو دیکھتے ھی خوش ھوئے اور شیر سے کہنے لگے کہ یہ آدمی کیسا شوخ ھے اور کتنا ڈھیٹھ ھے کہ بے آپ کی طلب کیے رو برو چلا آتا ھے اور خطر اپنی جان کا نہیں کرتا ۔ اس بات کو سنتے ھی شیر آگ ھو گیا اور اپنی جگہ سے اچھل کر ایک ھی طپانچے سے اس برھمن کا کام تمام کیا ۔“

توتے نے یہ نقل تمام کرکے کہا کہ خجستہ! اگر وہ برھمن لالچ نہ کرتا تو جان سے نہ مارا جاتا ۔ یقین ھے جو لالچ کرے گا سو بلا میں پڑے گا ۔ خیر، اب پہر رات باقی ھے، جلد جا

اور اپنے معشوق سے مل آ اور اتنی رات عیش و عشرت میں بسر کر۔

خجستہ نے یہ سنتے چاہا کہ جاوے اور اسے اپنے گلے لگاوے، اتنے میں صبح ہوئی، مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا؛ تب یہ بیت پڑھی اور رونے لگی:

وصل کی شب کو کیوں گنواتی ہے
اے سحر کس لیے تو آتی ہے

بارھویں داستان

یہ ہے کہ ایک بلی نے چوہے مارے اور بوڑھے شیر سے شرمندہ ہوئی

جب سورج چھپا اور چاند نکلا، تب خجستہ گل انار کا جوڑا پہن اور گہنے پاتے سے اپنے تئیں آراستہ کر توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور اسے متفکر دیکھ کر کہنے لگی کہ اے جی کے خوش کرنے والے! آج کیوں غم گین ہے؟ توتا کہنے لگا "اے کد بانو! مجھ کو تیرا غم مارے ڈالتا ہے اور یہی اندیشہ کھائے جاتا ہے کہ تو ہر ایک شب میرے پاس رخصت لینے آتی ہے اور میری باتوں میں صبح ہوجاتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یکایک تیرا خاوند آ جاوے اور تو نہ جانے کے باعث پشیمان ہو؛ مانند اس بلی کے جس نے چوہوں کو مار کر انفعال کھینچا تھا۔" خجستہ نے یہ سنتے ہی کہا "اے توتے! چوہے بلی کی

خوراک ہیں ، یہ تعجب ہے کہ بلی چوہے کے مارنے سے پشیمان ہوئی ! کچھ اس کا میں بھید نہ سمجھی ۔''

توتا کہنے لگا کہ کسی بیابان میں ایک شیر ایسا بوڑھا رہا کرتا تھا کہ بڑھاپے کے باعث اس کے دانتوں نے جڑیں چھوڑ دبی تھیں ۔ اگر وہ کبھی کچھ گوشت کھاتا تو ریشہ اس کا دانتوں میں اٹک جاتا ، اور اس جنگل میں چوہے بھی بہت سے تھے۔ جب وہ شیر رات کو سوتا ، تب ہر ایک چوہا آن کر اس کے مسوڑھوں سے ریشہ گوشت کا کھینچتا اور وہ گوشت نکال کر کھا جاتا ؛ اس سبب سے اس کو اذیت ہوتی اور چونک پڑتا ۔ آخر اس نے ایک روز اور جانوروں سے کہا کہ تم کچھ ایسی تدبیر کرو کہ چوہے مجھے تکلیف نہ دیں اور میں چین سے سوؤں ۔ تب لومڑی نے ہاتھ باندھ کر عرض کی ''حضرت سلامت ! بلی آپ کی خاص رعیت ہے ، اس کو پاسبانی کی خدمت دیجیے اور آپ مزے سے تمام رات آرام کیجیے ۔'' یہ بات لومڑی کی شیر کو خوش آئی اور بلی کو بلوا کر خدمت کوتوالی دی ۔ وہ اپنی خدمت پر مستعد ہوئی ۔ چوہوں نے بلی کو جو دیکھا تو جنگل کا رستہ پکڑا ۔

شیر نے اپنی خاطر خواہ رات کو آرام کیا اور بلی کو سرفراز فرمایا ۔ پر وہ بلی اپنی دانائی سے ان چوہوں کو دور ہی دور سے دھمکایا کرتی اور کبھی کسی کو پکڑ کر نہ کھا جاتی ، کیوں کہ یہ جانتی تھی کہ انھی کی بدولت مجھ کو یہ خدمت ملی ہے ۔ اگر ان کو کھا جاؤں گی تو شیر کو مجھ سے کچھ سروکار نہ رہے گا اور یہ خدمت چھین لے گا ۔ اسی بات کو سمجھ کر وہ اپنے اوپر فاقہ قبول کر ، ان میں سے کسی کو نہ کھاتی ۔

اتفاقاً ایک دن خدا نے اس کی عقل گنوائی کہ وہ اپنا

بچا (بچہ) بھی شیر کے پاس لائی اور ھاتھ باندھ کر عرض کرنے لگی کہ آج میں کسی کام کو کہیں جایا چاھتی ھوں ۔ اگر حکم ھو تو اپنے بچے کو چھوڑ جاؤں ، کل صبح کو پھر حضور میں حاضر ھوں گی ۔ یہ بات اس شیر نے پسند کی اور اپنی خوشی سے رضا دی ۔ بلی اپنے کام کو گئی اور یہاں اس کے بچے نے جس چوھے کو دیکھا ، اسے مار ھی لیا ۔ غرض ایک رات دن میں سب کا کام تمام کیا ۔

دوسرے دن صبح کو بلی نے جو آن دیکھا تو ھر ایک چوھے کو موا پایا ۔ تب اپنا سر پکڑ کر کہنے لگی ''اے بدبخت ! یہ کیا کیا جو تمام چوھے مار ڈالے ، انھی کے سبب سے میری حرمت تھی ۔'' تب بچے نے کہا '' تم نے کس واسطے چلتے وقت مجھ کو منع نہ کیا ؟'' حاصل یہ کہ وے (وہ) پچتائے اور پشیمان ھوئے ۔

• جب یہ خبر شیر کو پہنچی کہ اس جنگل میں چوھے کا نام نہیں ، تب بلی کو اس نے جواب دیا اور کوتوالی سے تغیر کیا ۔''

• توتے نے یہ داستان تمام کرکے کہا کہ اے کد بانو ! تو نہایت کاھلی کرتی ھے کہ اتنی دور نہیں جاتی اور ھر ایک رات مفت میں گنواتی ھے ۔ میں ڈرتا ھوں کہ کہیں تیرا شوھر نہ آ جائے ، اسی بلی کی طرح تو بھی خفیف ھو ۔

خجستہ نے یہ سنتے ھی چاھا کہ جاوے ، اتنے میں صبح ھوئی ، مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ھوا ؛ تب یہ بیت پڑھی اور رونے لگی :

وصل کی رات مفت کھوتی ھے
•• اے سحر کس لیے تو ھوتی ھے

تیرھواں قصہ

شاہ پور مینڈکوں کے سردار کا اور سانپ کا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا ، خجستہ کپڑے بدل ، بہت سا گہنا پہن ، توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی " اے توتے ! میں تجھے بہت دانا جانتی ہوں اور تیری مصلحت نہایت نیک سمجھتی ہوں لیکن مجھے کچھ تجھ سے حاصل نہیں ہوتا ۔ ایسی تدبیر کبھی نہیں بتاتا کہ جس کے باعث اس سے ملوں اور اپنے مقصد کو پہنچوں ، اگرچہ اس کام میں دیر ہوئی ہے ۔" توتا بولا " اے خجستہ ! میں اسی تدبیر میں ہوں ، تو خاطر جمع رکھ ۔ میں تجھے تیرے یار کے پاس پہنچائے دیتا ہوں ۔ سن بی بی ! عاقل اسے کہتے ہیں جو اپنا آغاز و انجام سمجھتا رہے ، اور جو اپنے نیک و بد پر نظر نہیں رکھتا ، وہ آخر پشیمان ہوتا ہے جس طرح سے شاہ پور نے اپنی قوم کا کہنا نہ مانا اور شرمندہ ہوا ۔" خجستہ نے پوچھا کہ شاہ پور کون تھا اور اس کا قصہ کیوں کر ہے ؟ بیان کر ۔

توتا کہنے لگا کہ عرب کے ملک میں ایک گہرا کنوا (کنواں) تھا اور اس میں بہت سے مینڈک رہتے تھے ، شاپور نام ایک مینڈک ان کا سردار تھا ۔ جب وہ مینڈکوں پر بہت ستم کرنے لگا ، تب وے سب گھبرا گئے اور آپس میں مشورت کر کے کہنے لگے کہ ہم اس کے ھاتھ سے عاجز آئے ہیں ۔ اس کو موقوف کریے ، ایک اور کو اپنی قوم سے سردار مقرر کیجیے ۔ یہ بات مقرر کر کے ان منیڈکوں نے اس کو تغیر کیا اور دوسرے کو سردار ۔ وہ وہاں سے لاچار ہو کر ایک سانپ کے بل کے پاس گیا اور آھستہ

بولنے لگا ۔ سانپ نے بل سے سر نکالا اور مینڈک کو دیکھ کر
ہنسا اور کہنے لگا "اے احمق! تو تو میرا کھاجا ہے، کیوں
اپنی جان دینے میرے پاس آیا ہے؟" مینڈک نے کہا کہ میں
اپنی قوم کا سردار ہوں اور فلانے کوئے (کنویں) میں رہتا ہوں ۔
تمہارے پاس اپنی قوم کی فریاد لایا ہوں کہ داد پاؤں اور بہبودی
کو پہنچوں ۔ سانپ بہت خوش ہوا اور اس کو دلاسا دے کر
کہنے لگا کہ تو وہ کنواں مجھے دکھا دے کہ میں وہاں جاؤں
اور تیرا بدلا ان سے لوں ۔

آخر سانپ اور مینڈک باہم ہو کر اس کوئے (کنویں) پر
جا پہنچے اور اس کے اندر اتر گئے ۔ سانپ جب کتنے دنوں میں
ان مینڈکوں کو کھا چکا، تب شاپور سے کہنے لگا کہ آج میں
نہایت بھوکھا (بھوکا) ہوں ۔ کچھ ایسی تدبیر کر کہ جس سے
میرا پیٹ بھرے؛ تب شاپور ڈرا اور نہایت پشیمان ہوا کہ میں
نے یہ کیا کیا کہ اس سانپ سے مدد چاہی اور اپنی برادری برباد
دی، خیر اب جو ہوا سو ہوا ۔ یہ کہہ کر سانپ سے کہا کہ تم
نے مجھ پر مہربانی کی جو بدلا میرا ان مینڈکوں سے کیا (لیا) ۔ اب
آپ اپنے گھر سدھاریں ۔ سانپ نے کہا کہ میں تجھے تنہا چھوڑ
کر نہ جاؤں گا ۔ تب شاپور نے کہا کہ ایک اور کوا (کنواں) یہاں
سے بہت نزدیک ہے اور اس میں بہت سے مینڈک رہتے ہیں ۔ اگر
کہو تو ان کو بھی کسی مکر و فریب سے یہاں لے آؤں ۔ یہ بات
سانپ کو پسند آئی اور اسے رخصت کیا ۔ غرض وہ اس بہانے اس
کنوئے (کنویں) سے نکلا اور کسی تالاب میں جا کر چھپ رہا ۔
آخر سانپ کئی دن اس کی راہ دیکھ کر کنوئے (کنویں) سے نکلا
اور اپنے گھر چلا گیا ۔

توتے نے یہ قصہ تمام کر کے کہا "اے خجستہ! اب

دیر مت کر ، شتاب جا اور اس سے مل ۔ جوں اس نے چاہا کہ جاوے ، اتنے میں صبح ہوئی اور فجر کے جانور بولنے لگے ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا ؛ تب اس شعر کو پڑھ کر آنسو آنکھوں میں بھر لائی :

ہم دم ہم تو ہو گئے آخر ووں ہیں مثل شمع سحر
جوں ہیں اس کے منہ سے نکلا صبح ہوئی اب رات نہیں

چودھویں کہانی

یہ ہے کہ ایک شیر کی جاگہ (جگہ) کسی سیاہ گوش نے لے لی

جب آفتاب چھپا اور چاند نکلا ، خجستہ کپڑے بدل ، گہنا پہن ، منہ بنائے ، تیوری چڑھائے رخصت لینے توتے کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اے توتے ! میں ہر ایک شب تیرے پاس رخصت لینے آتی ہوں اور حالت اپنی بے قراری کی دکھلاتی ہوں ، کچھ کہانی سنے (سننے) نہیں آتی جو تو ناحق میرا مغز پھراتا ہے ، جھوٹ موٹ[1] کے قصے سناتا ہے ۔ مثل مشہور ہے '' سخی سے سوم بھلا جو ترت دے جواب ۔'' توتا بولا '' اے کد بانو ! میری بات سے کچھ تیرا نقصان نہ ہوگا بلکہ ہر ایک سخن فائدہ بخشے گا ۔ بہتر یہ ہے کہ آج جلدی جا اور اپنے معشوق سے ملاقات

۱۔ نسخۂ مطبوعہ لندن میں '' جوٹھ موٹھ '' ہے ۔

کر آ ۔ اگر کوئی دشمن وہاں پہنچے اور تجھے شرمندہ کرے تو
تو بھی سیاہ گوش کی طرح مکر سے ایک حیلہ کرنا اور اپنی بات
بنانا ۔ خجستہ نے پوچھا " اس سیاہ گوش کی کہانی کیوں کر ہے ؟"

(توتا) کہنے لگا کہ کسی جنگل میں ایک شیر رہتا تھا اور ایک
بندر اس کا مصاحب تھا ۔ اتفاقاً شیر کسی اور مکان کی سیر کو چلا
اور بندر کو اپنی جگہ پر بٹھا کر کہنے لگا کہ جب تک میں یہاں
آؤں ، تب تک تو اس مکان سے خبر دار رہنا اور کسی کو اس میں
رہنے نہ دینا ۔ بعد کئی دن کے ایک سیاہ گوش نے اس مکان کو
لے لیا اور وہیں رہنے لگا ، اس واسطے کہ وہ مکان نہایت اچھا تھا ؛
تب بندر نے کہا کہ اے سیاہ گوش ! یہ مکان شیر کا ھے ، تیری
کیا قدرت کہ تو بے حکم اس کے یہاں رہے ، یہ بات اچھی نہیں ۔
تب سیاہ گوش نے جواب دیا کہ یہ مکان میرے باپ کا ھے ،
میں نے اپنے باپ کی میراث میں پایا ھے ، تجھے خبر نہیں ۔ اور اگر
یوں بھی ھے تو تجھے کیا " آگ جانے لوہار جانے ۔" یہ بات
سن کر بندر چپ ہو رہا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ مجھے کیا ،
جو کوئی جیسا کرے گا ، سو تیسا پاوے گا ۔ پھر سیاہ گوش کی
مادہ نے کہا کہ بہتر ھے اس جگہ کو چھوڑ دے کیوں کہ شیر
سے برابری وہ کرے جو اپنی جان دیوے ۔ تب سیاہ گوش نے
کہا " اے مادہ ! جس وقت وہ یہاں آوے گا ، میں ایک حیلہ
کر کے اس کو اس جگہ سے ٹال دوں گا ، تو خاطر جمع رکھ ،
کچھ پروا نہیں ۔

القصہ بعد کئی دن کے شیر کے آنے کی خبر معلوم ہوئی ۔
بندر پیشوا لینے گیا اور سیاہ گوش کے احوال سے اس کو آگاہ کیا
اور کہا " میں نے اسے منع کیا تھا کہ اس مکان میں مت رہ
کیونکہ یہ شیر کی آکر ھے ، تیرے حق میں یہاں کا رہنا بہت

برا ہے ۔ تب اس نے جواب دیا کہ یہ مکان میں نے[1] اپنے باپ کے ورثے میں پایا ہے ، کچھ شیر کے دادے کا نہیں ہے جو چھوڑ دوں اور آپ جگہ کی خاطر حیران پھروں ۔'' یہ سن کر اس نے کہا '' اے بوزنے ! اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیاہ گوش نہیں بلکہ مجھ سے بھی زیادہ قوت رکھتا ہے جو ایسی بے دھڑک بات کہتا ہے ، نہیں تو سیاہ گوش کی کیا قدرت جو میری جگہ چھینے ۔'' تب بندر نے کہا کہ نہ صاحب ! مجھے اپنے خدا کی قسم ! وہ اجل گرفتہ سیاہ گوش ہے ، کوئی اور جانور تم سے قوی تر نہیں ۔ اگر اس پر آپ کی ایک ذرا بھی آنکھ پڑے گی تو اس کی جان ہی نکل جائے گی ۔ آپ چل کر اسے دیکھیں ، میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں جو آپ سے کچھ کا کچھ کہوں ۔

تب بندر سے شیر نے کہا '' اے بوزنے ! خدا برحق ہے ، یہ کیا کہتا ہے ۔ اکثر جانور ایسے ہیں کہ وہ دیکھنے میں چھوٹے ہیں اور شجاعت و قوت میں مجھ سے بڑے ۔ شاید انھیں میں سے وہ بھی ہو ۔'' یہ کہہ کر شیر ڈرتے ڈرتے اپنی جگہ کی طرف چلا اور سیاہ گوش نے اپنی مادہ سے اس کے پہنچنے کے پہلے ہی کہا تھا کہ جس وقت شیر اس جگہ پہنچے ، تو اپنے بچوں کو رولا دینا ، اور اگر میں پوچھوں '' یے کیوں روتے ہیں'' تو تو کہنا کہ آج یے تازہ گوشت شیر کا مانگتے ہیں ، باسی نہیں کھاتے ۔''

القصہ جب شیر اس مکان کے قریب پہنچا اور بچوں نے رونا شروع کیا ، سیاہ گوش نے پوچھا کہ یے کیوں دھوم مچاتے ہیں ؟ مادہ نے جواب دیا '' بھوکے ہیں '' سیاہ گوش نے کہا کہ میں نے کل ہی اتنا گوشت شیر کا لا دیا تھا ۔ کیا اس میں سے کچھ

۱۔ نسخہ مطبوعہ لندن میں '' نے '' نہیں ہے ۔

بھی باقی نہیں ؟ تب اس کی مادہ نے کہا کہ جتنا بچا تھا سو دھرا ہے ، پر یہ تازہ مانگتے ہیں ۔ تب اس نے بچوں سے کہا کہ تم قدرے دم لو اور خاطر جمع رکھو ۔ میں نے سنا ہے کہ آج اس جنگل میں ایک بہت بڑا شیر آیا ہے ۔ اگر یہ سچ ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ابھی میں اسے مار لاتا ہوں اور تمھیں مزے سے پیٹ بھر بھر کھلاتا ہوں ۔

شیر اس بات کے سنتے ہی بے اختیار جی چھوڑ کر بھاگا ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سچ مچ مجھ کو پکڑے اور اپنے بچوں کو کھلا دے ۔ اتنا نہ سمجھا کہ یہ سیاہ گوش ہے ۔ اور بندر سے کہا " کیوں میں نہ کہتا تھا کہ وہ سیاہ گوش نہیں بلکہ کوئی بڑا زور آور جانور ہے کہ جس نے میرا گھر چھین لیا ہے ۔" بندر نے کہا " اے شیر ! وہ تجھے فریب دیتا ہے ۔ مت ڈر کہ نہایت کم زور اور چھوٹا جانور ہے ۔"

شیر یہ سن کر پھر اپنے گھر کے پاس آیا اور سیاہ گوش کی مادہ نے بچوں کو پھر رولایا ۔ تب اس کے نر نے پوچھا کہ اب کیوں بچے غل کرتے ہیں ، ان کو چپ کروا ۔ البتہ آج شیر کا گوشت میرے ہاتھ لگے گا ۔ کیوں کہ ایک بندر میرے دوستوں میں ہے ۔ وہ بھی مجھ سے اقرار کر گیا ہے اور قسم کھائی ہے کہ میں آج کسی نہ کسی طرح سے ایک شیر کو تیرے پاس لے آتا ہوں ۔ یقین ہے وہ اس کو کسی فریب سے لاوے گا ۔ ایک دم توقف کر ، ان کو بہلا لیکن پکار کر مت بول کہ وہ آواز سن کر ادھر نہ آوے گا ۔

شیر نے یہ جونہیں (جوں ہی) سنی وونہیں (وہیں) اس بندر کو چیر ڈالا اور بھاگ گیا ، پھر ادھر منہ نہ کیا ۔

توتے نے یہ کہانی تمام کر کے کہا " اے خجستہ ! آج

ساعت اچھی ہے اور وقت نیک ہے ، جلدی جا اور اپنے معشوق سے
مل ۔'' خجستہ یہ سخن سنتے ہی اٹھی اور چاہا کہ جاوے کہ
صبح ہوئی اور مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز موقوف
ہوا ؛ تب یہ بیت پڑھی اور آب دیدہ ہوئی :

اپنے جانے کا نہ واں دن کو ہے نہ رات کو ڈھب
دیکھیے کیسی بنے ، آن پڑی بات کوڈھب

پندرھویں نقل

یہ کہ زریر جلاہے کے نصیب نے
اس کے ساتھ یاوری نہ کی

جب آفتاب چھپا اور ماہتاب نکلا ، تب خجستہ بعد پہر رات
کے خاصی پوشاک پہن اور اچھے جواہر سے بن ٹھن توتے کے پاس
رخصت لینے گئی اور کہنے لگی '' اے توتے ! ایک مدت سے میں
تیری نصیحتیں مانتی ہوں اور باتیں سنتی ہوں لیکن مجھے کچھ
تیری دوستی سے حصول نہ ہوا ۔'' توتا بولا '' اے کد بانو !
تو مجھ پر کیوں غضب ہوتی ہے ؟ میں تو ہر شب ترغیب دیتا
ہوں ، کچھ میری تقصیر نہیں ، تیری قسمت بری ہے جو تجھ سے
برائی کرتی ہے ، جس طرح زریر کے طالع نے زریر سے موافقت نہ
کی ۔'' خجستہ نے پوچھا '' اس کی نقل کیوں کر ہے ؟ بیان کر ۔''
توتا کہنے لگا کہ کسی شہر میں زریر نامی،ایک شخص

ریشیمی کپڑا بنتا تھا اور ایک دم اس کام سے ہاتھ نہ اٹھاتا لیکن اسے کچھ فائدہ نہ ہوتا ۔ اور موٹا کپڑا بنے (بننے) والا اس کا ایک دوست تھا ۔ ایک دن وہ اس کے گھر گیا اور دیکھا کہ گھر اس کا زر و زیور و مال و اسباب سے دولت مندوں کی طرح بھرا ہے ۔ حیران ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ میں کپڑا لائق دولت مندوں کے اور قابل بادشاہوں کے بناتا ہوں ۔ کیا سبب ہے کہ میری روٹی کو لون بھی میسر نہیں اور اس گندہ باف نے اتنی دولت کہاں سے پیدا کی ؟

اسی فکر میں اپنے گھر آیا اور اپنی جورو سے کہنے لگا کہ میں اب اس شہر ناپرساں میں نہ رہوں گا کیوں کہ یہاں کے لوگ میری قدر نہیں جانتے اور میری کاری گری کوئی نہیں سمجھتا ۔ لازم ہے کہ کسی اور شہر میں جاؤں کہ وہاں میرا کسب چمکے ۔

میں اب شہر بیگانگی میں جاؤں گا
زر نقد وہاں سے کہا لاؤں گا

یہ سن کر اس کی عورت مسکرائی اور یہ بیت پڑھنے لگی :

یہی بخت گریاں سے لے جاؤ گے
تو کیا خاک واں سے کہا لاؤ گے

پھر سمجھانے لگی کہ اپنا ملک چھوڑنا مناسب نہیں ہے ، مت جا ۔ جو تیری قسمت میں ہوگا سو یہیں ملے گا اور اس سے زیادہ کہیں نہ ملے گا ۔

القصہ اس نے اس کا کہا نہ مانا ، کسی طرف چلا گیا اور ایک شہر میں جا پہنچا ۔ مدت تک وہاں اپنا کسب کرتا رہا ۔ جب بہت سے روپے پیدا کیے ، تب گھر کی راہ لی ۔ ایک رات کسی جاگہ (جگہ) اترا اور آدھی رات تک جاگا ۔ آخر مارے نیند کے سو گیا کہ ایک چور آیا ، تھیلی روپؤں کی لے گیا ۔ زریر بھی چونکا اور اس

کے پیچھے دوڑا ۔ جب اس کو نہ پکڑ سکا ، تب لاچار پھر اس شہر میں گیا ۔ جب بہت روپے پھر جمع کیے ، تب گھر کو روانہ ہوا ۔

پھر رات گئے کسی جاگہ (جگہ) اترا اور مال پر ہر چند احتیاط کی لیکن اس کو بھی چور لے گیا ۔ تب اس غریب نے اپنے جی میں کہا کہ زر میری قسمت میں نہیں ھے ، اس سبب سے چور لے جاتا ھے ۔ آخر خالی ھاتھ اپنے گھر گیا اور احوال اپنا جورو سے کہا ۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے تجھے پہلے ھی کہا تھا کہ نصیب کے سوا کسی جگہ کچھ نہ پاوے گا ۔ کہنا میرا تو نے نہ سنا اور سفر کو گیا ، کہہ اب کیا فائدہ پایا تو نے ؟ زریر شرمندہ ھوا ۔

توتے نے یہ قصہ تمام کر کے خجستہ سے کہا " اب دیر مت کر ، جا اور اپنے جانی کو گلے لگا ۔ خجستہ نے سنتے ھی چاھا کہ جاوے اور اسے اپنے سینے سے لگاوے ، اتنے میں فجر ھوئی، مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رھا : تب یہ فرد پڑھ پڑھ کر رونے لگی :

شب امید ھو گئی آخر
اور فرقت نے پھر دکھایا منہ

سولھویں داستان

یہ ھے کہ چار مال دار مفلس ھوگئے

جب سورج چھپا اور چاند نکلا ، خجستہ با سینۂ پر سوز ، چشم گریاں ، روتی ، آھیں بھرتی ھوئی توتے کے پاس گئی اور کہنے لگی '' اے سبز پوش توتے ! میں عشق کے غم سے موئی جاتی ھوں اور تو ھر ایک شب میری نصیحت اور گفتگو سے کھو دیتا ھے :

نصیحت کی باتیں نہ مجھ کو سنا
میں عاشق ھوں مجھ کو نصیحت سے کیا

توتے نے کہا '' اے خجستہ ! یہ کیا کہتی ھے ۔ دوستوں کی بات مانا (ماننا) چاھیے کیوں کہ جو کہنا دوستوں کا نہیں مانتا ، وہ خراب ھوتا ھے اور پشیمانی کھینچتا ھے ، جس طرح سے ایک شخص پشیمان ھوا تھا ۔'' خجستہ نے کہا '' میرے اچھے توتے ! میں صدقے تیرے ، وہ کون سی نقل ھے ، کہہ ۔''

توتا بولا کہ شہر بلخ میں کسی وقت چار یار مال دار رھتے تھے ۔ اتفاقاً وے چاروں مفلس ھو کر ایک حکیم کے پاس گئے اور ھر ایک نے اپنا اپنا احوال اس کے آگے ظاھر کیا ؛ تب حکیم کو ان کے اوپر رحم آیا اور ایک ایک مہرہ حکمت کا ان چاروں کو دے کر کہا کہ یہ ھر ایک مہرہ اپنے اپنے سروں پر رکھ لو اور چلے جاؤ ۔ جس کے سر کا مہرہ جس جگہ گرے ، وہ اس جگہ کو کھودے ، جو اس میں سے نکلے ، وہ اس کا حق ھے ۔

آخر وے چاروں ھر ایک مہرہ اپنے اپنے سر پر رکھ کر ایک طرف کو چلے ۔ جب کئی کوس گئے ، ایک کے سر کا مہرہ

گرا ۔ اس نے جو اس جگہ کو کھودا تو تانبا نکلا ۔ اس نے ان تینوں سے کہا کہ میں اس تانبے کو سونے سے بہتر سمجھتا ہوں ۔ اگر تمھارا جی چاھے تو میرے ساتھ یہاں رھو ۔ انھوں نے کہنا اس کا نہ سنا اور آگے بڑھے ۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ دوسرے کے سر کا مہرہ گرا اور ان نے جو وہ زمین کھودی تو روپا نکلا ؛ تب اس نے ان دونوں سے کہا " تم ھمارے پاس رھو ، یہ روپا بہت ھے ، زندگی گزر جائے گی ، اس کو اپنا ھی سمجھو ۔" انھوں نے اس کا کہنا نہ مانا اور آگے بڑھے کہ تیسرے کے سر کا مہرہ گرا اور ان نے بھی جو وہ زمین کھودی تو سونا نکلا ۔ تب خوش ھوکر چوتھے سے کہنے لگا کہ اس سے اب کوئی چیز بہتر نہیں ھے ۔ چاھتے ھیں کہ ھم تم یہیں رھیں ۔ اس نے کہا " میں آگے جاؤں گا تو جواھر کی کان پاؤں گا ، یہاں کیوں رھوں ۔" یہ کہہ کر آگے چلا ۔ جب قریب ایک کوس کے پہنچا ، تب اس کا بھی مہرہ گرا ۔ اسی طرح جو اس نے وہ جگہ کھودی تو لوھا نکلا ۔ یہ حالت دیکھ کر نہایت شرمندہ ھوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ میں نے کیوں سونے کو چھوڑا اور اپنے یار کا کہنا نہ مانا ، سچ ھے :

سخن دوست کا جو نہیں مانتے
وہ خاک پشیمانی ھیں چھانتے

اس لوھے کو چھوڑ کر اس شخص کے پاس گیا جس نے سونے کی کان نکالی تھی ۔ وھاں نہ اس کو پایا نہ سونا ھاتھ آیا ؛ تب تیسرے روپے والے کے پاس گیا ، اسے بھی نہ پایا ، پھر وھاں سے تانبے والے کے پاس پہنچا ، اسے بھی نہ پایا ؛ تب اپنی قسمت

کو رویا اور کہنے لگا کہ زیادہ قسمت سے کوئی نہیں پاتا ۔[1] وہ پھر حکیم کے گھر گیا ، اسے بھی وہاں نہ پایا ؛ تب وہ بیچارا نہایت پشیماں ہو کر یہ شعر پڑھنے لگا :

کس سے کہیے کہ کیا کیا ہم نے
جو کیا سو برا کیا ہم نے

جب یہ کہانی توتے نے تمام کی ، تب خجستہ سے کہا ''جو دوستوں کی بات نہیں مانتا ، وہ ویسا ہی پچتاتا ہے ۔ خیر اب جا اور اپنے معشوق کو گلے لگا اور مزا جوانی کا اٹھا ۔ یہ سخن سنتے ہی خجستہ نے چاہا کہ چلوں ، وونہیں (وہیں) صبح ہوگئی اور مرغ نے بانگ دی ۔ تب یہ فرد اپنے حسب حال پڑھی اور رو دیا :

اے شب وصل جلد آ اب تو
روز فرقت مجھے ستاتا ہے

سترھواں قصہ

یہ ہے کہ گیدڑ بادشاہ ہوا اور مارا گیا

جب رات آئی اور دن گیا ، تب خجستہ رخصت لینے توتے کے پاس گئی اور اسے متفکر دیکھ کر کہنے لگی ''اے عقل مند! تو کس کے واسطے غم کرتا ہے اور کیوں چپکا بیٹھا ہے؟''

۱۔ نسخہ مطبوعہ لندن (صفحہ ۷۱) میں '' پایا '' ہے لیکن نسخہ مطبوعہ آگرہ (صفحہ ۳۸) میں '' پاتا '' صحیح ہے ۔

توتے نے کہا ''اے خجستہ! تو بڑے گھر کی بہو بیٹی کہلاتی ھے اور نہیں معلوم کہ معشوق تیرا تجھ سا ھے یا اور کسی قوم سے ھے ۔ اگر تجھ سا ھے تو اس سے ملنا مضائقہ نہیں اور نہیں تو اس سے پرہیز کرنا بہتر ھے''۔

آتم سے آتم ملے ، ملے لیچ سے نیچ
پانی سے پانی ملے ، ملے کیچ سے کیچ

خجستہ نے کہا ''اے محرم راز! یہ تو سچ ھے ، پر میں احوال اس کا کیوں کر معلوم کروں ؟'' توتا بولا ''عیب و ھنر آدمی کا زبان سے معلوم ھوتا ھے ۔ تو نے شاید قصہ گیدڑ کا نہیں سنا ۔'' خجستہ نے کہا ''اے شیریں دھن ! سخن وہ کیونکر ھے ؟ کہہ میری جان خدا کے لیے ۔''

توتے نے کہا کہ ایک گیدڑ تھا کہ وہ ھمیشہ شہر میں جاتا اور ھر ایک آدمی کے باسنوں میں منہ ڈالتا ؟ چنانچہ اسی اپنی عادت سے ایک رات نیل‌گر کے گھر گیا اور اس کے نیل کے ماٹ میں منہ ڈالتے ھی اس میں گر پڑا اور تمام بدن اس کا نیلا ھوگیا ۔ غرض بہ ھزار خرابی اس میں سے نکلا اور جنگل کا رستہ پکڑا ۔ اور وھاں کے حیوانوں نے اسے اس رنگ کے سبب نہ پہچانا اور جانا کہ یہ کوئی بڑا جانور ھے ، اسی کو بادشاہ کیا چاھیے ۔ یہ ٹھہرا کر ان گیدڑوں نے اس کو بادشاہ کیا اور اس کے حکم میں بہ خوبی در آئے ۔ اور وہ سردار گیدڑ اس واسطے کے کہ کوئی آواز اس کی نہ پہچانے ، چھوٹے چھوٹے جانوروں کو اپنے پاس کھڑا کرتا ۔ چنانچہ دربار کے وقت اس قوم کو صف اول میں جگہ دیتا اور لومڑیوں کو دوسری میں ، ھرنوں اور بندروں کو تیری میں ، بھیڑیوں کو چوتھی میں ، شیروں کو پانچویں میں ، ھاتھیوں کو چھٹی میں ۔ اور کہتا کہ تم سب اپنے اپنے قرینے

بر حاضر رہو ۔ اور شام کو جس وقت سب گیدڑ بولتے ، وہ بھی ان کے ساتھ بولتا تھا ، اسی سبب اس کو کوئی نہ پہچانتا ۔

بعد کتنے دنوں کے وہ سردار ان سب گیدڑوں پر خفا ہوا اور ان کو اپنے پاس سے سرکا دیا اور ان کی جگہ شیروں کو اور ہاتھیوں کو دے کر سرفراز کیا ۔ جب رات ہوئی ، تب وے گیدڑ دور سے شور و غل کرنے لگے اور وہ سردار بھی اپنی جگہ پر بولا ۔ وے جانور درندے جو اس کے پاس کھڑے تھے ، اس کی آواز سن کر پہچان گئے اور آپ شرمندہ ہوئے اور اسی گھڑی انھوں نے اس کا تکا بوٹی کرلیا ۔''

یہ کہہ کر توتے نے خجستہ سے کہا '' اے کد بانو! ہر ایک شخص کا عیب و ہنر گفتگو سے معلوم ہوتا ہے :

کہاں نطق فصیح از طبع نا ہنجار ہو پیدا
فغان زاغ سے طوطی کی کب گفتار ہو پیدا
اگر ملک عراق اک ماچہ[1] خر سو بار ہو آوے
عراقی کی پر اس میں کاھے کو رفتار ہو پیدا

اب اپنے معشوق کے پاس جا اور اس سے بات چیت کر تا عیب و ہنر اس کا تجھے معلوم ہو''۔ یہ سنتے ہی خجستہ نے چاہا کہ اپنے تئیں اس کے پاس پہنچاوے ، اتنے میں صبح ہوگئی ، مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا ؛ تب یہ فرد پڑھی اور رونے لگی :

اے سحر ہائے کیا کیا تونے
وصل کی شب کو کھو دیا تونے

---

۱ ۔ نسخہ مطبوعہ الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ (ص ۴۰) میں لفظ ''ماچہ'' کی بجائے ''مادہ'' ہے ۔

اٹھارویں کہانی

یہ ہے کہ بشیر نام ایک شخص نے چندر نام عورت سے دوستی کی تھی

جب سورج چھپا اور چاند نکلا، خجستہ رخصت لینے کے (واسطے)[1] توتے (کے)[2] پاس گئی اور کہنے لگی ''اے توتے! میں تیرے پاس ہر ایک شب رخصت لینے آتی ہوں یا نصیحت سنے (سننے)، جو تو جھوٹ موٹ[3] ادھر آدھر کی باتیں بتاتا ہے اور اپنی دانائی دکھلاتا ہے؟ کیا خوب!:

اشک امڈا ہوا پھر ضبط سے کم رکتا ہے
ناصحا! اٹھ مری بالیں سے کہ دم رکتا ہے

توتا کہنے لگا '' اے خجستہ! خاطر جمع رکھ، اب جلد اپنے یار سے ملے گی، جیسے کہ ایک اعرابی نے پہلے مصیبت اٹھائی تو پیچھے راحت پائی:

اٹھاتا نہیں جب تلک کوئی رنج
تو ملتا نہیں تب تلک اس کو گنج

یہ سخن سنتے ہی خجستہ نے کہا ''اے توتے! تیرے منہ میں گھی شکر، میں واری واری۔ وہ کیوں کر مجھ سے ملے گا؟ سچ کہہ، مثل مشہور ہے '' آسا جیے نراسا مرے۔''

---

۱ - یہ لفظ نسخہ مطبوعہ لندن (ص ۴۷) میں نہیں ہے لیکن آگرہ کے مطبوعہ نسخے (ص ۴۰) میں موجود ہیں۔
۲ - ایضاً۔
۳ - نسخہ مطبوعہ لندن میں ''جھوٹھ موٹھ'' ہے۔

توتا کہنے لگا کہ کسی شہر میں بشیر نام ایک جوان خوب صورت رهتا تها ۔ چندر نام ایک عورت صاحب جمال سے اس نے دوستی کی ۔ بعد ایک مدت کے احوال ان دونوں کی دوستی کا ظاهر هوا ۔ جب اس کے خصم نے اپنی جورو کو اس کے میکے میں لے جا کر رکھا ، تب بشیر کو اس کی جدائی میں رات دن کا رونا لگ گیا اور اسی طرح سے آہ و زاری میں اپنی اوقات بسر کرتا تها ۔ کسی ایک اعرابی سے کہ وہ قدیم اس کے دوستوں میں تها ، جا کر کہا ”اے دوست جانی ! میں چندر کے گھر جاتا هوں ، اگر تو بهی میرے ساتھ چلے تو بہتر هے کہ لوگ کہتے هیں ”ایک سے دو بھلے“ ۔ اعرابی نے اس کا کہنا قبول کیا اور اس کے ساتھ هو لیا ۔

بعد دو چار دن کے اس شہر کے نزدیک پہنچ کر بشیر ایک درخت کے نیچے بیٹھا اور اس اعرابی کو اپنی خبر پہنچانے کے واسطے چندر کے گھر بھیجا ۔ آخر وہ شخص اس کے گھر جا کر اسے کہنے لگا کہ اے چندر! بشیر نے تجھ کو سلام کہا هے اور وہ تیری ملاقات کی آرزو میں فلانے درخت کے نیچے بیٹھا هے ۔ یہ خبر سنتے هی چندر بے اختیار خوش هو کر کہنے لگی ”اے شخص! تو ابهی جا اور میری طرف سے بهی اسے سلام پہنچا اور یہ پیغام دے کہ رات کو مقرر تیرے پاس اس درخت کے نیچے آؤں گی ۔ اور کچھ کچھ کہنا هے سو ملاقات پر موقوف هے ۔ جب ملوں گی تب کہوں گی ۔“

آخر وہ اعرابی اس کا پیغام لے کر بشیر کے پاس گیا اور جو جو اس نے کہا تها ، سو سو بہ خوبی اسے سنا دیا ۔ جب رات هوئی ، تب چندر ایک نہایت آراستگی سے آئی اور اس کو گلے لگا کر رونے لگی اور وہ بهی اس کو چهاتی سے لگا کر بے اختیار رو اٹھا ۔

کہوں کیا میں اس وقت کا ماجرا
کہ جس طرح روتے تھے وہ غل مچا
وہ رو رو کے دو ابر غم یوں ملے
کہ جس طرح ساون سے بھادوں ملے

بعد رونے کے بشیر نے کہا ''اے چندرا! آج کی رات تو یہاں رہے گی؟'' چندر نے کہا کہ ایک صورت سے۔ اگر یہ اعرابی ایک کام کرے تو البتہ۔ اعرابی نے پوچھا ''وہ کیا کام ہے؟ کہہ۔'' چندر نے کہا کہ میرے کپڑے پہن کر میرے گھر جا اور گھونگھٹ سے منہ چھپا کر چپکا انگنائی میں بیٹھ رہ۔ میرا خاوند آوے اور دودھ کا پیالہ لاوے اور تجھے دے کر پینے کو کہے تو تو اسے نہ لینا، نہ اپنا گھونگھٹ کھولنا۔ آخر وہ پیالہ دودھ سے بھرا ہوا تیرے پاس رکھ دے گا اور باہر چلا جائے گا۔ پھر تو اسے اس وقت مزے سے پینا اور اپنا پیٹ بھرنا۔ اعرابی نے یہ سخن قبول کیا اور اس کے گھر جا کر اسی طرح اس کی انگنائی میں گھونگھٹ سے منہ چھپا کر چپکا بیٹھ رہا۔ اتنے میں اس کا خاوند ایک پیالہ دودھ کا لیے ہوئے آیا اور اسے کہنے لگا ''جانی! یہ پیالہ میں تمھارے واسطے لایا ہوں، گھونگٹ کھولو اور دودھ پی لو۔'' غرض اس نے نہ گھونگٹ کھولا نہ پیالہ لیا۔ وہ غصے ہو کر کوڑے بازی کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں جس قدر منت کرتا ہوں اور تعشق جتاتا ہوں تو نہ منہ کھولتی ہے، نہ بولتی ہے۔

حاصل کلام یہاں تک کوڑے بازی کی کہ پیٹھ اس کی نیلی ہو کر اُدھڑ اُدھڑ گئی اور آپ چلا گیا۔ جب وہ باہر نکلا، تب اعرابی کبھی اپنے احوال پر روتا تھا اور کبھی ہنستا۔ اتنے میں چندر کی ماں نے آ کر سمجھایا کہ بی بی! تجھے ہمیشہ نصیحت کرتی

هوں کہ بنو ! ہر گھڑی نکٹوڑا خاوند سے اچھا نہیں ، جانی ! تو اس کی اطاعت کیوں نہیں کرتی ؟ اگر بشیر کا غم کرتی ھے تو پھر کبھی خاوند کا منہ نہ دیکھے گی ۔ یہ کہہ کر اس کی بہن کے پاس گئی اور کہنے لگی ''ما (ماں) واری ، تو جا اور اس کو سمجھا کہ تو کیوں اپنے خاوند سے سازش[1] نہیں کرتی ۔ یہ بات سنتے ھی چندر کی بہن کہ سچ مچ کی چندر ماہ سی خوب صورت تھی ، آئی اور اعرابی کے گلے لگ کر کہنے لگی ''بوا ! تو اپنے خاوند سے مت روٹھ ''۔ اعرابی نے جو اس کا مکھڑا دیکھا تو وہ اپنا دکھ بھولا اور چادر منہ سے اٹھا کر کہنے لگا کہ تیری بہن بشیر کے پاس گئی ھے اور مجھے یہاں بھیجا ھے ۔ دیکھ تو میں نے اس کے واسطے کیا آفت سہی ، اب تجھے لازم ھے کہ تو میرے پاس رھے اور یہ راز فاش نہ کرے ۔ نہیں تو میں اور تیری بہن دونوں رسوا ھوں گے ۔ یہ بات سن کر وہ ھنسی اور اس کے ساتھ سو رھی ۔ قریب صبح کے وہ اعرابی چندر کے پاس گیا اور چندر نے اس سے پوچھا کہ شب کیوں کر کٹی اور تم پر کیا گزری ۔ اس نے سب احوال اس کے شوھر اور بہن کا کہا اور اپنی پیٹھ دکھا کر رو دیا ۔ چندر نہایت شرمندہ ھوئی . . .۔[2]

توتے نے یہ کہانی بیان کرکے کہا ''اے خجستہ ! اب سدھار اور اپنے معشوق سے لطف اٹھا ۔ خجستہ نے یہ سنتے ھی چاھا کہ جاوے ، اتنے میں فجر ھوئی اور مرغ نے بانگ دی ۔

۱- یہاں لفظ ''سازش'' لغوی معنوں میں استعمال ھوا ھے ، یعنی نبھاؤ ، میل ملاپ ۔

۲- یہاں سے کچھ عبارت کثافت کی وجہ سے حذف کر دی گئی ھے ۔

جانا اس کا اس زور بھی یوں ہیں (ہی) رہا ، تب یہ فرد پڑھ کر زار زار رونے لگی :

مجھے جس سحر نے جدا یار سے
کیا تھا ، وہی پھر یہ آئی سحر

انیسویں نقل

یہ ہے کہ ایک تاجر کے گھوڑے کی لات سے کسی سوار کی گھوڑی مرگئی

جب سورج چھپا اور چاند نکلا ، خجستہ اچھے کپڑے پہن رخصت لینے توتے کے پاس گئی اور کہنے لگی ''آج فرقت کے باعث کچھ دل کو بے قراری نہایت معلوم ہوتی ہے :

پہنچا دے یہ پیام کوئی کوئے یار تک
بے اختیاری تھام چکی اختیار تک

اگرچہ میں اپنے محبوب کے پاس جا سکتی ہوں مگر بغیر رخصت تیرے مصلحت نہیں دیکھتی کیونکہ میں تیری عقل پر اعتماد رکھتی ہوں ۔ اگر آج کی رات رخصت دے تو تمام عمر تیری احسان مند رہوں گی اور دعائیں دیا کروں گی ۔'' توتے نے کہا ''اے کد بانو ! جو عقل مند ہوتے ہیں سو بے مصلحت کام نہیں کرتے ۔ تو خود دانش مند ہے کہ بے مشورت کے کبھی کچھ کام نہیں کرتی ۔ یہ سچ ہے اگر کوئی خدا نہ خواستہ

تجھ سے دشمنی کرے گا تو ہرگز تو اپنے شعور کے سبب اور تدبیر کی راہ سے کسی بلا میں نہ پڑے گی۔ جس طرح ایک سوداگر نے اپنے علم اور دانائی کی راہ سے ایک ایسا حیلہ کیا کہ پشیمان نہ ہوا۔"

دانا کو کسی طرح سے ذلت نہیں حاصل
حرمت[۱] نہیں رکھتا ہے کس طرح سے جاہل

خجستہ نے پوچھا " اس کی کہانی کیوں کر ہے، کہہ؟"

توتا کہنے لگا کہ اگلے زمانے میں ایک سوداگر نہایت عقل مند ایک گھوڑا بدخو رکھتا تھا۔ ایک دن وہ سوداگر اپنے ڈھڑے میں بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا۔ اسی عرصے میں ایک شخص گھوڑی پر سوار وہاں آیا اور اُتر کر اس کو سوداگر کے گھوڑے کے پاس باندھنے لگا اور مستعد کھانا کھانے کا ہوا۔ سوداگر نے اسے (اس سے) کہا کہ میرے گھوڑے کے پاس نہ باندھو، خطا پاؤ گے اور میرے ساتھ کھانا نہ کھاؤ شرمندگی اٹھاؤ گے۔ اس نے یہ بات نہ سنی۔ گھوڑی کو وہیں باندھا اور آپ سوداگر کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔

اس نے کہا "تو کون ہے کہ بے میرے کہے میرے ساتھ کھانا کھاتا ہے؟" اس نے اپنے تئیں بہرا بنایا اور کچھ جواب نہ دیا۔ تب سوداگر نے جانا کہ یہ بہرا ہے یا گونگا۔ یہ سمجھ کر پکا ہو رہا۔ اتنے میں اس گھوڑے نے ایک

---

۱ - نسخہ مطبوعہ لندن (ص ۹۷) میں دوسرا مصرع ساقط الوزن ہے۔ آگرہ کے مطبوعہ نسخے (ص ۴۳) میں مصرع کی شکل درست تھی لہذا اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔ لندن والے نسخے میں دوسرے مصرع کی شکل حسبِ ذیل ہے:

حرمت نہیں رکھتا کسی کے رو برو جاہل

ایسی لات ماری کہ اس گھوڑی کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مرگئی ۔ اس سوار نے قضیہ شروع کیا اور کہا کہ قیمت اس کی میں تجھ سے لاکلام لوں گا۔ تیرے گھوڑے نے میری گھوڑی مار ڈالی ھے ۔ پھر اس شخص نے قاضی کے پاس جا کر فریاد کی ۔ قاضی نے اس سوداگر کو بلوایا ۔ اس نے دربار میں حاضر ہو کر اپنے تئیں گونگا بنایا ۔ جو بات قاضی نے اسے (اس سے) پوچھی ، کچھ جواب نہ دیا ۔

قاضی نے کہا ''یہ گونگا ھے ، اس کی کچھ خطا نہیں ۔'' مدعی نے عرض کی کہ حضرت سلامت ! آپ نے کیوں کر معلوم کیا کہ یہ گونگا ھے ؟ اس نے پہلے ھی مجھ سے کہا تھا کہ یہ گھوڑا شوخ ھے ، اس کے پاس اپنی گھوڑی نہ باندھ ۔ اب اس نے اپنے تئیں گونگا کیا ھے ۔ قاضی نے کہا ''بے ! تو بڑا احمق حرام زادہ ھے ۔ آپ ھی اس کے منع کرنے کی گواھی دیتا ھے اور آپ ھی گھوڑی کا دعویٰ رکھتا ھے ۔ اس میں اس کی تقصیر کیا ھے ۔ چل دور ھو سامھنے (سامنے) سے ۔ غرض قاضی نے اس کو نکلوا دیا اور سوداگر کو رخصت کیا ۔

یہ کہہ کر توتے نے خجستہ سے کہا ''اچھا اب دیر نہ کرو ، جاؤ اور اپنے معشوق کو گلے لگاؤ ۔'' کدبانو نے یہ سنتے ھی چاھا کہ جاوے اور اس محبوب کو گلے لگاوے ، اتنے میں صبح ھوگئی اور مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ھوا ؛ تب یہ فرد پڑھی اور رونے لگی :

اے سحر ھاتھ سے تیرے اب میں
شب امید اپنی کھو بیٹھی

بیسویں داستان

اس عورت کی جو مکر کر کے شیر کے ہاتھ سے بچ گئی

جب سورج چھپا اور چاند نکلا، خجستہ رخصت لینے توتے کے پاس گئی اور کہنے لگی ''اے محرم راز! میرے اوپر رحم کر اور آج کی رات جلد مجھے رخصت دے اور جو مجھ سے کہنا ہے سو جلدی کہہ دے۔'' توتے نے کہا ''اے کد بانو! میں نے تجھے بار ہا آزمایا ہے پر عاقل ہی پایا ہے۔ نصیحت میری کچھ درکار نہیں۔ خدا نہ خواستہ اگر کوئی حادثہ تجھ پر پڑے تو تو بھی ویسے ہی حیلہ کرنا جیسا ایک عورت نے شیر کے ساتھ جنگل میں کیا تھا کہ جس کے سبب کوئی آفت اسے نہ پہنچی۔ خجستہ نے پوچھا ''وہ حکایت کون سی ہے؟ کہہ۔''

توتا کہنے لگا کہ کسی شہر میں ایک شخص تھا۔ اس کی جورو نہایت بد خو اور زبان دراز تھی۔ ایک دن اس کے شوہر نے کسی تقصیر پر کئی کوڑے اس کو مارے۔ وہ عورت اپنے دونوں لڑکوں کو لے کر جنگل میں چلی گئی۔ اتفاقاً ایک شیر نظر آیا۔ اس کو دیکھ کر ڈری اور هراساں ہو کر کہنے لگی ''میں نے برا کیا جو شوہر کی بے مرضی باہر آئی۔ اگر اب کچھ آفت اس شیر کے ہاتھ سے مجھ پر نہ پڑی تو پھر کبھی گھر سے نہ نکلوں گی اور اس کی فرماں برداری میں رہا کروں گی۔''

آخر اس عورت نے ایک بہانہ کر کے شیر سے کہا ''اے شیر! میرے پاس آ اور ایک بات میری سن۔'' شیر نے متعجب ہو کر اس عورت سے کہا ''کیا کہتی ہے؟ کہہ''

وہ بولی کہ اس جنگل میں ایک ایسا بڑا شیر ھے کہ جس سے آدم و حیوان سب ڈرتے ھیں اور بادشاہ بھی اس کے کھانے کے واسطے دو چار آدمی بھجوایا کرتا ھے ، جس طرح سے آج میری اور ان دونوں لڑکوں کی باری ھے ۔ اگر تیرا جی چاھے تو ان لڑکوں کو مجھ سے لے اور کھا کر اس جنگل سے بھاگ تاکہ میں بھی اکیلی ھو کر اپنی راہ پکڑوں ۔

یہ بات سن کر شیر نے کہا ''اچھا جب تو نے تمام احوال اپنا مجھ سے کہا تو مجھے لازم نہیں کہ تجھے یا تیرے لڑکوں کو کھاوں ، کس واسطے کہ مجھے بھی بھاگنے کی فرصت نہیں ۔'' یہ کہہ کر شیر نے ایک طرف کی راہ لی اور وہ بھی اپنے بچوں سمیت گھر آئی ، پھر تمام عمر اپنے خاوند کی فرماں برداری میں رھی ۔''

یہ کہہ کر خجستہ سے کہا ''اب دیر مت کر ، اپنے معشوق کے پاس جا ۔''

جا کر اپنے یار کے سینے سے لگ سو
رین دنا کے پیر[1] کو دونوں کر سے دھو

یہ سنتے ھی خجستہ نے چاھا کہ اس کے پاس جاوے اور مزا زندگی کا اٹھاوے ، اتنے میں صبح ھوگئی ، مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ھوا ؛ تب یہ دوھا پڑھا اور رونے لگی ۔

پیتم[2] یہ مت جانیو کہ تو ھے بچھڑے موھے چین
ڈار ھے بن کی لاکڑی سلگت ھوں دن رین

۱۔ نسخہ مطبوعہ آگرہ میں ''بیر'' ھے ۔

۲۔ نسخہ مطبوعہ آگرہ میں اس دوھے کی شکل حسب ذیل ھے ۔

پیتم یہ مت جانیو کہ بچھڑے موھے چین
جیسے بن کی لاکڑی سلگت ھوں دن رین

اکیسواں قصہ

بادشاہ اور بادشاہ زادوں اور مینڈک اور سانپ کا یہ ہے

جب سورج چھپا اور چاند نکلا ، خجستہ رخصت لینے توتے کے پاس گئی اور کہنے لگی ۔ ''اے توتے ! وہ کون سا وقت ہوگا کہ اس کے پاس پہنچوں گی ؟ اور چاہتی ہوں کہ جاؤں پر نہیں جا سکتی ۔''

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریٔ دل نے آخر کام تمام کیا

اور نہیں جانتی کہ نصیب میرے کیسے ہیں جو اس سے جدا رکھتے ہیں ۔''

توتے نے کہا ''اے خجستہ ! اب دل میرا گواہی دیتا ہے کہ تو جلد اپنے معشوق سے ملے گی ، لیکن اس سے ملے تو شرطیں تمام دوستی کی بجا لانا ، اور کوئی بات باقی مت رکھنا ، جس طرح سے کہ خدمت شہزادے کی خالص اور مخلص نے کی تھی ۔'' کد بانو نے کہا کہ حکایت ان کی کیوں کر ہے ؟ بیان کر ۔

توتا کہنے لگا کہ کسی وقت میں ایک بڑا بادشاہ تھا اور اس کے دو بیٹے تھے ۔ جب بادشاہ نے اس دنیا سے کوچ کیا ، تب تاج و تخت کا مالک بڑا بیٹا ہوا اور اس نے چاہا کہ چھوٹے بھائی کو مار ڈالے ، تب وہ بے چارہ ڈرا اور اس شہر سے بھاگا ۔ بعد کئی روز کے ایک تالاب پر پہنچ کر کیا دیکھتا ہے کہ

ایک مینڈک کو سانپ پکڑے ہے اور مینڈک غل مچاتا ہے اور یہ دوھا پڑھتا ہے:

یا رب ایسے وقت میں ایسا کوئی آئے
منہ سے جو اس سانپ کے مری جان بچائے

یہ دوھرا اس مینڈک سے سنتے ہی شہزادے نے ایسا ڈانٹا کہ مارے ڈر کے سانپ نے منہ چھوڑ دیا ۔ مینڈک پانی میں چلا گیا ، سانپ وہیں کھڑا رہا ؛ تب شہزادے نے سانپ سے شرمندگی کھینچی اور یہ بات اپنے جی میں کہی کہ کس واسطے میں نے نوالہ اس کا اس کے منہ سے چھڑایا ، یہ کیا کیا ۔ آخر تھوڑا سا گوشت اپنے بدن سے کاٹ کر شہزادے نے سانپ کے آگے ڈال دیا اور وہ گوشت کی بوٹی منہ میں لیے اپنی مادہ کے پاس گیا ۔ اور اس کی مادہ نے جس وقت گوشت کو کھایا ، وہ اس سے کہنے لگی کہ تو یہ گوشت مزے دار کہاں سے لایا ؟ سانپ نے سب احوال اس سے کہا ، تب سانپنی نے کہا کہ جو شخص کہ تیرے ساتھ ایسا احسان کرے ، پس تجھ کو بھی لازم ہے کہ تو بھی شکر اس کا بجا لاوے اور اس کی خدمت میں حاضر رہے ۔

غرض سانپ آدمی کی صورت ہو کر شہزادے کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ نام میرا خالص ہے ، یہ چاھتا ہوں کہ خدمت میں آپ کی حاضر رہوں ۔ شہزادے نے قبول کیا ۔

اور وہ مینڈک جو اس سانپ کے منہ سے چھوٹا تو لہولہان اپنی مادہ کے پاس گیا اور یہ سب احوال اپنی مادی سے کہا ؛ تب اس نے کہا ''اب تو اس شخص کی خدمت میں جا کر حاضر رہ ۔'' آخر مینڈک بھی سانپ کی طرح آدمی کی صورت ہو کر شہزادے کی خدمت میں گیا اور کہا کہ نام میرا مخلص ہے ۔ آرزو

رکھتا ہوں کہ میں آپ کی خدمت میں نوکروں کی طرح حاضر رہوں ۔ شہزادے نے اس کو بھی اپنی خدمت میں رکھا ۔

پھر وے تینوں وہاں سے چلے اور کسی شہر میں پہنچے ۔ شہزادے نے وہاں کے بادشاہ سے جا کر عرض کی کہ میں ایسی شجاعت رکھتا ہوں کہ اکیلا سو آدمی سے لڑسکتا ہوں ۔ اگر ہزار روپے کا روز پاؤں تو خدمت عالی میں حاضر رہوں ، اور جس وقت جو کام فرمائیے گا ، ووں ہیں (وہیں) اسے سرانجام کو پہنچاؤں گا ۔ بادشاہ نے اس کو نوکر رکھا اور ہزار روپے کا روز مقرر کیا ۔ شاہزادہ ہر روز ہزار روپے لے کر سو آپ خرچ کرتا ، دو سو ان دونوں ساتھیوں کو دیتا ، باقی خدا کی راہ میں خیرات کرتا ۔ ایک دن بادشاہ مچھلی کے شکار کو گیا ، اتفاقاً اس کی انگوٹھی دریا میں گر پڑی ، ہر چند جستجو کی ، وہ ہاتھ نہ آئی ؛ تب شاہزادے سے کہا ''میری انگوٹھی دریا سے نکل لا ۔'' شاہزادے نے اپنے ہمراہیوں کو کہا کہ بادشاہ نے یوں ارشاد کیا ۔ انھوں نے عرض کی کہ یہ کون سا کام ہے جو بادشاہ نے تمھیں فرمایا ہے ! پھر مخلص نے کہا کہ خاطر جمع رکھیے ، یہ کام میرا ہے ، میں بجا لاتا ہوں ۔ ووں ہیں (وہیں) مخلص مینڈک کی صورت بن کر دریا میں گیا اور غوطہ مار کر انگوٹھی لے آیا ۔ شہزادہ اس انگوٹھی کو لے کر بادشاہ کے پاس گیا ، بادشاہ نے انگوٹھی لے لی اور اس پر نہایت مہربانی فرمائی ۔

بعد کئی دن کے بادشاہ کی بیٹی کو سانپ نے کاٹا ۔ حکیموں نے بہت سی دوا کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا ؛ تب بادشاہ نے شہزادے سے کہا کہ میری لڑکی کو اچھا کر ۔ شہزادہ اس بات سے حیران ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ یہ کام میرا نہیں ۔ خالص نے اپنی عقل سے دریافت کیا اور کہا کہ

مجھے اس لڑکی کے پاس لے چلو اور ایک خلوت خانے میں ہم دونوں کو بٹھلاؤ ۔ خدا کے فضل سے میں اسے اچھا کروں گا ۔

غرض شہزادہ اسے لے گیا اور ایک حجرے میں دونوں کو بٹھا کر نکل آیا ۔

خالص نے اپنے منہ کو اس سانپ کے زخم پر رکھا اور زہر سب چوس لیا ۔ لڑکی اسی وقت اچھی ہوگئی ۔ تب بادشاہ شہزادے سے یہاں تک خوش ہوا کہ اس لڑکی کا بیاہ اس کے ساتھ کردیا اور اپنا ولی عہد کیا ۔

کئی دن کے بعد خالص اور مخلص نے عرض کی ۔ ''اب ہم رخصت چاہتے ہیں ۔'' شہزادے نے کہا کہ یہ کون سا وقت ہے کہ رخصت مانگتے ہو ۔ خالص نے کہا کہ میں وہی سانپ ہوں کہ مجھے گوشت اپنے بدن کا کھلایا تھا تو نے اور مخلص نے کہا کہ میں وہی مینڈک ہوں کہ مجھے سانپ کے منہ سے چھڑایا تھا ۔ اب امید وار ہیں کہ اپنے اپنے گھر جاویں ۔ شہزادے نے دونوں کو رخصت کیا ۔

یہ کہانی خجستہ سے توتے نے کہہ کر کہا ''اچھا اب جا اور دیر نہ لگا ۔'' کدبانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے اور اپنے یار کو گلے لگاوے ، اتنے میں صبح ہوئی ، مرغ بولا ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا ؛ تب یہ دوہرا پڑھ کر رونے لگی :

نین دوؤ دھوندھڑ بھئی اور نیر رہیو بھرپور
انجن کارن بھیجیو تنک چرن کی دھور

بائیسویں کہانی

ایک سوداگر کی بیٹی کے گم ہونے کی

جب آفتاب چھپا اور ماھتاب نکلا ، خجستہ رخصت لینے توتے کے پاس گئی اور متفکر ھو کر بیٹھی۔ توتے نے اس کو حیران دیکھ کر کہا ''اے کد بانو ! آج کی رات کیوں اس قدر متفکر ھے ؟

تجھے دیکھنا یوں گوارا نہیں
اس اندوہ کا مجھ کو یارا نہیں

نہ بی بی ! خدا کے لیے کسی چیز کا غم نہ کھا اور کچھ اندیشہ اپنے جی پر نہ لا ۔

یہ تیری جوانی یہ کچھ تجھ پہ غم
ستم ھے ، ستم ھے ، ستم ھے ، ستم

جب خجستہ نے یہ مضمون توتے کی زبان سے سنا ، تب اسی ڈھب کے شعر پڑھے :

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا
چپ رھوں چپ رہا نہیں جاتا
بے ملے اس کے بن نہیں پڑتی
اور ملوں تو ملا نہیں جاتا

پھر کہنے لگی کہ اے توتے ! مین رات سے اسی فکر میں ھوں کہ معشوق میرا دانا ھے یا نادان ، یا عالم ھے یا جاھل۔ اگر چترا ھے تو اس سے دوستی کرنا بہتر ھے اور اگر مورکھ ھے تو اس سے دور ھی رھنا اچھا ، کیونکہ بے قوف سے دوستی کرنا ایسا ھے کہ جیسا کوئی اپنے جی سے دشمنی کرے بلکہ بن آئی

ھی مرے۔ توتے نے کہا ”اے خجستہ! اس وقت تو جا اور یہ نقل سوداگر کی بیٹی کے گم ہونے کی اس سے کہہ۔ عقل مندی اور ہوشیاری اس کی آس سے آزما۔ اگر تیرے سوال کا جواب اچھا دے تو دانا جانیو، نہیں تو نادان سمجھیو۔“ خجستہ نے پوچھا ”وہ حکایت کیوں کر ھے؟ کہہ۔“

توتا کہنے لگا کہ کابل میں ایک سوداگر نہایت مال دار تھا اور اس کی زھرہ نام ایک بیٹی بہت خوبصورت تھی۔ تمام شہر کے عمدہ اس کی آرزو رکھتے تھے، پر وہ کسو کو قبول نہ کرتی تھی، اور اپنے باپ سے یہی کہتی تھی کہ میں اس شخص سے شادی کروں گی جو دانش مند کامل ھو یا ھنر مند بے بدل۔

اس بات کا شہرہ ھر ایک شہر میں پہنچا۔ غرض کسی ملک میں تین جوان تھے کہ وے اپنے برابر کوئی ھنر مند و ھوشیار اس زمانے میں نہ رکھتے تھے۔ وے تینوں کابل میں جا کر اس سوداگر سے کہنے لگے ”اے شخص! اگر تیڑی لڑکی شوھر ھنر مند چاھتی ھے تو ھم تینوں آدمی حاضر ھیں کہ بالفعل اس جہان میں ھمارے برابر ھنر مند اور کوئی نہیں۔“ وونہیں ان میں سے ایک نے کہا ”میں یہ ھنر رکھتا ھوں کہ جو چیز گم ھو، اسے بتا دیتا ھوں اور جس جگہ ھو ٹھکانا لگا دیتا ھوں۔“ دوسرے نے کہا ”میں کاٹ (کاٹھ) کا گھوڑا ایسا بناؤں کہ حضرت سلیمان کے تخت سے بھی آگے آڑاؤں۔“ تیسرے نے کہا ”میں وہ تیر انداز ھوں جو میرے تیر کا پھل کھاوے سو کھیت چھوڑ باھر نہ جاوے۔“

یہ سخن سن کر وہ تاجر اپنی بیٹی کے پاس گیا اور کہنے لگا ”بابا! آج تین شخص ایسے ھنر مند آئے ھیں۔ اب کیا کہتی ھے؟“ اس نے ان کی تعریف سن کر کہا ”بابا جان! میں اپنے

جی میں سوچ کر کل اس بات کا جواب دوں گی اور ان میں سے
ایک کو قبول کروں گی۔ یہ بات کہہ کر آپ رات کے وقت
گم ہوگئی۔ صبح کو اس کے باپ نے ہر چند ڈھونڈھا، کہیں نہ
پایا۔ خدا جانے کہاں گئی۔ صبح کو سوداگر اس شخص کے
پاس گیا جو احوال گم ہونے کا جانتا تھا اور پوچھا ''سچ کہہ
میری لڑکی یہاں سے کہاں گئی اور کہاں ھے؟'' اس نے یہ بات سنتے
ھی تامل کیا اور بعد ایک گھڑی کے کہا کہ اس کو ایک
پری فلانے پہاڑ پر لے گئی ھے کہ وھاں نہ کوئی جا سکتا ھے
نہ کوئی اس کی خبر لا سکتا ھے۔ تب اس سوداگر نے دوسرے
سے کہا کہ تو گھوڑا کاٹھ کا بنا کر اس تیسرے جوان تیرانداز
کو دے کہ وہ اس گھوڑے پر سوار ھو کر جاوے اور اس پری
کو تیر سے مار کر میری لڑکی کو اپنے پیچھے چڑھا کر لے آوے۔

آخر کار اس نے کاٹھ کا گھوڑا بنا کر اس تیر انداز کو دیا
اور وہ اس گھوڑے پر سوار ھو کر اس پہاڑ پر گیا اور ایک ھی
تیر سے اس پری کو مار کر اسے لے آیا۔ پھر وہ تینوں جوان اس
لڑکی پر عاشق ھو کر آپس میں قضیہ کرنے لگے اور ہر ایک یہی
چاھتا تھا کہ میں ھی اپنی شادی اس کے ساتھ کروں۔

توتے نے یہ سخن جس گھڑی یہاں تک پہنچایا، خجستہ سے
کہا ''یہ حکایت اپنے معشوق سے پوچھ کہ وہ لڑکی ان تینوں میں
سے کس کو دینی بہتر ھے اور وہ کسے پہنچتی ھے؟ اگر جواب
با صواب دیوے تو جانیو کہ ھوشیار ھے اور نہیں تو نالائق و
نابکار۔''

خجستہ نے کہا ''اے توتے! پہلے تو ھی کہہ دے کہ وہ
کسے پہنچتی ھے؟ بھلا میں بھی دریافت کر رکھوں۔'' توتے نے
کہا ''اس شخص کو جو پری کو مار کر اسے لے آیا، کیونکہ

ان دونوں نے ہنر دکھلایا تھا اور وہ اپنے جی پر کھیلا تھا ، جو ایسے خوف کے مکان پر گیا اور اس کو لے آیا ۔''

توتے نے یہ کہانی تمام کرکے کہا ''اے خجستہ ! اب جا اور اس سے مل ۔''

کہاں پھر یہ موسم جوانی کہاں
غنیمت سمجھ صحبت دوستاں

خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ وہ جاوے اور اس گل رو کو گلے لگاوے ، اتنے میں صبح ہو گئی ، مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا ؛ تب یہ دوہا بڑھا اور رونے لگی :

نینن اندر آو تو پلک ڈھانپ میں لوں
نانا میں دیکھوں اور کو نا توھے دیکھن دوں

تیئیسویں نقل

یہ ہے کہ ایک برہمن رائے بابل کی بیٹی پر عاشق ہوا تھا

جب آفتاب چھپا اور مہتاب نکلا ، تب خجستہ رخصت لینے توتے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اے عقل مند ! بھلی بات کی نصیحت کرنے والے ! و اے وفادار حرمت کے رکھنے والے ! بہتر یہی ہے کہ آج مجھے جلد رخصت کر :

ساقی خبر شتاب لے میرے خمار کی
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

اور نہیں تو صاف صاف جواب دے کہ صبر کرکے بیٹھ رہوں اور یہ فرد پڑھا کروں :

بلبلو جاؤ تمھیں گل کے گلے سے لگیو
دست صیاد سے گلشن کو تو رو بیٹھی میں

توتا کہنے لگا کہ اے خجستہ ! میں تجھے ہر ایک شب رخصت کرتا ہوں ، پر نہیں جانتا کہ نصیب تیرے کیسے ہیں جو تجھ سے یاری نہیں کرتے - بہتر ہے کہ آج شتاب اپنے معشوق کے پاس جا اور اس سے ملاقات کر ، لیکن یہ نصیحت میری یاد رکھیو کہ جو کام کرنا ، سو ایسا کرنا جس کے سبب سے کسی آفت میں نہ پڑے بلکہ کچھ فائدہ اُٹھاوے - جس طرح سے ایک برہمن رائے بابل کی بیٹی پر عاشق ہوا اور ایک تدبیر سے معشوق مع مال و اسباب اس کے ہاتھ لگا - اور کسی آفت میں نہ پھنسا :

شرط سلیقا ہے ہر ایک امر میں
عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

خجستہ نے پوچھا کہ وہ حکایت کیوں کر ہے ؟ بیان کر "

توتا کہنے لگا " کسی وقت میں ایک برہمن خوبصورت و عقلمند گردش فلکی سے اپنے شہر کو چھوڑ کر رائے بابل کے ملک میں گیا اور ایک دن کسی باغ میں جا کر سیر گل و غنچے کے کرنے لگا - قضا کار رائے بابل کی بیٹی بھی اسی چمنستان میں بہار لالہ و نسرتن کی دیکھتی پھرتی تھی ؛ اتفاقاً نظر اُس برہمن کی اُس مہ جبین پر پڑی اور اس لڑکی کی بھی آنکھ اُس برہمن مہر طلعت کی آنکھ سے لڑی - جوانی کی اُمنگ نے اپنی قوت دکھلائی اور شعلۂ عشق

نے آتش محبت دونوں طرف بھڑکائی ۔ حاصل کلام یہ ہے :

ہوئے دونوں وے عشق کے دست گیر
مقید وہ اُس کا وہ اس کی اسیر

بعد دو چار گھڑی کے وے دونوں اپنے گھر آن کر ، وہ دیوانی ہوئی اور یہ بیمار پڑا ۔ آخر وہ برہمن ایک جادوگر کے پاس جا کر اس کے قدم پر گر پڑا اور یہ قطعہ پڑھنے لگا :

رنج کھینچے ہیں داغ کھائے ہیں
دل نے صدمے بڑے اُٹھائے ہیں
اب قدم آپ کے نہ چھوڑوں گا
بڑی محنت سے میں نے پائے ہیں

اُس جادوگر کی یہاں تک خدمت کی کہ وہ اس کی جاں فشانی دیکھ کر شرمندہ ہوا اور ایک دن مہربان ہوکر پوچھنے لگا ''اے غریب آشفتہ طبیعت ! تو آزمایش چاہتا ہے یا کچھ کام دنیوی رکھتا ہے ؟ جو کچھ تجھے درکار ہو اس کا انجام یہ فقیر کردے۔'' برہمن نے یہ سخن سن کر اس جادوگر کے سامنے ہاتھ باندھ کر احوال اپنا بہ خوبی تمام ظاہر کیا : جب اس نے کہا کہ خیر ، میں جانتا تھا کہ مجھ سے کان زر چاہے گا یا کچھ ایسا کام کہے گا کہ وہ مجھ سے بھی نہ ہوسکے گا ۔ اور آدمی سے آدمی کا ملانا کیا بڑی بات ہے ۔

یہ کہہ کر اسی گھڑی ایک مہرہ حکمت کا بنا کر اس برہمن کو دیا اور کہنے لگا کہ یہ مہرہ اگر مرد اپنے منہ میں رکھے تو عورت معلوم ہووے اور اگر عورت رکھے تو مرد کی شکل پیدا کرے ۔ یہ کہہ کر ایک دن وہ جادوگر اس برہمن کی شکل ہو اور اُس برہمن کو برہمنی کی صورت بنا کر رائے بابل کے پاس جا کر کہنے لگا کہ مہاراج کی جے ہو ! میں برہمن ہوں ،

میرا لڑکا دیوانہ ہو کر کہیں چلا گیا ، یہ اس کی جورو ہے ۔ اگر اس کو اپنے گھر میں دو چار دن کے واسطے جگہ دو گے تو میں اس عرصے میں اپنی لڑکے کو ڈھونڈھ نکالوں گا ۔ رائے بابل نے یہ بات اس کی قبول کی ، اس برھمنی کو اپنے گھر میں جگہ رھنے کو دی اور اس برھمن جادوگر کو کچھ خرچ راہ دلوا کر رخصت کیا ، پھر اس برھمنی کو اپنی بیٹی کے پاس رکھا ۔

کیوں دیکھا ! کس حکمت سے اس جادوگر نے برھمن کو اس کی آشنا کے پاس پہنچایا اور آپ بھی کچھ روپے لے کر اپنے گھر گیا ۔

غرض وہ لڑکی برھمنی کو بہت پیار کرنے لگی ۔ تب ایک دن اس نے پوچھا کہ رنگ تیرا دن بہ دن زرد ہوا جاتا ھے اور آنکھوں میں آٹھوں پہر آنسو ھی بھرا رھتا ھے ۔ بیماروں کا سا حال بنایا ھے ، سچ کہہ کیا کسی پر دل لگایا ھے ؟ اس لڑکی نے چاھا کہ احوال اپنا اس سے چھپاوے ، پر برھمن نے اس سے چالاکی کرکے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تو کسی پر عاشق ھے ، اگر راز اپنا مجھ سے کہے گی تو کار سازی تیری کردوں گی ۔ تب اس لڑکی نے تمام حقیقت اپنی مو بہ مو اس طور سے کہہ سنائی کہ میں ایک برھمن بچے پر مرتی ہوں اور اسی کے غم میں اپنی جوانی کے دن بھرتی ہوں ۔ وہ برھمن جو برھمنی کے بھیس میں تھا ۔ کہنے لگا کہ سچ کہہ اگر تو اس برھمن کر دیکھے تو پہچانے ؟ اس نے کہا ”البتہ ، اگر اس کو دیکھوں گی تو پہچانوں گی ۔“ اس نے وہ مہرہ اپنے منہ سے اگل دیا ، ووھیں پھر اپنی اصلی صورت پر آگیا اور اس نے اسے پہچان کر خوب سا گلے لگا لیا اور ایک عجیب طرح کا چین اٹھایا ۔

بعد کتنے دنوں کے آپس میں مشورت کرکے کہنے لگے کہ

اب یہاں کا رهنا اچھا نہیں بلکه بہتر یه هے که اس ملک سے نکلیے ، اور کسی شہر میں چل کر بے کھٹکے رهیے۔ یه ٹھہرا کر رائے بابل کی بیٹی نے بہت سا زر و جواهر اپنے باپ کے خزانے سے لے کر برهمن کے ساتھ آدهی رات کو اپنے گھر سے باهر نکلی اور کسی ملک کی راه لی ۔ اور کئی دن میں کسی بادشاه کے شہرمیں جاکر داخل هوئے اور ایک مکان سر بازار اچھا سا بنا کر رهنے لگے اور تمنا اپنے دل کی بے دهڑک هو کر نکالنے ۔ اور اگر کبھی اختلاط کے وقت شعر خوانی پر جی چلتا تو هر ایک یه قطعه پڑھتا :

صبح تو جام سے گزرتی هے
شب دل آرام سے گزرتی هے
عاقبت کی خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گزرتی هے

جب اس لڑکی کے باپ نے ان دونوں کو وهاں نه دیکھا ، نہایت فکر مند هوا اور هر چند ڈهونڈها ، سراغ بھی نه ملا ، کیونکه وه اس کے ملک سے نکل کر کسی اور سرحد میں گئے تھے ۔''

توتے نے یه کہانی کہه کر کہا '' بی بی ! اب جلدی سدهارو اور حسرتیں دل کی اس سے مل کر نکالو ۔'' کد بانو نے سنتے هی چاها که جاوے اور لذت زندگانی کی اس سے اٹھاوے ، اتنے میں صبح هوئی اور مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف هوا ، تب یه بیت پڑھی اور رونے لگی :

چھوٹ جاویں غم سے هر دم کے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی جو تم کہیں اور هم کہیں

چوبیسویں داستان

یہ ہے کہ رائے بابل کا بیٹا کسی کی بیٹی پر عاشق ہوا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا ، خجستہ رخصت لینے توتے کے پاس گئی اور کہنے لگی ''میں یہی چاہتی ہوں کہ اپنے معشوق کے پاس جاؤں اور پہلے اس کی عقلمندی دریافت کروں ۔ اگر عقلمند پاؤں گی تو دوستی کروں گی اور نہیں تو باز رہوں گی اور صبر کروں گی ؛ کس واسطے کہ شعور مندوں نے کہا ہے '' تا مقدور تین شخصوں سے آشنائی نہ کیا چاہیے اور ان کی آشنائی کا اعتماد نہ کریے :

اول عورتوں کی دوستی کا ۔

دوسرے لڑکوں کے اخلاص کا ۔

تیسرے احمقوں کے ساتھ کا ۔''

مشہور ہے ''دانا کی دشمنی نادان کی دوستی سے بہتر ہے ۔'' توتے نے کہا کہ اے بی بی ! جو تو کہتی ہے سو سچ کہتی ہے ۔ بہتر ہے کہ اس رات ایک حکایت اپنے دوست کے سامنے بیان کرے اور اس سے پوچھے ۔ اگر جواب ایسا دے کہ جو پسندیدہ ہو تو اسے عاقل و ہوشیار سمجھو اور اچھا نہ دے تو نادان جانیو ۔ خجستہ نے پوچھا ''وہ نقل کون سی ہے جو اس سے پوچھوں ؟''

توتا کہنے لگا کہ کسی وقت میں رائے بابل کا بیٹا ایک بت خانے میں پوجا کرنے گیا تھا اور وہاں ایک لڑکی کو دیکھا کہ وہ نہایت خوبصورت ہے کہ بیان نہیں کیا جاتا ۔ عجب حسن اسے خدا نے دیا تھا ۔ سبحان اللہ چودھویں رات کا چاند اس کے

مکھڑے سے شرمائے اور سیاھی اس کی زلف کی رات کو آٹھ آٹھ آنسو رلائے، قد اس کا اگر سرو دیکھے تو مارے خجالت کے زمین میں گڑ جائے اور کبک کب اس کی رفتار کے اندازے کو پائے :

غضب جوڑے کی بندش ھے قیامت قد بالا ھے
ستم چتون، پری مکھڑا ، بدن سانچے میں ڈھالا ھے

وھیں اس پر عاشق ھوا اور دل نے بے قراری جو کی تو گھبرا کر اس بت کے پاؤں پر سر جھکا کر گر پڑا اور یہ دعا عاجزی سے مانگنے لگا کہ اگر یہ لڑکی میرے ساتھ بیاھی جائے تو سر اپنے تن سے جدا کروں اور تمھارے قدم پر چڑھاؤں ۔

آخر کار یہ کہہ کر اپنے گھر گیا اور اس کے باپ کو اس نے یہ پیغام بھیجا کہ مجھے اپنی غلامی میں لیجیے اور لڑکی اپنی مجھے بیاہ دیجیے ۔ جس گھڑی یہ پیغام اس کے باپ نے سنا ، اسی گھڑی اپنی لڑکی کا بیاہ اور گونا اس کے ساتھ موافق اپنی رسموں کے کر دیا ۔ پھر وہ دونوں بطور عاشق و معشوق کے آپس میں مل کر رھنے لگے ۔ کبھی یہ اپنے گھر اس کے ساتھ چین کرتی اور کبھی وہ اپنے مکان پر اُس کے ساتھ آرام کرتا ۔ اسی طرح سے ایک مہینا گزرا ۔ اتفاقاً وہ لڑکی اپنی سسرال میں تھی کہ اس کے ماں باپ نے اُسے اور اُس کے دولھے کو اپنے گھر بلوایا اور وہ لڑکا اپنی دلھن کو ساتھ لیے ھوئے چلا ۔ اور ایک برھمن بھی قدیم اُس کے مصاحبوں میں تھا ، وہ بھی اس کے ساتھ پیچھے پیچھے ھو لیا ۔

جس وقت وہ لڑکا اس بت خانے کے پاس پہنچا جس میں اس نے اس لڑکی کو دیکھا تھا ، پہچانا اور وہ اقرار جو کیا تھا ، سو یاد آیا اور اپنا وعدہ وفا کرنے کو بت خانے میں تنہا گیا اور سر کاٹ کر اُس بت کے پاؤں پر دھر دیا ۔

نام پر اپنے مرد جاتے ہیں
عیش کھوتے ہیں جی گنواتے ہیں

بعد ایک دم کے وہ برہمن جو اس بت خانے میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ رائے بابل کا لڑکا موا (مرا) پڑا رہے ، اس کے تن سے سر بھی جدا ہو رہا ہے ۔ یہ ماجرا دیکھ کر وہ ڈرا اور جی میں کہنے لگا کہ میں اگر اب یہاں سے جیتا جاؤں گا تو لوگ یہی معلوم کریں گے کہ یہ لڑکا اس جگہ اسی نے مارا ہے کیونکہ اب تک اس مقام پر سوائے اس کے کوئی اور نہیں آیا ۔ غرض اس نے بہت سا اندیشہ اپنے دل میں کر کے کہا ' بہتر یہی ہے کہ میں بھی اپنا سر تن سے اتاروں اور اس بت کے قدم پر چڑھاؤں ۔' یہ کہہ کر اس نے بھی اپنا سر اتارا اور اس بت کے قدم پر گر پڑا ۔

بعد ایک گھڑی کے وہ لڑکی بھی جو اس بت خانے میں گئی تو ان دونوں کو موا (مرا) دیکھ کر متعجب ہوئی اور کہنے لگی کہ ہے ہے ! دونوں تو سر کٹے لہولہان پڑے ہیں ، یہ کیا غضب ہوا ۔ یہ کہہ کر چاہتی تھی کہ اپنا سر کاٹے یا شوہر کی لاش گلے سے لگا کر ستی ہو جاوے ، اتنے میں اس دیؤھری سے آواز آئی ''اے لڑکی ! یہ سر کٹے ہوئے تو ان کے تنوں سے ملادے ، رام کی کرپا سے یہ دونوں ابھی جی اٹھتے ہیں ۔''

یہ سنتے ہی وہ خوش ہوئی ۔ جلدی سے اپنے شوہر کا سر برہمن کے تن پر اور برہمن کا سر اپنے خاوند کے دھڑ پر رکھ دیا ۔ دونوں جی اٹھے اور اس عورت کے آگے کھڑے ہوگئے ۔ رائے بابل کے بیٹے کے سر سے اور اس برہمن کے تن سے قضیہ ہونے لگا ۔ سر بولا کہ یہ میری جورو ہے اور تن نے کہا ''یہ میرا قبیلہ ہے ۔''

توتے نے یہ حکایت تمام کرکے خجستہ سے کہا ''اگر عقل

اس کی آزمایا چاہتی ہے تو یہی بات اس سے پوچھ کہ وہ عورت سر کو پہنچتی ہے یا تن کو ؟ خجستہ نے کہا ''اے توتے ! پہلے تو ہی کہہ کہ مستحق اس کا کون ہے ۔'' توتا بولا کہ ذی حق اس کا سر ہے ، کس واسطے کہ سر عقل کی جگہ ہے اور بدن کا سردار ۔

خجستہ نے جو یہ قصہ توتے کی زبان سے سنا ، قصد اپنے یار کے پاس جانے کا کیا ، اتنے میں صبح ہوئی اور مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا ؛ تب یہ فرد پڑھی اور رونے لگی :

وصل کی شب پہ اے صباح فراق
روز نو روز بھی تصدق ہے

پچیسواں قصہ

یہ ہے کہ ایک عورت شکر لینے بازار میں گئی اور بنیے سے مل بیٹھی

جب سورج چھپا اور چاند نکلا ، خجستہ رخصت لینے توتے کے پاس گئی اور کہنے لگی ''اے توتے ! میں اسی بات سے ڈرتی ہوں اور شرمندہ ہوئی جاتی ہوں کہ جب اس سے ملوں اور وہ دیر ہونے کا غصہ مجھ پر کرے تو میں نہیں جانتی کہ تب کون سا بہانہ کروں ۔'' توتے نے کہا ''اے کد بانو ! کچھ اندیشہ

نہ کر ؛ کس واسطے کہ عورتیں بہت سی باتیں بنا جانتی ہیں اور کیسے کیسے فریب کرتی ہیں۔ کیا کیا مکر یاد رکھتی ہیں اور بہت حاضر جواب ہوتی ہیں۔ میں نے ان کی زبان سے بہت عذر سنے ہیں اور پسند کیے ہیں ۔ تو ایسی بھولی بھالی کہ کچھ نہیں جانتی ، کیا خوب ! مثل مشہور ہے :

چرتر پر عورت اگر اپنے آئے
تو ہاتھی کو پیڑھی کے نیچے چھپائے
کف دست پر کب نکلتے ہیں بال
وہ چاہے تو اس پر بھی سرسوں جمائے

ایسے ایسے سخن کی فکر کرتی ہے ، کچھ خبر ہے ۔ دم بھر ٹھہر ، دل سنبھال ، جی کو ڈھارس دے ، قدرے توقف کر کہ ایک عورت نے جو حیلہ و عیاری اپنے شوہر کے ساتھ کی تھی ، وہ بھی تجھے سنادوں ۔،، خجستہ نے پوچھا کہ اس کی نقل کیوں کر ہے؟ بیان کر۔

توتا کہنے لگا کہ کسی وقت ایک شخص نے اپنے قبیلے کو کتنے ایک پیسے شکر لانے کو دیے اور وہ شکر لانے بازار میں ایک بنیے کی دکان پر گئی ۔ بنیا اسے دیکھتے ہی عاشق ہوا ۔ پھر اس عورت نے سیر بھر شکر مول لے کر اپنی چدر کے کونے میں باندھی ؛ اتنے میں وہ بنیا اس سے لگاوٹ کرنے لگا اور باتیں خوش طبعی کی ۔ وہ بھی راضی ہوگئی ۔ بعد اس راز و نیاز کے وہ اس عورت کو اپنے گھر میں لے گیا اور وہ اپنی چدر گرہ باندھی ہوئی بنیے کی دکان پر رکھ کے اس کے ساتھ چلی گئی ۔ تب اس بنیے کی گماشتے نے اپنی چالاکی سے اتنے عرصے میں جھٹ پٹ شکر اس کے کونے سے کھول لی اور اتنی ریت اس کی جگہ باندھ دی۔

اتنے میں وہ رنڈی اس کی دکان سے نکلی اور جھٹ پٹ چادر

اٹھا اپنے گھر کی طرف راھی ھوئی اور اپنے خاوند کے آگے بے دھڑک چلی گئی اور وہ پوٹلی اس کے آگے دھر دی ۔ اس نے گرہ کھول کر جو دیکھا تو شکر کے بدلے ریت نظر آئی ۔ حیران ھوکر کہنے لگا کہ یہ کیا مسخرا پن ھے جو تو مجھ سے کرتی ھے ۔ میں نے شکر کو بھیجا تھا تو ریت لائی ۔ اس نے یہ بات سنتے ھی بے تامل کہا :

اگر یوں ھیں شکر میں لاتی رھوں گی
تو اک دن میں جی ھی سے جاتی رھوں گی

تب اس مرد نے گھبرا کر پوچھا "بی بی ! یہ کیا سبب ھے ، جو کچھ آج تو بدحواس معلوم ھوتی ھے ؟"

شکر کی جگہ ریت لائی ھے کیوں ؟
یہ رونی سی صورت بنائی ھے کیوں ؟

تب اس نے مسکرا کر کہا کہ اجی کیا کہوں ، جس وقت میں گھر سے باھر نکلی اس وقت میرے پیچھے ایک بیل ڈکارتا ھوا دوڑا ۔ اس کے ڈر سے میں بھاگی ، اسی صدمے سے میں گری اور پیسے بھی میرے ھاتھ سے گر پڑے ۔ لوگوں کی شرم سے ڈھونڈ نہ سکی ، یہ ریت اٹھا کر لے آئی ھوں ، پیسے اس میں ھوں گے ، تم نکال لو اور میں نہایت تھکی ماندی ھوں ، کہو تو قدرے سو رھوں ۔ یہ بات سنتے ھی اس کے خاوند نے اس کو گلے لگایا اور مچھیاں لے کر کہا "اگر پیسے گر پڑے تھے تو بلا سے گر پڑے تھے ، تم ریت کیوں اٹھا لائی ۔" حاصل کلام اس عورت نے ایسا بے تامل اپنے خاوند کو جواب دیا کہ مطلق وہ اس پر خفا نہ ھوا بلکہ اور مہربانی کرنے لگا ۔

توتے نے جب یہ کہانی تمام کی ، خجستہ سے کہا "یہ کون سی بڑی بات ھے ، تو اس سے بھی زیادہ کر سکتی ھے ، کچھ خطرہ نہیں ۔ لے بی بی ! اب شتاب جا اور اپنے معشوق کو

گلے لگا ۔ اگر وہ تجھ پر غصہ کرے گا تو البتہ اس وقت تجھے جواب معقول سوجھے گا ۔ اس شیریں سخنی سے توتے کی خجستہ کی تسلی ہوئی ۔ مغرق کفش جھم جھماتی پاؤں میں ڈال کر چاہتی تھی کہ اٹھے ، اتنے میں مرغ بولا اور صبح ہوئی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا ؛ تب یہ بیت پڑھی اور رونے لگی :

کون سی شب کو ہوگا وصل نگار
ہر سحر ہے ہماری دشمن کار

چھبیسویں کہانی

یہ ہے کہ کسی سوداگر کی بیٹی کو ایک بادشاہ نے قبول نہ کیا اور اس کے غم میں آپ مر گیا

جب آفتاب چھپا اور مہتاب نکلا ، خجستہ شرمندوں کی سی صورت بنائے ہوئے توتے پاس گئی اور کہنے لگی ''اے محرم راز میرے ، میں واری تیرے ! عقل مندوں نے کہا ہے کہ جس عورت کو شرم نہیں ہوتی وہ کسی قوم میں حرمت نہیں رکھتی اور وہ عورت مستوراتوں میں بد ہے ۔ اب یہی چاہتی ہوں کہ صبر کروں اور اپنے گھر میں بیٹھ رہوں ، کسی غیر مرد سے آشنائی نہ کروں اور نہ کسی کے گھر جاؤں ۔

گھر سے نکلوں غیر کی میں جستجو کے واسطے
لوگ جی دیتے ھیں اپنا، آبرو کے واسطے

توتا کہنے لگا ''اے خجستہ! حق تو یہ ھے کہ تجھ سی عورت عقلمند ھوشیار آج تک نہیں دیکھی اور جو تو کہتی ھے سچ کہتی ھے:

نینا وھی سراھیے جن نینن میں لاج
بری بھئی اور مکھ بھری سو آویں کونے کاج

لیکن ڈر یہ ھے، اگر صبر کرے گی تو جان تیری بھی اس بادشاہ کی طرح سے نکل جاوے گی۔'' خجستہ نے پوچھا کہ اس کی نقل کیوں کر ھے؟ بیان کر۔

توتا کہنے لگا ''کسی شہر میں ایک سوداگر نہایت مال دار اور صاحب وقار تھا اور بہت سے گھوڑے ھاتھی اپنے پاس رکھتا تھا اور اس کی بیٹی بہت خوبصورت اور حسین تھی۔

وہ نقشہ جسے دیکھ مہ داغ کھائے
وہ صورت کہ تصویر کو حیرت آئے

اور شہرہ اس کی خوبصورتی کا ھر ایک ملک میں پہنچا تھا اور ھر ایک شخص کا دیدہ نہ دیدہ اُس کے دیکھنے کا تھا اور ھر ایک یہی چاھتا تھا کہ اپنی شادی اس کے ساتھ کرے، لیکن باپ اس کا مارے غرور کے کسی کو قبول نہ کرتا تھا۔ اس عرصے میں عہد شباب اس کا قریب پہنچا اور نخل جوانی ثمر کامرانی سے پھلنے لگا۔

کچھ کچھ جوبن ابھرا، تب اُس کے باپ نے اُسی ملک کے بادشاہ کی خدمت میں جا کر اس مضمون کی عرضی گزرانی کہ یہ غلام ایک ایسی حسین لڑکی گویا رکھتا ھے کہ گفتگو اُس کی رشک بلبل ہزار ھے اور چال اس کی غیرت کبک کوھسار۔ جانور

اس کی باتیں سننے کے واسطے ہوا پر سے آترتے ہیں اور مست بے ہوش ہوتے ہیں - جس جس نے اس کے سخن کو سنا ہے آس آس نے غش کیا ہے - امیدوار ہے کہ وہ لڑکی حضور میں مقبول ہو اور خدمت میں کنیزوں کی طرح مشغول کہ لائق حضور ہے - تو یہ فدوی اپنی ہم قوم میں اور بھی بزرگی پیدا کرے اور قدر اس کی زیادہ ہو۔

بادشاہ نے جو یہ عرضی ملاحظہ کی تو خوش و خرم ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا، جو کوئی نصیب اچھے رکھتا ہے تو ہر ایک چیز خود اس کے پاس آ رہتی ہے - یہ کہہ کر اپنے چار وزیروں کو اشارہ کیا کہ تم اس تاجر کے گھر جاؤ اور آس کی بیٹی کو دیکھو، احوال کماحقہ دریافت کرو - اگر وہ قابل حضور عالی ہو تو جلدی آ کر خبر کرو -

غرض وہ چاروں وزیر بادشاہ کے فرمانے کے بہ موجب آس سوداگر کے گھر گئے اور آس لڑکی کی صورت دیکھتے ہی غش ہوئے اور آپس میں مشورت کرکے کہنے لگے "اگر اس صاحب حسن کو بادساہ دیکھے گا تو دیوانہ ہو جاوے گا، رات دن اسی کے پاس رہے گا، ملک کی طرف متوجہ نہ ہوگا - پس ہر ایک کام تباہ ہوگا اور ملک کے بندوبست میں خلل پڑے گا - بہتر یہی ہے کہ اس کی تعریف اس کے سامنے نہ کیجیے اور اس لڑکی کے لینے کی صلاح بادشاہ کو نہ دیجیے - یہ بات انھوں نے اپنے جی میں ٹھہرا کر بادشاہ سے جا کر عرض کی کہ خداوند! اس کی خوبصورتی کی خبر حضور میں جو پہنچی تھی سو غلط - اس سے بہتر بہتر لونڈیاں محل مبارک میں بہت سی ہیں - بادشاہ نے یہ سن کر کہا کہ خیر اگر وہ ایسی ہی ہے جو تم کہتے ہو تو میری بھی مرضی نہیں کہ اس کے ساتھ شادی کروں اور اپنے اوپر

خواہ نہ خواہ کا عذاب لوں ۔ آخر بادشاہ نے اس سوداگر بچی کو قبول نہ کیا ۔ اور وہ سوداگر جب وہاں سے مایوس ہو کر پھرا ، تب اُس شہر کے کوتوال سے اس کی شادی کردی ۔

ایک دن اس لڑکی نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس قدر خوبصورت و حسین ہوں ، تعجب ہے کہ مجھے بادشاہ نے پسند نہ کیا ۔ انشاءاللہ تعالیٰ ایک دن اپنے تئیں اسے دکھلاؤں گی ۔ القصہ ایک دن وہ بادشاہ اس کوتوال کی حویلی کی طرف سے کسی باغ کی سیر کو جاتا تھا کہ جلدی جلدی وہ لڑکی کوٹھے پر چڑھ گئی اور بادشاہ کو اپنے حسن کا جلوہ دکھایا ۔ دیکھتے ہی وہ عاشق ہوگیا اور وزیروں کی طرف غضب سے نگاہ کرکے یہ فرد پڑھی اور کہنے لگا :

دشمنی میں بھی یہ نہیں کرتے
دوستی میں جو تم نے دکھلایا

''یہ کیا سبب تھا جو تم نے مجھ سے جھوٹ کہا ؟'' تب انھوں نے عرض کی کہ خداوند! اس وقت ان گنہ گاروں نے یوں مشورت کی تھی کہ اگر بادشاہ ایسی عورت صاحب جمال دیکھے گا تو اس کے عشق میں ملک کے کاروبار سے غافل ہو جاوے گا ؛ سلطنت خاک میں ملے گی اور رعیت تباہ ہووے گی ۔ بادشاہ کو یہ بات ان کی پسند آئی اور خطا ان کی معاف کی ۔ مثل مشہور ہے :

باتیں ہاتھی پائے اور باتیں ہاتھی پاؤں ۔''

آخر اُس کے عشق میں بیمار پڑا اور یہ قطعہ پڑھنے لگا :

یہی پیغام درد کا کہنا
گر کوئی کوے یار میں گزرے
کون سی رات آن ملیے گا
دن بہت انتظار میں گزرے

تب وزیروں نے معلوم کیا کہ یہ کوئی دن میں جان سے جاتا ہے ۔ عرض کی کہ کوتوال سے اس عورت کو لے لو اور شربت وصال نوش جان فرماؤ ۔ اگر وہ اس کے بھیجنے پر راضی ہو تو بہتر، نہیں تو بہ زور چھین لو ۔ بادشاہ نے کہا کہ میں اس ملک کا بادشاہ ہوں، ہرگز ایسا کام نہ کروں گا کیونکہ یہ بات بادشاہوں کے انصاف سے دور ہے ۔ اور بادشاہوں کو لازم نہیں جو اس قدر ظلم ستم نوکروں اور رعیتوں پر کریں یا اپنی قوت انہیں دکھلائیں ۔ یہ سراسر ناانصافی ہے ۔ سوا اس کے جو ظلم کرتا ہے سو آپ بھی خراب ہوتا ہے ۔

جو کہ ظالم ہے وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں
سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کہیں شمشیر کا ؟

بالفعل اس بیت پر عمل کرتا ہوں :

جی گنوانا سہل ہے آگے مرے
پر نہ دوں گا عدل اپنے ہاتھ سے

آخر کار بادشاہ کی اس غم میں یہ حالت پہنچی کہ تمام ہوگیا ۔

توتے نے جب یہ کہانی تمام کی ، خجستہ سے کہا کہ صبر کرنا تیرے حق میں اچھا نہیں ۔ اگر تو بھی صبر کرے گی تو اسی بادشاہ کی طرح سے ایک دن مر جائے گی ، کچھ حاصل نہ ہوگا ، جس سے بہتر یہی ہے کہ اب جا اور اس سے ملاقات کر :

خوشی سے مئے وصل کو نوش کر
غم دین و دنیا فراموش کر

خجستہ نے یہ سن کر چاہا کہ اپنے تئیں اس کے پاس پہنچاوے ، اتنے میں صبح ہو گئی اور مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا ؛ تب یہ بیت پڑھی اور رونے لگی :

دن یہ کیسا فلک دکھاتا ہے شب امید سے چھڑاتا ہے

ستائیسویں داستان

یہ ہے کہ ایک کمھار کو بادشاہ نے نوکر رکھا اور اسے اپنی فوج کا سردار کیا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا ، خجستہ آہ و زاری کرتی ہوئی ، آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ، دل پردرد سے توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی ''اے توتے ! میں نے سنا ہے کہ ایک غریب اعرابی نے کسی دولت مند سے جا کر کہا کہ میں کعبے جاتا ہوں ۔ اس نے کہا ''بہت بہتر، دیر نہ کیجیے بلکہ جلد سدھاریے'' اس نے کہا کہ میں کچھ خرچ راہ نہیں رکھتا ۔ دولت مند نے کہا '' اگر تیرے پاس خرچ نہیں ہے تو مت جا ، میں کتاب کی رو سے کہتا ہوں کہ جو مفلس ہو ، اسے طواف کعبہ فرض نہیں کہ خواہ نہ خواہ اپنے اوپر عذاب اٹھاوے اور مکے جاوے ۔ خدا نے محتاج کو نہیں کہا کہ تو مکے جا ۔'' اعرابی نے کہا کہ میں تیرے پاس کچھ زر مانگنے آیا ہوں ، مسئلہ پوچھنے نہیں آیا ۔ جو تو کتاب کی رو سے باتیں بناتا ہے ۔ اے توتے ! میں تجھ سے ہر شب صرف رخصت لینے آتی ہوں ، تو بے فائدہ ادھر اُدھر کی گپ شپ ھانکا کرتا ہے ۔ نصیحت سننے تو نہیں آتی ۔ انھیں باتوں سے میں تجھ پر بھی خفا ہوں گی ۔ جب توتا ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجھے بھی اس مینا کی طرح مار ڈالے ۔ یہ سمجھ کر خوشامدیوں کی طرح باتیں کرنے لگا اور یہ شعر پڑھا :

عجب نصیب اور ہماری قسمت خفا جو ہم سے تو بے سبب ہے
یہ کیا غضب ہے جو تو غضب ہے ترا غضب تو بڑا غضب ہے

اور کہنے لگا ''اے خجستہ ! میری نصیحت سے دل تنگ نہ ہو اور برا مت مان ؛ کس واسطے جو کوئی کسی کی اچھی بات قبول کرتا ہے ، وہ بات دونوں جہان میں کام آتی ہے ۔'' کد بانو کہنے لگی ''اے توتے ! جو تو کہتا ہے سو میں سب سنتی ہوں لیکن آج کی شب نہایت تاریک ہے اور میں اکیلے جاتے ڈرتی ہوں ۔ اگر تو کہے تو اپنے غلام کو ساتھ لے کر جاؤں اور یار امیدوار سے ملوں ؟'' توتا یہ سنتے ہی اپنے پروں سے چھاتی پیٹ کر کہنے لگا ''ہے ہے خدا کے واسطے کہیں ایسا نہ کرنا ۔ خبردار غلام کو اپنے ساتھ لے کر نہ جانا ۔ عقل مندوں نے کہا ہے کہ کمینہ ہرگز وفا نہیں کرتا ۔ اور یہ قوم کم ظرف ہوتی ہے ۔ تو نے شاید احوال اس کمھار کا نہیں سنا جو ایسی باتیں نادانی کی کرتی ہے ۔'' خجستہ نے پوچھا '' اس کی حکایت کیوں کر ہے ؟ بیان کر ۔''

توتا کہنے لگا کہ ایک کمھار نے کسی دن بہت سی شراب پی اور بدمست ہوا ۔ کوزے اور قرابے مٹی کے اور جو باسن شراب کے تھے ، ان پر گرا اور لوٹا ۔ وے ٹوٹے ، یہ تمام زخمی ہوا ۔ مدت میں وہ زخم اچھے ہوئے مگر نشان ان زخموں کے اس طرح معلوم ہوتے تھے کہ شاید یہ زخم تیر اور تلوار کے ہیں ۔ اتفاقاً اس شہر میں کال پڑا ، وہ وہاں سے نکل کر اور شہر میں گیا اور نوکری تلاش کرنے لگا ۔ اس شہر کے بادشاہ نے جو اس کے بدن پر اس طرح کے زخم دیکھے تو معلوم کیا کہ یہ بڑا ہی سپاہی ہے جو اس قدر زخم بدن پر اٹھائے ہیں ۔ یہ سمجھ کر بادشاہ نے اسے نوکر رکھا اور مرتبہ اس کا زیادہ کیا اور اپنے دل میں کہا کہ یہ بڑا سورما ہے جو اس کا بدن ایسا زخموں سے چور ہے ۔

بعد کئی دن کے ایک غنیم اس بادشاہ پر چڑھا اور گاؤں اطراف کے لوٹے ۔ بادشاہ نے اسے اپنی فوج کا سردار کر کے چاہا کہ دشمن سے لڑنے کو بھیجے ۔ یہ احوال دریافت کر کے وہ ڈرا اور بیمار پڑا ۔ حضور اعلیٰ میں هاتھ باندھ کر عرض کی کہ خدا وند ! میں ذات کا کمھار ہوں ، مجھ سے لڑائی کا سرانجام نہ هوسکے گا ۔ مثل مشہور هے ''تیلی کیا جانے مشک کا بھاؤ ۔'' یہ سنتے هی بادشاہ هنسا اور اور اپنے دل میں شرمندہ هوا اور کسی سردار کو اس غنیم پر بھیجا ۔

توتے نے یہ کہانی تمام کر کے خجستہ سے کہا کہ غلام کو اپنے ساتھ مت لے جا ۔ اس سے کام بھلائی کا نہ هوگا بلکہ اور رسوا کرے گا ۔ جاتی هے تو اکیلی جا ۔ خجستہ نے یہ سنتے هی چاها کہ اکیلے اپنے تئیں اس کے پاس پہنچاوے اور حظ زندگانی کا اٹھاوے کہ اتنے میں صبح هوئی اور مرغ نے بانگ دی ۔ جانا آس کا آس روز بھی موقوف هوا ؛ تب یہ شعر پڑھا اور رونے لگی :

روز و شب هجر کی یکساں هے، چلے جاتے هیں
نہ همیں صبح سے مطلب نہ همیں شام سے کام

اٹھائیسویں نقل

یہ هے کہ ایک شیر نے اپنے بچوں کے ساتھ گیدڑ کے بچے کو بھی پروش کیا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا ، خجستہ مردانہ لباس پہن ،

هتھیار لگا، لٹ پٹی پگڑی باندھ توتے پاس رخصت لینے گئی۔ اور آس نے جو اسے اس بالک پن سے دیکھا تو بے اختیار ہنسا اورکہنے لگا "اے خجستہ مرحبا! خوب کیا کہ ایسی اندھیاری رات میں مردانہ لباس پہن کر تنہا آ گئی اور غلام کو ساتھ نہ لائی۔ کیا ہی اچھا کام کیا۔ سبحان اللہ بی‌بی! تیری ماں تجھی کو جنی۔ حق تو یہ ہے کہ اس تیری ہوشیاری کے صدقے، کس واسطے کہ ایک توتا آج میرے قدیم دوستوں سے اڑا جاتا تھا۔ مجھے اس قید خانے میں دیکھ کر اوپر سے نیچے اترا اور میرے پاس آن کر بیٹھا۔ یہ نقل میں نے اسی سے سنی ہے اور یہ حکایت بھی اسی طرح کی ہے جو شب کو میں نے تجھ سے کہی تھی، سو تو نے بھی اس کے بہ موجب کیا۔ یقین ہے کہ اب کہیں خطا نہ پاوے گی۔" خجستہ نے پوچھا کہ وہ نقل کیوں کر ہے؟ بیان کر۔

توتا کہنے لگا "کسی وقت ایک شیر مع شیرنی دو بچوں سمیت کسی جنگل میں رہا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن مارے بھوک کے بوکھلایا اور اس صحرا میں شکار ڈھونڈنے لگا۔ حق تو یہ ہے کہ مشقت بہت اٹھائی اور محنت بہت سی کی، تب بہ لاچاری اپنے گھر کی طرف پھرا کہ ناگاہ رستے میں اس نے دیکھا کہ ایک بچا ننھا سا گیدڑ کا آنکھیں بند کیے دو چار دن کا پڑا ہے اور بلبلاتا ہے۔ تب یہ اپنے جی میں خوش ہوا اور اس کو وہاں سے اٹھا کر اپنی مادہ کے پاس لے آیا اور کہنے لگا کہ میں نر ہوں۔ اگر دو چار دن اور بھی نہ کھاؤں گا تو رہ سکتا ہوں اور کچھ نہ ہوگا۔ اور تو مادہ ہے اگر آج تو فاقہ کرے گی تو شام ہی تک مر جاوے گی۔ اس واسطے اس بچے کو لے آیا ہوں، تو اسے کھا اور اپنے بچے کو دودھ پلا۔ اس نے کہا کہ نر کو یوں ہی چاہیے لیکن میں دو بچے ننھیں ننھیں (ننھے ننھے) اپنے آگے رکھتی ہوں، بھلا کس طرح سے

اسے کھاؤں اور انھیں دودھ پلاؤں ؟

کوکھ کو مت کسی کی آتش دو
اپنی چھاتی پہ ہاتھ دھر دیکھو

اور سوائے اس کے تم نر ہو اور دل سخت رکھتے ہو۔ تم تو کھا ھی نہیں سکتے ، میں مادہ نرم دل ہوں کیوں کر کھاؤں ؟ اگر کہو تو اس یتیم کو بھی اپنے بچوں کی طرح سے پالوں ۔ شیر نے کہا "بہتر۔" آخر شیرنی نے اس یتیم بچے کو بھی اپنے بچے کے ساتھ پالا۔

بعد کتنے دنوں کے وے تینوں بڑے ہوئے ، اور وے بچے شیر کے اس کو اپنا بڑا بھائی جانتے تھے اور بھائیوں کی طرح آپس میں کھیلا کرتے اور اس جنگل میں موافق اپنی اپنی قوت کے شکار کیا کرتے۔

اتفاقاً ایک دن وے کسی طرف گئے اور شکار کی تلاش کرنے لگے ۔ ناگاہ ایک ھاتھی کسی سمت سے انھیں نظر آیا۔ وے دونوں بچے شیر کے بے اختیار اس پر جھپٹے اور وہ مارے ڈر کے پچھلے ھی پاؤں ھٹا اور بھاگا۔ پھر کسی درخت تلے جا کر چھپ رہا ۔ شیر کے بچوں نے جوں اپنے بڑے بھائی کو بھاگتے دیکھا ، آپ بھی بھاگ گئے۔ بعد ایک دم کے آپس میں مل کر گھر میں آئے اور ماں سے وھاں کا ماجرا کہنے لگے۔ یہ بات سن کر وہ ھنسی اور کہنے لگی "بیٹا! یہ گیدڑ کا بچہ ھے ، بہادری کب کر سکتا ھے اور ھاتھی کے سامنے کب جا سکتا ھے"۔

زاغ کب پہنچے ھے بیٹا کبک کی رفتار کو
بے تمھارے کون مارے پیل بد خوں خوار کو

توتے نے یہ کہانی تمام کر کے خجستہ سے کہا کہ اب اٹھ ، اپنے معشوق کے پاس جا اور اس سے مل کر حظ زندگانی کا اٹھا۔ کد بانو نے یہ سنتے ھی چاھا کہ جاوے اور اپنے جانی کو

گلے لگاویں ، اتنے میں صبح صادق ہو گئی ، مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی یوں ہی رہا ؛ تب یہ بیت پڑھی اور رونے لگی ۔

صبح نت کرتا ہے یہ دل اشک باری بیشتر
ہو سحر کو خانۂ ماتم میں زاری بیشتر

انتیسواں قصہ

یہ ہے کہ ایک امیر نے سانپ کو اپنی آستین میں چھپایا اور پشیمان ہوا

• جب سورج چھپا اور چاند نکلا ، خجستہ چاک گریبان ، حال پریشان ، آنکھوں میں آنسو بھرے ، سر کھلے توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی ”اے یار وفادار و اے محرم راز دل افگار !

آتش عشق سے جلے ہے دل
آہ یہ آگ کس نے بھڑکائی

اے توتے ! اب تو میرا دل اس کی جدائی کی آگ سے جلا جاتا ہے اور کلیجا منہ کو چلا آتا ہے ، جگر کباب ہو گیا ۔ سچ جان ، میں آج کسی صورت سے اس گھر میں نہ رہوں گی اور اپنے جانی کے پاس خواہ نہ خواہ جاؤں گی ، تو بھی جلد رخصت کر ۔“ توتا اپنے جی میں ڈرا اور کہنے لگا ”خدا حافظ ! یقین ہے کہ یہ اب اس گھر میں کسی طرح سے نہ رہے گی کیونکہ نہایت بے قراری رکھتی ہے ۔ اور

میری بھی بات نہ سنے گی ، از بس کہ مضطر ہے ۔'' یہ سوچ کر
بہ لاچاری کہنے لگا '' اے کد بانو ! میں تجھے ہر ایک شب رخصت
کرتا ہوں اور خدا سے چاہتا ہوں کہ تو اپنے یار غم گسار سے ملے،
تو آپ ہی توقف کرتی ہے جو نہیں جاتی ۔ یہ نہیں معلوم کہ نصیب
تیرے کیسے ہیں جو برگشتہ رہتے ہیں ۔ لے بسم‌اللہ ، اب دیر نہ کر ۔
جا اور اپنے یار کو گلے لگا ۔ پر یہ بات یاد رکھنا کہ کسی دشمن
کا اعتبار نہ کرنا ، نہیں تو تجھ پر بھی وہی صدمہ گزرے گا جو
اس امیر زادے پر اس سانپ کے سبب سے پہنچا ۔

خجستہ نے پوچھا ''اس کی حکایت کیوں کر ہے؟ بیان کر ۔''
توتا کہنے لگا کہ کسی دن ایک امیر کسی جنگل میں شکار کھیلنے
گیا تھا اور ایک کالا سانپ کہیں سے بھاگا ہوا نہایت بد حواسی
سے اس کے پاس آیا اور کہنے لگا ''اے امیر ! اپنے خدا کے واسطے
مجھے جگہ دے کہ میں چھپ رہوں اور تجھے دعا دوں ۔'' امیر نے
پوچھا کہ اس قدر کیوں گھبراتا ہے ، خیر تو ہے ؟'' سانپ نے کہا
کہ دشمن میرا مجھے مارنے کو ہاتھ میں لاٹھی لیے ہوئے چلا آتا
ہے ۔ تو مجھے چھپا رکھ ۔ یہ بات سنتے ہی امیر کو اس پر رحم آیا
اور اسے اپنی آستین میں چھپا رکھا ۔ بعد ایک دم کے وہ شخص
بھی ایک موٹا سا بانس لیے ہوئے آیا اور کہنے لگا کہ ایک
کالا سانپ ابھی میرے آگے آگے ادھر آیا ہے ، کسی نے اسے
دیکھا ہو تو مجھے بتا دے ۔ میں اس کا اس بانس سے سر پھوڑوں
اور اپنے گھر کی راہ لوں ۔ اتنے میں امیر نے کہا ''بھائی ! میں یہاں
بڑی دیر سے کھڑا ہوں لیکن میں نے تو نہیں دیکھا ۔ خدا جانے
کہاں گیا ۔ اور اس نے بھی اسے خوب سا ادھر اُدھر تلاش کیا ۔
جب کہیں نہ پایا تب اپنے گھر کا رستا پکڑا ۔

بعد ایک گھڑی کے امیر نے کہا ''اے سانپ ! دشمن تیرا

گیا۔ اب تو بھی جا۔ تب سانپ ھنسا اور کہنے لگا ''اے امیر! اب میں تجھے بے ڈسے تو نہیں جاتا۔ اور تیری بات کب سنوں گا؟ اب بے مارے کوئی یہاں سے ٹلتا ھوں؟ تو نہیں جانتا احوال میرا کہ میں دشمن ھوں تیرا۔ جب تجھ کو ماروں گا تب جاؤں گا۔ اور تو نہایت احمق معلوم ھوا جو تو نے مجھ پر رحم کھایا اور میرے کہنے پر اعتبار کیا اور اپنی آستین میں رھنے کو مکان دیا۔ تب امیر نے کہا ''اے سانپ! میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی ھے اور تو میرے ساتھ برائی کیا چاھتا ھے۔ یہ بات نامناسب ھے۔'' سانپ نے کہا ''میں نے عقل مندوں سے سنا ھے کہ بروں کے ساتھ نیکی کرنا ایسا ھی ھے جیسا نیکوں کے ساتھ بدی۔'' یہ سن کر وہ ڈرا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ اب اسے کیوں کر آستین سے نکالوں اور اپنا جی بچاؤں۔ بعد تامل کے ایک بات ٹھہرا کر کہنے لگا ''اے مار سیاہ! ایک اور سانپ آتا ھے، تو میری آستین سے نکل، ھم اور تو دونوں چل کر اس سے پوچھیں۔ اگر وہ تیری بات پسند کرے تو پھر جو چاھنا سو میرا کرنا۔'' بارے یہ سخن اس کا اس نے سنا اور اس کی آستین سے نکل کر اس سانپ کی طرف چلا۔ تب اس نے فرصت پا کر ایک ایسا پتھر اس کے سر پر مارا کہ وہ مر گیا اور امیر جیتا اپنے گھر گیا۔

خجستہ نے یہ نقل سن کر کہا ''اے توتے! میں نے تیرا کہنا قبول کیا اور نصیحت مانی، پر تو بھی اس وقت یہ سخن میرا سن کہ جلد مجھے رخصت دے''۔ توتے نے کہا ''بہتر، اب دیر مت کر، جا اور اپنے دوست سے مل اور خوشیاں کر۔'' کد بانو یہ سن کر چاھتی تھی کہ جاوے اور اس کو گلے لگاوے، اتنے میں صبح نمودار ھوئی، مرغ نے بانگ دی۔ خجستہ مرغ کو گالیاں دے دے کر توتے سے کہنے لگی کہ اب صبح ھوئی۔ میں کیوں کر

جاؤں ؟ آخر کار جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا ؛ تب یہ بیت پڑھی اور رونے لگی -

اے مرغ سحر آج اگر تجھ کو میں پاؤں
تو کچا ھی دانتوں سے ترا گوشت چباؤں

تیسویں کہانی

ایک سپاھی اور ایک سنار کی اور اس سنار کے مارے جانے کی مال کے واسطے

جب آفتاب چھپا اور ماھتاب نکلا ، خجستہ نہا دھو ، تھوڑا سا میوہ کھا ، اطلس کا پائجامہ ، مقیش کا ازار بند ڈالے، کا کلیوں دار کرتا ، تاش کی سنجاف لگا ، جالی کی کرتی، بنت کی انگیا ، بنارسی دوپٹا ، مسی کی دھڑی، پانوں کا لکھوٹا ، آنکھوں میں سرما ، بالوں میں کنگھی ، اس طرح بناؤ ٹھناؤ کر ، جواھر کے گہنے پاتے سے آراستہ ھو ایسی بنی بنی کہ احوال اس کے سگھڑاپے کا بیان نہیں کیا جاتا ۔ موافق اس کے :

وہ کنگھی کھچی یوں صفائی کے ساتھ
کہ ھو رشک سے جس کے دو ٹکڑے رات
صفائی یہ پوشاک کی دیکھیو
نظر سوچ میں ہے کہ میلی نہ ھو

اس بانک پن سے اٹھی اور توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور

کہنے لگی " اے محرم راز و اے میرے دم ساز! اگر آج میرے احوال پر رحم کرے اور رخصت دے تو میں جب تک جیتی رہوں گی ، تب تک تیرے بار احسان سے سر نہ اٹھاؤں گی ، کیونکہ ایک درد ایسا بے قراری کا پہلو سے اٹھتا ھے کہ حال بے حال ھوا جاتا ھے :

آنکھیں نہیں مندتی ھیں میرے دل کو تعب ھے
یا رب ! دل حیراں کو مرے کس کی طلب ھے
دم لینے نہیں دیتے ھیں پیہم کے یہ نالے
کیا جانیے کیا دل کو مرے درد کڈھب ھے

توتا کہنے لگا "مبارک ھو ، تشریف لے جا ؛ پر یہ بات یاد رکھنا ، جس سے چاھنا اس سے آشنائی کرنا مگر اپنے دل کا راز کسی سے مت کہنا ، نہیں تو یہ بات تیری کھل جاوے گی اور ھلاکت کو پہنچے گی ؛ جس صورت سے اس زرگر نے اپنی جورو سے احوال کہا اور مارا گیا ۔" خجستہ نے پوچھا "اس کی حقیقت کیوں کر ھے آگاہ کر ؟"

توتا کہنے لگا "کسی شہر میں ایک سنار نہایت مال دار تھا اور ایک سپاھی اس سے بہ دل دوستی رکھتا تھا ۔ اس کی آشنائی کو سچ جانتا تھا ۔ اتفاقاً اس سپاھی نے ایک تھیلی اشرفیوں سے بھری ھوئی کہیں سے پائی اور نہایت خوشی حاصل کی اور اس کو کھول کر گنا تو اڑھائی سو اشرفی تھی ۔ وہ سپاھی تھیلی لیے ھوئے خوشی خوشی سنار کے پاس گیا اور کہنے لگا "میرے بخت اچھے تھے جو بے رنج و محنت اس قدر زر راہ سے میں نے پایا ۔" حاصل کلام وہ تھیلی اس سنار کو سونپی اور یہ بات کہی کہ بھائی ! یہ میری امانت اپنے پاس رہنے دے ۔ جب چاھوں گا لے لوں گا ۔ بعد کئی دن کے اس تھیلی کو سپاھی نے سنار سے طلب کیا ؛ تب وہ کہنے لگا

''اے سپاھی ! تو نے اسی واسطے مجھ سے آشنائی کی تھی کہ تہمت لگاوے اور مجھے چور بناوے؟ بھلا تھیلی تو نے مجھے کب دی تھی؟ تو جھوٹ کہتا ھے ۔ کیا خوب ! اب تو یہاں سے جا اور کسی بڑے مال دار پر تہمت لگا جس کے سبب سے کچھ مزا اٹھاوے گا اور مجھ غریب کے ستانے سے کیا پاوے گا ۔ میں تجھے اپنا دوست جانتا تھا اور یہ کب معلوم تھا کہ تو دشمن ھوگا ۔ اب جھوٹ سچ لگا کر مجھ سے مال لیا چاھتا ھے ۔ مثل مشہور ھے '' الٹے چور کتوالے ڈانڈے ۔ جھوٹے کے آگے سچا رو مرے ۔''

آخرکار اس سپاھی نے بہ لاچاری قاضی کے پاس جا کر فریاد کی اور یہ حقیقت مو بہ مو اس سے کہی ۔ جب قاضی نے اس سے پوچھا کہ اس بات کا کوئی گواہ ھے ؟ اس نے کہا ''حضرت سلامت ! ساکھی کوئی نہیں ۔'' قاضی نے عقل سے معلوم کیا ، یہ قوم سناروں کی دغا باز ھوتی ھے ۔ کچھ تعجب نہیں ، اس سنار نے خواہ نہ خواہ دغا بازی کی ھوگی ۔ اس احتمال پر سنار کو اور اس کی سنارنی کو بلوا بھیجا اور ھر چند دم و دلاسا دے کر پوچھا پر انھوں نے سوا انکار کے ھرگز اقرار نہ کیا ۔ تب قاضی نے کہا ''میں خوب جانتا ھوں ، مقرر تو نے اس کی تھیلی اڑائی ھے ۔ جب تک اس کی تھیلی نہ دے گا تب تک تجھ کو نہ چھوڑوں گا ۔''

یہ کہہ کر قاضی گھر میں گیا اور دو شخصوں کو ایک صندوق میں بند کیا اور اس صندق کو کوٹھری میں دھر دیا ۔ پھر باھر نکل کر سنار سے کہا ''اگر اس کا زر دینا قبول نہ کرے گا تو میں فجر کو تجھے مروا ڈالوں گا ۔''

یہ کہہ کر ان دونوں کو اس کوٹھری میں قید کیا اور فرمایا کہ صبح کو بعد نماز کے تمھیں قتل کروں گا ۔ یہ کہہ کر قاضی جی اندر گئے اور وے دونوں اسی جگہ قید رھے ۔ جب

آدھی رات گزری ، تب اس کی جورو نے کہا '' اگر تو نے اس کی تھیلی لی ھے تو مجھے بتا دے ، کہاں رکھی ھے ؟ اور نہیں تو اس تھیلی کے ساتھ ھماری بھی جان جاوے گی ۔ یہ قاضی بے تھیلی لیے ھم کو ھرگز جیتا نہ چھوڑے گا ۔'' تب اس سنار نے کہا '' فلانی جگہ جہاں میری چارپائی بچھی ھے ، وھیں وہ تھیلی بھی گڑی ھے ۔'' یہ بات ان دونوں شخصوں نے اپنے کانوں سے سنی ۔ اتنے میں صبح ھوئی ۔ جب قاضی نے ان چاروں کو کچہری میں بلوایا اور ان دونوں شخصوں سے پوچھا کہ سچ کہو ، رات کو ان دونوں نے آپس میں کیا باتیں کی تھیں ۔ تب قسم کی رو سے انھوں نے جو سنا تھا سو کہہ دیا ۔ قاضی نے اس جگہ سے وہ تھیلی اپنے لوگوں کے ھاتھ منگوا کر سپاھی کے حوالے کی اور سنار کو سولی دی ۔

توتے نے یہ کہہ کر خجستہ سے کہا ''اگر زرگر اپنا احوال جورو سے نہ کہتا تو مارا نہ جاتا ۔ خیر اب سدھاریے اور اپنے معشوق سے مل کر مزا جوانی کا اٹھائیے''۔ خجستہ نے یہ سنتے ھی چاھا کہ اپنے تئیں اس کے پاس پہنچاوے اور اس کو اپنے گلے لگاوے ، اتنے میں نور کا تڑکا ھوا اور مرغ بولا ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رھا ؛ تب یہ فرد پڑھی اور منہ ڈھانپ کر رونے لگی :

وصل کی جس سحر سے چھوٹے شب
اس سحر کو خدا نہ دکھلاوے

———

اکتیسویں داستان

ایک سوداگر اور برہمن کی اور پٹنا برہمنوں کا حجام کے ہاتھ سے

جب سورج چھپا اور چاند نکلا ، خجستہ پوشاک بدل اور جواہر پہن توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی ''اے توتے! تیرے قربان جاؤں ، مجھ پر رحم کر اور رخصت دے کیونکہ آج پھر کچھ جی گھبراتا ہے اور دل ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔

یاد میں تڑپے ہے دل کس ابروے خم دار کی
آج کچھ ناخن بہ دل ہے آہ اس بیمار کی

چاہتی ہوں کہ آدھی رات کو اس کے پاس جاؤں۔ تو بھی اس وقت ایک حکایت چھوٹی سی کہہ۔''

توتا بولا ''اے خجستہ! کسی شہر میں ایک سوداگر تھا۔ نہایت مال دار لیکن وہ بے اولاد تھا۔ ایک دن یہ اس کے دل میں خیال گزرا اور اپنے جی میں کہنے لگا '' اگرچہ میں نے اس جہان میں دولت بے شمار پیدا کی پر کچھ حاصل نہیں ، کس واسطے کہ ایک بھی لڑکا نہ ہوا جو بعد میرے اس گھر کو روشن کرتا اور اس دولت کو اپنے قبضے میں لاتا ، اپنے جد و آبا کا نام رکھتا۔ افسوس صد افسوس!

کسی طرف سے کچھ نہیں مجھ کو غم
مگر ایک اولاد کا ہے الم

خیر اب بہتر یہی ہے کہ اپنے جیتے جی اس زر بے بنیاد کو بنام مولا لٹائیے اور فقیر فقرا، غریب غربا ، یتیموں کو کھلائیے اور آپ فقیر ہو کر یاد الٰہی میں مشغول رہیے۔

اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے
لوح مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے

یہ بات جی میں ٹھہرا کر گریبان مثل گل چاک کر ڈالا اور یہاں تک زر نقد صبح سے تا شام لٹایا کہ ہر ایک غریب غنی ہو گیا۔ آپ ایک ٹوٹے سے بوریے پر لنگوٹا کھینچ اسی طرح بھوکا پیاسا پڑ رہا۔ اسی شب کو بعد آدھی رات کے کیا خواب دیکھتا ہے کہ ایک شخص اجنبی سا اس کے سامنے کھڑا ہے۔ اس نے اس سے پوچھا ”اے عزیز تو کون ہے؟“ وہ بولا ”میں اصل صورت تیرے بخت کی ہوں۔ تو نے جو آج اپنا مال و اسباب خدا کی راہ میں خیرات کیا اور کچھ اپنے واسطے نہ رکھا، اس واسطے میں کہنے آیا ہوں۔ صبح کو برھمن کی صورت بن کر تیرے پاس آؤں گا، تو مجھے مارے لاٹھیوں کے مار ڈالنا۔ جس گھڑی میرا دم بدن سے نکلے گا، تمام سونے کا بن جاوے گا، جس عضو کو تو چاہنا کاٹ لینا، وہ عضو پھر اسی وقت درست ہو جائے گا اور تیرے ہاتھ بہت سا سونا لگے گا۔“

یہ بات اس کا نصیب کہہ کر ادھر گیا اور ادھر صبح کا تارا نمودار ہوا۔ جب اس کی آنکھ کھل گئی، سوائے اپنے اور اس ایک بوریے کے کچھ نہ دیکھا۔ اپنے دل میں متعجب ہو کر کہنے لگا ”الٰہی! یہ میں نے کیا سپنا دیکھا؟ تعبیر اس کی کیا ہے؟ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ تو کریم کارساز ہے، جو چاہے سو کرے۔“ اسی حیرانی میں تھا کہ ایک حجام اپنی کسبت بغل میں دبائے ہوئے اس کی طرف سے ہو نکلا۔ اس نے پکار لیا اور اپنا سر منڈانے لگا۔

بعد ایک دم کے ایک برھمن اس کے سامنے آیا۔ تب اسے وہ اپنا رات کا خواب یاد پڑا۔ اسی گھڑی سر منڈوانا موقوف کیا اور اس برھمن کو لاٹھیاں مارنے لگا اور یہاں تک مارا کہ وہ اپنے

جی سے گیا ۔ زمین پر گر کے ایک پتلا زر سرخ کا ہو گیا ۔ سوداگر نے اس پتلے کو اپنے گھر میں رکھا اور تھوڑا سا سونا نائی کو دے کر کہا کہ تو یہ بات کسی سے نہ کہنا ۔ اور وہ استاد اپنے جی میں بہت سا خوش ہوا کہ یہ نسخہ کیمیا کا حق تعالیٰ نے اچھا دیا ۔ غرض اس سونے کو بغل میں مار کر جلدی جلدی اپنے گھر آیا اور ایک لاٹھی موٹی سی ہاتھ میں لے کر دروازے پر اس تاک میں بیٹھ رہا کہ کوئی برھمن اس طرف سے آوے تو اسے مارے اور سونا بنائے ۔ اتنے میں ایک گروہ برھمنوں کا ادھر سے آ نکلا اور اس نے ان کو اپنے گھر میں بلایا اور ان کی ضیافت میں دل لگایا ۔ بعد ایک گھڑی کے ایک لاٹھی موٹی سی اٹھا کر ان کو بے اختیار پیٹنے لگا اور یہاں تک مارا کہ سر ان کے پھوٹے اور لہو لہان ہو گئے ؛ تب وہ سب کے سب غل مچانے لگے کہ کوئی واسطے گوسیاں کے آوے ، نہیں تو ہم اس حجام کے ہاتھ مفت مارے جاتے ہیں ۔

یہ سن کر محلے والے دوڑے اور نائی کو باندھ کر حاکم کے پاس لے گئے اور کہنے لگے ”خدا وند ! دیکھیے ہم تو اب اس زمانے پر مرتے ہیں کہ آپ کے عمل میں نائی برھمنوں کا خون کرتے ہیں ۔“ حاکم نے حجام سے پوچھا کہ تو نے کس تقصیر پر ان غریبوں کو مارا اور کس خطا پر ان بے چاروں کا سر پھوڑا ۔ اس نے کہا ”حضرت سلامت ! میں آج فجر کو فلانے سوداگر کی اصلاح بنانے گیا تھا ۔ میرے سامنے ایک باھمن اس کے پاس آیا ۔ اس نے دو چار لاٹھیاں اسے ماریں ۔ وہ مرتے ہی سونا ہو گیا ۔ میں نے معلوم کیا اگر کوئی برھمن کو لکڑیاں مارے تو وہ سونا ہو جاوے ۔ میں نے بھی اپنی اسی طمع پر ان برھمنوں کو مارا کہ شاید یہ زر ہو جاویں گے ۔ افسوس یہ ہے کہ کوئی برھمن

زر تو نہ ہوا بلکہ اور فتنہ برپا ہوا - یہ خطا مجھ سے ہوئی ، چو چاہیے سو کیجیے - تب حاکم نے اس سوداگر کو بلوا کر کہا کہ یہ حجام کیا کہتا ہے ، سنو اور جو احوال سچ ہو کہو - میں نے یوں سنا ہے کہ تم نے آج ایک برہمن کو مار کر سونا بنایا ہے اور یہ نائی بھی کئی برہمنوں کو ادھ موا کر کے کشتہ کیا چاہتا تھا - اس نے کہا ''بندہ نواز ! یہ میرا نوکر ہے ، آج کئی دن سے دیوانوں کی طرح سے پڑا پھرتا ہے - جسے چاہتا ہے اسے مارتا ہے - تمام شہر مین غل مچاتا ہے ، مجھ کو کیا - مثل مشہور ہے جس کا خون اس کی گردن - آپ حاکم ہیں جو مناسب جانیں کریں ، میں کس واسطے کسی کو ماروں گا -''

حاکم نے اس کا کہنا باور کیا اور ان سبھوں کو دم دلاسا دے کر رخصت کر دیا - پھر اس حجام کو سزا دی -''

توتے نے یہ بات کہہ کر خجستہ سے کہا '' اگر جانا ہے تو جا ، کیوں کہ اب وقت اخیر ہے ، اور نہیں تو کل سر شام ہی سے چلی جانا - کد بانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے اور اپنے دلبر سے ملے ، اتنے میں صبح صادق ہوئی ، مرغ نے بانگ دی - جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا ؛ تب یہ بیت پڑھی اور رونے لگی -

ہجراں کی شب و روز کا یک طرفہ الم ہے
شب گزرے ہے اندوہ میں اور دن کو بھی غم ہے

بتیسویں نقل

یہ ہے کہ مینڈک و زنبور و مرغ دراز نوک
یہ ہر ایک آپس میں متفق ہوا
اور ہاتھی کو مار ڈالا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا ، خجستہ رخصت لینے توتے کے پاس گئی اور کہنے لگی ''اے توتے ! کچھ میرے بھی احوال سے واقف ہے کہ اب دن بہ دن ناتوان ہوئی جاتی ہوں اور رنگ نقاہت سے زرد ہوا جاتا ہے ۔ جہان کی کسی چیز پر جی نہیں لگتا اور کسی سے بولنے کو جی نہیں چاہتا ۔

تجھ بن اب تو غم سے فرصت ایک ذرا ہیہات نہیں
دامن سے منہ ڈھانکے رہنا ، رونا پھروں ، بات نہیں
سبب کیا کہ دل سے تعلق ہے سب
نہ ہو دل تو پھر بات بھی ہے غضب

توتا کہنے لگا کہ اے کد بانو ! کچھ اندیشہ نہ کر اور دل میں راہ نا امیدی کو نہ دے ۔ خدا پر نظر رکھ کہ وہ مسبب الاسباب ہے ۔ دعا تیری قبول کرے گا اور تمنائے دلی بر لاوے گا ۔

نہ کرنا کبھی یاس کی گفتگو
کہ آیا ہے قرآں میں لاتقنطو

اب تیرے کام میں سعی کرتا ہوں ، کس واسطے تو اپنی اس جوانی کو جلاتی ہے اور کیوں آنکھوں میں آنسو دم بہ دم بھرلاتی ہے ۔ مقرر تیرے دوست کے پاس تجھے پہنچاؤں گا ۔ خجستہ کہنے لگی

"اے پیارے ! تعجب ہے کہ ہم دونوں ایک دل ہو کر کوشش کرتے ہیں، تس پر بھی یہ کام سر انجام نہیں ہوتا - یہ کیا حکمت الٰہی ہے اور یہ کیسے برگشتہ نصیب ہیں کہ آٹھوں پہر پھیرے ہی رہتے ہیں - ہیہات ہیہات !" توتا کہنے لگا کہ اے خجستہ ! یہ کیا کٹھن ہے، تو نے نہیں سنا کہ مینڈک اور زنبور و مرغ ہر ایک آپس میں متفق ہوئے اور ہاتھی کو مار ڈالا - باوجود اس کے کہ وہ ہر ایک جانور سے ہیبت ناک تھا - اور یہ کون سا بڑا کام ہے کہ وہ ہم سے اور تم سے نہ ہوگا - ان شاء اللہ تعالیٰ قریب ہے کہ تو اپنے یار سے ملے، چین کرے - خجستہ نے یہ سن کر کہا کہ تیرے منہ میں گھی شکر، خدا تجھ کو خوش رکھے جو تو ایسی باتیں کر کے میرا جی بہلاتا ہے - پر ان کی نقل کیوں کر ہے ؟ بیان کر

توتا کہنے لگا "کسی شہر میں ایک درخت تھا اور اس کی ڈالیاں گنجان تھیں - اس پر ایک شکر خورے کے جوڑے نے اپنا اپنا گھونسلا بنا کر انڈے دیے تھے - اتفاقاً ایک پیل مست اس جگہ پہنچا اور اس درخت سے اپنی پیٹھ رگڑنے لگا - اس کے صدمے سے وہ درخت ہلا، بیضے گر پڑے؛ تب وہ شکر خورا ڈر کے مارے اپنی مادہ کو چھوڑ کر ایک اور درخت پر جا بیٹھا اور آہ و زاری کرنے لگا - مثل مشہور ہے کہ بلی کے آگے چوہے کا کیا بس چلے - لیکن اپنے جی میں کہتا تھا کہ اس دشمن زبردست سے بدلا کسی طرح لیا چاہیے -

یہ خیال کر کے اپنے دوست کے پاس گیا کہ جسے مرغ دراز نوک کہتے ہیں - احوال گزرا ہوا سب اس کے آگے کہا کہ ناحق ایک فیل نے میرے اوپر ظلم کیا ہے - کچھ ایسی تدبیر کر کہ وہ مارا جائے اور میں اپنی داد کو پہنچوں - میرا بدلا اس سے لے

کیوں کہ دوست ہی وقت پڑے پر کام آتے ہیں۔ اس نے کہا
''بھائی ! ہاتھی کا مارنا بہت دشوار ہے، مجھ اکیلے سے نہ ہو سکے گا۔
مگر ایک زنبور ہے، میں اس کو نہایت دوست سمجھتا ہوں اور وہ
مجھ سے نہایت دانا ہے۔ اس سے مشورت کیا چاہیے، وہ جو کہے
سو کیجیے۔ غرض دونوں نے اپنے تئیں اس کے پاس پہنچایا اور
یہ احوال ظاہر کیا۔ یہ ماجرا اس نے سن کر ترس کھایا اور کہا
کہ میں ایک مدت سے دوستوں کے کام پر کمر باندھے پھرتا ہوں
مگر میرے ساتھ ایک غوک بہ خوبی تمام آشنائی رکھتا ہے اور
اپنی قوم کے لشکر کا سردار بھی ہے۔ اس سے اس بات کو سنائیے،
وہ جو کہے اس پر عمل کیجیے، کیوں کہ تدبیر اس کی خطا
نہیں کرتی۔

بہر صورت ان تینوں نے اپنے تئیں اس مینڈک کے پاس پہنچایا
اور اس احوال کو مو بہ مو ظاہر کیا اور اس سے مدد چاہی۔
تب غوک نے شکر خورے کے احوال پر اور انڈوں کے ٹوٹنے پر
بھی رحم کھایا اور کہا کہ اے شکر خورے ! تو خاطر جمع رہ
مجھ کو ابھی اس کے مارنے کی ایک ایسی حکمت سوجھی ہے جس سے
پہاڑ کو پست کرتے ہیں۔ وہ چیز کیا ہے؟ چلیے۔ اور وہ تدبیر
یہ ہے کہ پہلے زنبور اس کے پاس جائے اور اپنی آواز دل چسپ سے
اسے مست کرے۔ جب وہ مستی پر آوے تب یہ مرغ دراز نوک
اپنی چونچ سے اس کی آنکھیں نکال لے کہ یہ جہان روشن اس کی
آنکھوں میں تاریک ہو جاوے۔ پھر بعد کئی دن کے جب یہ مارے
پیاس کے نہایت تنگ ہوگا تب اس کے سامنے میں بولنا شروع کروں گا
اور وہ معلوم کرے گا کہ جس جگہ مینڈک بولتا ہے وہاں مقرر پانی
ہوتا ہے۔ اس شبہ سے وہ اٹکل سے آگے قدم بڑھاوے گا اور میں
پچھلے پاؤں ہٹوں گا۔ اسی طرح سے آہستہ آہستہ بہلائے بہلائے

لے جاؤں گا اور ایک ایسے غار عظیم میں گراؤں گا کہ پھر اس کی کوئی آواز بھی نہ سنے گا، اور وہ بھی وہاں سے قیامت تک نہ نکل سکے گا۔ آپ ھی آپ سسک سسک کر مارے بھوک کے مر جاوے گا۔ آخر کار اسی بات پر وہ ھر ایک آپس میں متفق ھوا اور اسی ڈھب سے اس ھاتھی کو ھلاک کیا۔"

توتے نے یہ سخن یہاں تک پہنچا کر کہا "اے خجستہ! ان دو تین ضعیف جانوروں نے ھمت باندھی تو ایسے ھاتھی کو مارا اور اپنا بدلا لیا۔ تو کیوں ٹھنڈی ٹھنڈی آھیں بھرتی ہے؟ ھم بھی دونوں شخص ھمت باندھیں گے تو یہ کیا دخل ھے جو کام نہ ھو۔ تو نے نہیں سنا کہ لوگ کہتے ھیں "ھمت کارھا دارد۔" "جو ڈھونڈے گا سو پاوے گا۔" بی بی خوش ھو، اب جا اور اس سے مل۔" خجستہ نے یہ سنتے ھی چاھا کہ جاوے اور اسے گلے لگاوے کہ اتنے میں پو پھٹی اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی یوں ھی رھا؛ تب یہ فرد زبان پر لائی اور بے اختیار رو رو کر چلائی۔

اس سحر کی دلا عداوت سے
شام ھوتی نظر نہیں آتی

تینتیسواں قصہ

یہ ھے کہ چین کا بادشاہ روم کی شہزادی پر خواب میں عاشق ھوا اور اسے اپنے نکاح میں لایا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا، تب خجستہ آنکھیں سرخ

رنگ زرد ، هونٹھ نیلے ، مو پریشان ، چاک گریبان ، آہ سرد ، کپڑے میلے حال تباہ ، سوگواروں کی صورت بنائے ہوئے توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی کہ اے توتے ! میں نے اکثر بزرگوں کی زبانی سنا ھے کہ ایک شخص نے کسی دانا سے جا کر پوچھا کہ عشق کیا چیز ھے ؟ تب اس نے کہا کہ عشق کو ملک الموت کہتے ھیں اور جاننے والے اس کو آفت ناگہانی سمجھتے ھیں۔

عشق جس کے تئیں ستاتا ھے
وہ بچارا جہاں سے جاتا ھے

اور میرا بھی احوال اس کم بخت نے یہاں تک پہنچایا ھے کہ جی ھی جانتا ھے۔ اب یہی دل میں آتا ھے کہ اس کو موقوف کروں اور صبر کرکے بیٹھ رہوں۔ مثل مشہور ھے "بھٹھ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹے کان۔" توتا کہنے لگا "اے خجستہ ! کہنے سے اور کرنے سے بڑا فرق ھے۔ یہ کیا کہتی ھے۔ عاشق کو صبر سے کیا نسبت اور بیمار کو آہ و زاری سے کب فرصت :

جسے عشق کا تیر کاری لگے
اسے زندگی جگ میں بھاری لگے

اگر عاشق بے معشوق رهتا تو کوئی کسی پر نہ مرتا اور وہ بھی بادشاہ زادی اپنا بیاہ نہ کرتی ؛ کس واسطے کہ وہ ایک مدت تک مرد کے نام سے بیزار تھی۔ آخر بے شوهر نہ رہ سکی اور خصم کر ھی بیٹھی۔" خجستہ نے پوچھا کہ اس کی داستان کیوں کر ھے ؟ بیان کر۔

توتا کہنے لگا کہ کسی وقت چین کا بادشاہ نہایت عمدہ تھا اور ایک وزیر عقلمند بھی رکھتا تھا ۔ اتفاقاً وہ ایک دن اپنے محل میں بے خبر سوتا تھا ؛ اتنے میں اس کے وزیر کو کچھ ایسی ھی کار ملک میں مصلحت کرنی ضرور ہوئی کہ آن کر اس نے اپنے

بادشاہ کو بیدار کیا اور وہ چونکتے ھی نیمچا کھنچ کر اس کے
پیچھے پڑا اور وہ اس کے آگے سے بھاگ کر کسی کے گھر جا کر
چھپ رہا ۔ تب یہ طیش میں بھرا ھوا اپنے تخت پر جا بیٹھا اور
مونچھوں کو تاؤ دینے لگا اور ھاتھ زانو پر مارتا تھا اور جامہ
گلے کا پھاڑتا تھا ۔ بے اختیار ھو ھو کر غل مچاتا تھا ۔

ارکان دولت نے عرض کی کہ جہاں پناہ ! آپ کو کیا ھوا
ھے ۔ ان خانہ زادوں کو یہ کچھ معلوم نہیں ھوتا ۔ اور اس نے کیا
ایسی تقصیر کی ھے کہ جس کے واسطے قبلۂ عالم نے اتنی تکلیف
کھینچی ۔ کچھ ارشاد ھو تاکہ ھم بھی اس بے ادبی سے باز رھیں اور
نمک حلالی پر کمر باندھیں ۔ تب بادشاہ نے ان پر رحم کھایا اور
یہ فرمایا کہ بھائی ! میں ابھی سوتے سوتے کیا خواب دیکھتا ھوں
کہ میں کسی بادشاھت میں گیا ھوں اور وھاں کی شہزادی سے
اختلاط کرتا ھوں ۔ کبھی میرے ھاتھ کی مچھی لیتی ھے اور کبھی
میں اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھتا تھا ۔ اتنے میں اس وزیر کم بخت
نے آ کر خواہ نہ خواہ مجھ کو جگا دیا اور زندگی سے بے مزہ کیا ۔
اس بات کو سن کر انھوں نے عرض کی کہ خداوند ! شہزادی کیسی
تھی ؟ تب بادشاہ نے ایک آہ کھینچی اور یہ قطعہ پڑھا ۔

تعلق سے چھڑا دے شاد کر دے
الٰہی اب مجھے آزاد کر دے
مرے شیریں دھن کی کچھ نہ پوچھو
جسے چاھے اسے فرھاد کر دے

اتفاقاً ان وزیروں میں سے ایک وزیر کار مصوری جانتا تھا ۔
اس نے بہ موجب فرمائش بادشاہ کے اس شہزادی کی شکل کے
موافق ایک تصویر کھینچی اور آپ ایک گزر گاہ میں جا بیٹھا اور
جو کوئی ادھر اُدھر سے مسافر دور دراز کے راستے سے آتا تھا تو

یہ اس سے بھی پوچھتا کہ تو نے اس صورت کی کہیں عورت دیکھی ہے تو مجھے خبر دے یا سنی ہو تو کہہ دے۔ پر کوئی شخص اس کا جواب نہ دیتا تھا۔

اتفاقاً بعد ایک مدت کے کسی طرف سے ایک سیاح آن کر نکلا اور اس کے پاس بیٹھ کر کچھ ناشتا کرنے لگا۔ جب اس وزیر نے اسے وہ تصویر دکھلائی اور یہ بات کہی کہ اے نقیر! سچ کہہ تونے اس شکل کی رنڈی دیکھی ہے؟ تب اس درویش نے کہا ''بابا! میں اس سے خوب واقف ہوں۔ یہ روم کی شہزادی ہے؛ باوجود اس حسن کے آج تک اس نے کسی کو شوہر نہیں کیا بلکہ مرد کے نام سے خفا ہوتی ہے۔'' تب اس وزیر نے پوچھا کہ وہ کس واسطے خانہ داری نہیں کرتی؟ تب اس نے کہا ''میں اس بات کو بھی خوب جانتا ہوں۔ وہ یہ سبب ہے کہ کسی وقت میں وہ شہزادی بارہ دری میں بیٹھی ہوئی ایک باغ کی سیر کر رہی تھی اور اس باغ میں ایک طاؤس کے جوڑے نے کسی درخت کے اوپر انڈے دیے تھے اور آپس میں ملے ہوئے ان انڈوں کو سے رہے تھے۔ اتنے میں اس گلستان میں آگ لگی یہاں تک کہ تمام درخت و گل جل گئے بلکہ اس کی آگ سے وہ بھی درخت بھڑک اٹھا۔ جب اس جوڑے میں سے نر کو آگ برداشت نہ ہوئی، ناچار مادہ کو وہیں چھوڑ کر آپ اس آشیانے سے پرواز کر گیا اور اس کی مورنی نے ہر چند کہا ''اے مور! اس وقت مجھ کو اس آفت میں نہ چھوڑ اگر تو میری الفت سے نہیں رھتا تو ان پر بھی رحم نہیں کرتا؟'' اس نے ہرگز اس کا کہنا نہ مانا اور وہاں سے اڑ ہی گیا۔ وہ مورنی مارے محبت کے ان انڈوں پر سے نہ اٹھی اور وہیں جل کر راکھ ہوگئی۔

شہزادی نے جس روز سے یہ بے وفائی نر کی دیکھی ہے اسی

دن سے تا حال مرد کا نام نہیں لیتی اور خانہ داری نہیں کرتی بلکہ اس بات کا عہد کیا ہے کہ کبھی مرد کا نام نہ لوں گی۔" وزیر اس بات کو سنتے ہی نہایت خوش ہوا اور جاکر اپنے بادشاہ سے عرض کرنے لگا کہ جہاں پناہ نے جس شہزادی کو خواب میں دیکھا تھا، اور میں اس کی تصویر ایک کاغذ پر کھینچ کر راہ میں بیٹھ رہا تھا؛ جو کوئی ادھر سے گزر کرتا تھا، میں اسے وہ تصویر دکھاتا تھا اور اس کا نشان پوچھتا تھا۔ بارے آج ایک فقیر کہیں سے جو آیا۔ میں نے یہ تصویر اسے دکھلائی۔ اس نے دیکھتے ہی کہا کہ یہ تصویر روم کی بادشاہ زادی کی ہے۔

بادشاہ اس مژدے سے بہت خوش ہوا اور کہنے لگا "اے وزیر! آج ہی کسی آدمی کو شہر روم میں بھجوا کہ وہ اس ملکہ کی خواست گاری کرے۔" وزیر نے جناب بادشاہ میں عرض کی "جہاں پناہ! وہ اپنا بیاہ نہیں کرتی۔" بادشاہ نے کہا "اس میں کیا بھید ہے میں نہیں سمجھتا۔" وزیر نے جو احوال طاؤس کا اس فقیر سے سنا تھا، جوں کا توں بادشاہ کے سامنے ظاہر کیا۔ یہ احوال سن کر بادشاہ نے کہا "پھر کیا کیا چاہیے؟" وزیر نے عرض کی "اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور تصویر خداوند کی اسے دکھلاؤں۔ جس صورت سے تم اس کی صورت خواب میں دیکھ کر عاشق ہوئے ہو، وہ اسی طرح ظاہرا آپ کی تصویر دیکھ کر آشفتہ ہو۔"

آخر کار وزیر حضور پر نور سے رخصت ہوا اور اس ملک میں جا پہنچا اور اپنے تئیں مصوروں میں مشہور کیا۔ یہ خبر اس ملکہ کو پہنچی کہ ایک مصور تمھارے شہر میں لاثانی آیا ہے کہ ایسا نہ دیکھا نہ سنا۔ تب شہزادی نے کہا "اس کو ہمارے پاس لے آؤ کہ وہ ہمارے محل میں نقش و نگار کرے اور جیسی تصویریں اس کا جی چاہے ویسی کھینچے۔

حاصل کلام وزیر اس کے محل میں گیا اور اپنے ہی بادشاہ کی تصویر مع شکار گاہ اس کے محل میں کھینچی ۔ شہزادی نے جو نقش و نگار تصویرات کو دیکھا تو متعجب ہو کر کہنے لگی ''یہ تصویر کس کی ہے اور کون سی جگہ ہے؟'' اس نے عرض کی ''اے شہزادی ! یہ تصویر چین کے بادشاہ کی ہے اور یہ شکار گاہ اسی کے رمنے کی مشابہت ہے اور یہ جانور اور یہ ہرن اور یہ بچے ہرن کے انھیں جانوروں کی سی ہیئت رکھتے ہیں ۔ ایک دن یہ بادشاہ اپنے بالا خانے پر بیٹھا ہوا صحرا کی سیر کر رہا تھا ۔ اتنے میں ایک طرف سے ایسا سیلاب آیا کہ بس ۔ اتفاقاً ایک جوڑا ہرن کا اپنے بچوں کو لیے ہوئے کسی درخت کے نیچے بیٹھا تھا ۔ سیل کو دیکھتے ہی ہرنی اپنی جان کی دہشت سے بچوں سمیت ہرن کو چھوڑ کر بے دردوں کی طرح بھاگی ۔ ہرنا ہر چند اس سے پکارتا رہا ''اے ہرنی یہ بے وفائی کا وقت نہیں ، مجھے مت چھوڑ اور ان بچوں پر رحم کر ، ان سے منہ نہ موڑ ۔'' اس نے یہ بات ہرنے کی نہ سنی اور کیا جانیے آپ کہاں چلی گئی ۔ اور وہ ہرنا مارے الفت کے بچوں سے جدا نہ ہوا ۔ آخر اسی سیل میں بچوں سمیت ڈوب گیا ۔

اے ملکہ ! جس روز سے یہ بے مروتی اور بے دردی بادشاہ نے مادہ کی دیکھی اسی دن سے اپنی شادی نہیں کرتا بلکہ عورت کے نام سے سو سو کوس بھاگتا ہے ۔'' ملکہ نے جو یہ بات سنی تو قصہ فغفور کا اپنی ہی ہم داستان جانا اور کہا '' اے مصور ! احوال میرا اور اس کا ایک ساں ہے کیوں کہ میں نے مور کو بے رحم دیکھا ، اس واسطے مرد سے ہاتھ اٹھایا اور اس نے ہرنی کو بے درد سمجھ کر رنڈی سے کنارا کیا ۔ اگر ہماری شادی اس کے ساتھ ہو تو کیا خوب ہو ۔ آخر کار دوسرے روز شہزادی نے اپنا وکیل اس کے پاس بھیجا اور اپنا نکاح پڑھوانے پر راضی ہوئی ۔

توتے نے جب یہ کہانی یہاں تک پہنچائی ، خجستہ سے کہا ”اے بی بی ! تو کہتی ہے کہ میں اس سے دوستی ترک کروں گی ۔ اگر یہ بات کسی سے ہو سکتی تو وہ ملکہ اپنی شادی چین کے بادشاہ سے نہ کرتی ۔ خیر اس سخن سے ھاتھ اٹھائیے اور اپنے معشوق سے صحبت عیش گرم کیجیے۔“ خجستہ نے یہ سنتے ھی چاھا کہ اپنے تئیں اس کے پاس پہنچاوے اور اسے اپنے گلے لگاوے ، اتنے میں گجر بجا ، مرغ بولا ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ھوا : تب یہ بیت پڑھی اور بے اختیار آھیں بھرنے لگی :

کاش کے رات جی نکل جاتا
اس سحر کو خدا نہ دکھلاتا

چوتیسویں کہانی

ایک گدھے اور بارہ سنگرے اور ان کے پکڑے جانے کی

جب سورج چھپا اور چاند نکلا ، خجستہ پتلی گردن ، بھرے بازو ، ابھرا جوبن ، نرم پیٹ ، قد قامت ، گول سرین ، چکنی رانیں ، سنہری ساقیں ، تیوری چڑھائے اشیاق میں بھری ھوئی :

قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام
قیامت کرے جس کو جھک کر سلام

توتے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی ” اے توتے !

میں نے بارہا صاحب عزتوں کی زبانی سنا ہے کہ عبدالعزیز نام ایک بادشاہ نہ شب کو سوتا نہ دن کو آرام کرتا۔ کسی شخص نے پوچھا جہاں پناہ! یہ کیا سبب ہے، نہ دن کو سوتے ہو نہ رات کو آرام کرتے ہو؟" اس نے کہا "اے عزیز! اگر شب کو سوؤں تو عبادت خدا نہ ہوسکے اور اگر دن کو آرام کروں تو رعیت تباہ ہو جاوے۔ اس واسطے میں نے سونا شب و روز کا اپنے اوپر حرام کیا ہے۔ وہی احوال میرا ہوا ہے اور اسی اندیشے میں پڑی رہتی ہوں۔ اگر یار کے پاس جاؤں تو خاوند سے ہاتھ اٹھاؤں اور اگر خاوند کے گھر میں رہوں تو اس کی دوستی سے باز آؤں۔ جس سے بہتر یہی ہے کہ ان دونوں سے کنارہ کروں اور آبرو عصمت سے ایک گوشے میں بیٹھ رہوں۔"

دو رنگی چھوڑ دے اک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

یہ بات سنتے ہی توتا ایک قہقہا مار کر ہنسا اور کہنے لگا "اے خجستہ! اب حرمت ڈھونڈھتی ہے۔ کیا خوب! ہر ایک چیز کا ہر ایک وقت ہے۔ سن بی‌بی! مثل مشہور "جب لاگ لگی تب لاج کہاں۔"

سودا ہوئے جب عاشق کیا پاس آبرو کا
سنتا ہے اے دوانے! جب دل دیا تو پھر کیا

اے بی بی! اب کیا سوچتی ہے۔ خیر تیرا کلام بھی اس دراز گوش کی طرح ہوا کہ بے محل گا اٹھا اور آپ پکڑا گیا۔ خجستہ نے پوچھا "اس کی نقل کیوں کر ہے بیان کر۔"

توتا کہنے لگا "کہنے والوں نے یوں کیا ہے: کسی وقت میں ایک گدھا کسی بارہ سنگے سے دوستی رکھتا تھا اور وے دونوں ایک ہی جنگل میں چرا کرتے تھے۔ اتفاقاً کسی رات دونوں مل کر

بہار کے موسم میں کسی باغ میں چرنے گئے ۔ جب پیٹ بھر چکا تب بارہ سنگے سے کہنے لگا ''بھائی ! اب یہ جی چاھتا ھے کہ دل کھول کر رینگیے اور سرور کیجیے کیوں کہ باد شمیم سے مغز معطر ھوا اور ھوائے سرد نے دل کو سرور بخشا ۔'' یہ سن کر گوزن کہنے لگا ''کیا خوب ! یہ وھی بات پیش آئی کہ گدھے کو خشکا بھائے ۔ اپنی فکر کر اور اگر کچھ کہنا ھے تو اپنی پالان اور دھوبی کے باندھنے چھاندھنے کا احوال کہہ ۔ یہ کیا بکتا ھے ۔ یقین جان کوئی آواز تیری آواز سے بدتر نہیں ۔ گدھے کو گانے سے کیا کام ۔ اس باغ میں ھم تم چوری سے آگئے ھیں ۔ اگر اس وقت تو ملار گا وے گا تو باغبان چونک اٹھے گا اور کتنے لوگوں کو بھی پکارے گا ، تو پھر تو آپ ھی باندھا جاوے گا اور مجھے بھی پٹواوے گا ۔ یہ بھی ویسا ھی قصہ ھوا کہ جیسا ان چوروں نے اپنی نادانی سے صدمہ اٹھایا اور پکڑے گئے ۔

سنا ھے کسی سب کو کئی چور باھم ھو کر ایک دولت مند کے گھر چوری کرنے گئے ۔ اس کے مکان دلچسپ میں ایک قرابہ شراب سے بھرا ھوا پا کر آپس میں کہنے لگے ''اب جو ھونی ھو سو ھو ، بالفعل اس جگہ یہ شراب پیجیے اور عیش کیجیے تا کہ چوری کا بھی وقت قریب پہنچے ۔ بعد اس کے اسباب موافق اپنی یار برادری کے چرائیے اور گھرجا کر اُس اسباب دزدی کو غنیمت سمجھیے ۔

یہ بات ٹھہرا کر آدھی رات تک مے خوری کیا کیے اور خوش رھے ۔ جوں ھی نشے میں آکر غوغا کرنے لگے اور اسباب چرانے ۔ غرض عالم نشہ میں چوری کچھ کرتے تھے اور باندھتے کچھ تھے ۔ اتنے میں صاحب خانہ چونکا اور اپنے لوگوں کو جمع کرکے ان سبھوں کو باندھا ۔'' دراز گوش نے کہا '' استغفر اللہ

تو کیا جانتا ہے ۔ میں شہر کا رہنے والا ہوں ۔ گانے پر مرتا ہوں اور تو بے چارہ جنگلی اس مزے سے کیا واقف ۔ کچھ ہو میں تو گیت گاؤں گا ۔ اور تجھے سننے سے کیا ہوگا ۔ باوجود اس حکایت سننے کے گدھے نے اس کا کہنا نہ سنا اور منہ آسمان کی طرف پسار کر ملار بے تال گانے لگا ۔ اتنے میں باغبان آ پہنچا اور کئی شخصوں کو بلوا کر ان دونوں کو چومیخا کیا ۔ توتے نے یہ کہانی تمام کرکے کہا " اے کد بانو ! جو کوئی وقت کے موافق کام نہیں کرتا سو یہی دیکھتا ہے ۔ بی بی ! لازم ہے کہ ہر کوئی ہر ایک وقت کو دریافت کرتا رہے ۔ بہتر یہی ہے جا اور اپنے اس نا امید کی امید برلا ۔"

خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ اپنے تئیں اس کے پاس پہنچاوے ، اتنے میں صبح ہوگئی ، مرغ نے بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا ؛ تب یہ بیت پڑھی اور رونے لگی ۔

اس مہ جبین سے مرے مجھے کیوں جدا کیا
اے صبح کینہ جو ! یہ ستم تو نے کیا کیا

پینتیسویں نقل

عاشق ہونا ایک بادشاہ کا روم کی شہزادی پر اور مارا جانا خجستہ کا اس کے شوہر کے ہاتھ سے

جب آفتاب چھپا اور ماہتاب نکلا ، خجستہ یاس سے بھری ہوئی

رخصت لینے توتے کے پاس گئی اور کہنے لگی ''اے توتے ! میں
ہر ایک شب تیرے پاس آتی ہوں اور احوال اپنی بے قراری کا
سناتی ہوں پر کچھ نمک کا حق ادا نہیں کرتا اور مجھے ٹھنڈے جی
سے رخصت نہیں دیتا ۔ اے وائے نصیب !

کہتی ہوں جناب حق میں ڈرتے ڈرتے
مدت گزری دعائیں کرتے کرتے
قدرت ہے اسی کو کہ یہ مجھ سے محروم
منہ یار کا دیکھ لیولے مرتے مرتے

اس قدر میرے دل ریش پر نمک مت چھڑک اور اس قدر
مجھ ستائی کو نہ ستا ۔ لازم ہے کہ اب جلد رخصت کر ۔'' توتا کہنے
لگا ''اے خجستہ ! آج کی شب جس طرح بنے اس طرح جا اور اپنے
معشوق کو گلے لگا ۔

جہاں کے تو یونہیں سبھی کاروبار
ولے حاصل عمر ہے وصل یار
شب و روز پی مل کے باہم شراب
مہ و مہر کو رشک سے کر کباب

اگر سوائے میرے اس احوال سے کوئی اور آگہ ہو تو تو بھی
ویسی تدبیر کرنا جیسی اس روم کی شہزادی نے ساتھ اس پاک دامنی
کے کی تھی ۔'' کد بانو نے پوچھا '' اس کی حکایت کیوں کر ہے ؟''

توتا کہنے لگا '' ایک بادشاہ روم کی بادشاہت کے قریب
رہتا تھا ۔ اتفاقاً ایک دن اس کے وزیر نے کہا ''اے جہاں پناہ !
روم کا بادشاہ ایسی ایک لڑکی خوبصورت رکھتا ہے کہ بس ۔

عجب طرح کا نور ہے جاں فزا
کہ مہ ، رو بہ رو جس کے ہو ٹھیکڑا

اگر وہ اپنی بیٹی جناب عالم پناہ کو بیاہ دے تو کیا خوب ہو ۔''

بادشاہ نے اس سخن کو وزیر کے نہایت پسند کیا اور ایک ایلچی کے ہاتھ مع سوغات اس لڑکی کی طلب کا پیغام روم کے بادشاہ کو بھیجا ۔ جس وقت اس نامہ بر نے یہ پیغام اس بادشاہ سے جا کر کہا اسی وقت وہ ایلچی پر خفا ہوا اور کہنے لگا ''اے نامہ بر! تیرے بادشاہ نے مجھ کو کیا سمجھا جو اس ڈھب کا پیغام بھیجا ۔ اگر میں اپنی بانی پر آتا ہوں تو اس کی سلطنت کو خاک میں ملا دیتا ہوں ۔ تجھے کیا کہوں ، چل دور ہو سامنے سے ۔ بہتر یہی ہے کہ پھر ادھر منہ نہ کرنا ۔ خبردار! خیر اسی میں ہے ۔'' وہ بچارا اس کی خفگی سے تھرتھرا گیا ۔ وہاں سے نا امیدانہ پھرا ۔

اسے دیکھ غصے میں وہ ڈر گیا
کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا

اسی طرح پچھلے پاؤں بھاگ کر اپنے بادشاہ کے پاس آیا اور وہاں کی واردات بیان کرنے لگا ۔ یہ بات بادشاہ کو نہایت ناگوار معلوم ہوئی ۔ اسی گھڑی ایک فوج قاھرہ اپنے ساتھ لے کر چڑھ گیا اور اس کے ملک کو ایک آن میں تاخت تاراج کر دیا ۔ جب وہ تنگ آیا ناچار اپنی لڑکی بیاہ دی اور اس لڑکی کے پہلے خاوند سے جو ایک لڑکا ہوا تھا ، اس کو اپنے پاس رکھا اور اس لڑکی سے کہا ''بابا! اپنے اگلے شوہر کا احوال اس خاوند سے مت کہنا ۔'' یہ کہہ کر اسے اس کے خاوند کے ساتھ رخصت کیا ۔

غرض وہ بادشاہ اس شہزادی کو لے کر اپنے شہر گیا اور اس سے عیش و عشرت کرنے لگا ۔ بعد کئی دن کے شہزادی اپنے بیٹے کی جدائی سے بے اختیار رونے لگی اور غم کرنے : اور یہ بات جی میں ٹھہرائی کہ کوئی ایسا ذکر بادشاہ کے سامنے کیجیے کہ جس کے سبب اس لڑکے کو بلوائے ۔ اس خیال میں تھی ہی جو اتنے میں بادشاہ نے اسے ایک ڈبا جواہر بیش قیمت سے بھرا ہوا

دیا تب شہزادی نے کہا کہ آپ نے سنا ہوگا کہ میرے باپ کے پاس ایک ایسا غلام عقلمند ہے کہ کیا کہیے۔ چنانچہ وہ عیب و ہنر جواہر کا خوب پہنچانتا ہے۔ اگر وہ اس وقت یہاں ہوتا تو اس جواہر کو دریافت کرتا اور اچھا برا بتا دیتا۔ بادشاہ نے کہا ''اگر اس غلام کو تیرے باپ سے میں مانگوں تو وہ مجھے دے یا نہ دے؟'' شہزادی نے کہا کہ نہ دیں کیونکہ بابا جان نے اس کو بچپن سے اپنے فرزندوں کی طرح پرورش کیا ہے۔ اگر تم کو اس کی تمنا ہے اور اسے بلوانا منظور ہے تو ایک سوداگر میں اپنی طرف سے بھیجوں اور کچھ اپنی نشانی دوں اور بہتری کا امیدوار اس لڑکے کو کروں تو شاید اس سبب سے جہاں پناہ بھیجیں اور وہ بھی آوے۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کے کہنے کے بہ موجب ایک سوداگر نہایت مال دار دانا کو واسطے تجارت کے روم کی طرف رخصت کیا۔ جس وقت وہ تاجر بادشاہ کے بہ موجب فرمانے کے مال و اسباب واسطے سوداگری کے لے کر چلا، اس وقت شہزادی نے بادشاہ سے چھپ کر اس سے کہا کہ اے سوداگر! وہ لڑکا غلام نہیں، میرا بیٹا ہے، میں اسی کے غم میں بیمار پڑی ہوں، ایک سبب تھا جو میں نے بادشاہ سے کہا کہ وہ میرا غلام ہے۔ تجھ کو بھی لازم ہے کہ تو اس کو غلاموں کی طرح نہ لانا۔ غرض وہ سوداگر بعد کئی دن کے گیا اور اس لڑکے کو بہر صورت بادشاہ سے مانگ لایا اور اس بادشاہ کے حوالے کیا۔ شاہ نے جو اس لڑکے کو خوبصورت و ہنر مند پایا تو نہایت خوشی ہوا اور اس تاجر کو ایک خلعت فاخرہ بخشا اور اس غلام کو اپنے پاس رکھا۔ اور ماں اس کی اسے دور سے دیکھ لیتی اور اس کے سلام و پیام سے اپنا جی خوش کرتی۔

اتفاقاً بادشاہ ایک دن شکار کھیلنے گیا۔ شہزادی نے فرصت پا کر اس لڑکے کو محل میں بلوا کر اپنے گلے لگایا اور اس کا

سر و منہ چوما اور گزشتہ غم اپنا اس سے کہا ۔ یہ خبر خبرداروں
نے اسی گھڑی بادشاہ کو پہنچائی کہ آج شہزادی نے جہاں پناہ
کے پیچھے اس غلام کو محل میں طلب کیا اور اپنے برابر بٹھلایا ۔
یہ خبر وحشت اثر سنتے ھی بادشاہ نہایت اپنے جی میں آزردہ ھوا
اور کہنے لگا '' ایسی عورت سے ڈریے کہ یہ دیدے پر دیوار بناتی
ھے ۔ کیا ھی مکر کر کے اپنے یار کو روم سے بلایا ، اللہ رے
کلیجہ !'' پھر آپ جلد شکار گاہ سے محل میں داخل ھوا اور ایک
کرسی جواھر نگار پر متفکر ھو کر بیٹھ رھا ۔ اس حالت میں شہزادی
نے جو بادشاہ کو دیکھا تو اپنی فہم سے دریافت کیا اور کہا کہ
آج مزاج مبارک پر ملال معلوم ھوتا ھے ، یہ کیا سبب ھے ؟
تب بادشاہ نے کہا کہ کیا خوب ، تم اپنے معشوق کو روم سے
بلوا کر ھم بستر ھو اور مجھ سے بے وفائی کرو ۔ یہ کیا شوخی اور
بے شرمی ھے ؟ چاھتا تھا کہ اسے ھلاک کرے ، پر عاشق معشوق
کو کب مار سکے ۔ پھر اپنے جی میں کہنے لگا کہ بی بی کے بدلے
غلام کو مارے ! یہ ٹھہرا کر ایک جلاد کو اشارہ کیا اور کہا
کہ اسی گھڑی اس کے سر کو جدا کر ۔ یہ سنتے ھی اس لڑکے
کو جلاد نے پکڑا اور قتل گاہ میں بٹھلا کر پوچھا ''اے اجل گرفتہ !
تو نہ جانتا تھا کہ یہ بادشاہ بیگم ھے ۔ اس سے دستی کروں گا تو
کیوں کر بچوں گا اور تیرا قدم کیوں کر بڑھا جو تو محل بادشاھی
میں گیا ۔'' اس نے کہا کہ تو ایسی بات نہ کر ۔ وہ میری سگی
ماں ھے ۔ جب میرا باپ موا ، تب اس نے اسے اپنا شوھر کیا اور
مارے شرم کے میرا احوال اس سے نہ کہا ۔ میں جھوٹ نہ کہوں
گا ، مار یا چھوڑ ۔

قابو میں ھوں میں تیرے گو اب جیا تو پھر کیا
خنجر تلے کس نے ٹک دم لیا تو پھر کیا

اس بات کو سنتے ہی جلاد کو رحم آیا اور اس کے قتل سے باز رہا اور اپنے جی میں کہنے لگا، اگر یہ بات بادشاہ پر کھلے کہ وہ اس کا بیٹا تھا، تو نے کیوں مارا۔ اور شہزادی کی خاطر اس لڑکے کو مجھ سے طلب کرے اور میں اس کو اس کے پاس جیتا نہ پہچاؤں گا تو میں بھی اسی طرح دوسرے کے ہاتھ سے مارا جاؤں گا۔

اس اندیشے کو دل میں جگہ دے کر بادشاہ سے عرض کی ''جہاں پناہ! اس کشتنی کو وہاں جاکر ماروں گا جہاں پانی کا نام بھی نہ ہوگا۔'' غرض اس بہانے سے وہ اس کو بادشاہ سے لے کر اپنے گھر لے گیا اور چھپا رکھا۔ بعد دو دن کے بادشاہ کی جناب میں آکر عرض کی ''عالم پناہ! اس کا سر قدم مبارک پر صدقے ہوا۔'' بارے اس بات کے سنتے ہی تھوڑی سی آتش غضب بادشاہ کی دھیمی ہوئی، پر شہزادی کا اعتبار اٹھ گیا اور اس کی کوکھ میں اور بھی محبت کی آگ بھڑکی۔

کلیجا پکڑ ماں تو بس رہ گئی
کلی کی طرح سے بکس رہ گئی

بے اختیار رو رو کر اپنے جی سے کہنے لگی ''یہ کیا ہوا! ادھر بیٹا موا اور ادھر خاوند چھوٹا۔'' قضا کار ایک دن ایک بڑھیا جو اس کے محل میں رہتی تھی، اس نے پوچھا ''اے بی بی! اس جوانی پر یہ کس کا غم کھاتی ہے جو اس طرح سے آٹھوں پہر مسند پر منہ ڈھانکے پڑی رہتی ہے؟'' تب اس نے سارا احوال اس سے کہا کہ یہ ماجرا مجھ پر گزرا۔ اس نے عرض کی ''اے شہزادی! تو خاطر جمع رکھ۔ میں ایک بہانے سے تیرے بادشاہ کو تجھ پر مہربان کروں گی اور محل میں لے آؤں گی۔'' شہزادی نے کہا ''اے مادر مہربان! اگر اس درد کی دوا کرے گی تو میں تیرے

دامن و جیب کو جواہر سے بھروں گی۔'' آخر کار ایک دن اسی
پیر ذال نے بادشاہ کو تنہا دیکھ کر پوچھا '' اے شہنشاہ!
میں تجھے کچھ اور دنوں سے آج متفکر دیکھتی ہوں، کیوں واری
جاؤں، خیر تو ہے؟

تجھے نت رکھے خوش مرا کردگار
تری اس جوانی کے بڑھیا نثار

بادشاہ نے کہا '' اے ماما نیک بخت! میں وہ درد بے درماں
رکھتا ہوں کہ جس کا بیان نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ درد یہ ہے
کہ شہزادی نے روم سے اس غلام کو بلایا کہ جس پر عاشق
تھی اور میں نے اسے قتل کیا، پر شہزادی کو نہیں مار سکتا
کیوں کہ خدا جانے یہ بات جھوٹ ہے یا سچ۔'' یہ بات سنتے ہی
وہ پیر ذال کہنے لگی کہ میرے پاس ایک تعویذ ایسا ہے کہ وہ
جس سوتے ہوئے کی چھاتی پر رکھیے، وہ سب اپنے جی کا احوال
خود بخود کہہ دے؛ سو نقش میں تمھیں لکھ دیتی ہوں، تم اس
کے سینے پر دھر دیکھو۔ اس کے جی میں جو ہوگا سو سب آپ سے
آپ کہہ دے گی۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ تعویذ جلد لا۔ بڑھیا نے
اسی گھڑی وہ تعویذ بادشاہ کو لا دیا اور اپنے تئیں شہزادی کے
پاس پہنچا کر کہا ''آج تو سر شام ہی جھوٹ موٹ سو رہ۔
اے ملکہ! جس وقت بادشاہ تیری چھاتی پر تعویذ رکھے تو اسی وقت
سوتوں کی طرح جو جو تیرا احوال ٹھیک ٹھیک ہو، سو سو
بہ خوبی کہہ دینا۔

حاصل کلام جب پہر رات گئے بادشاہ نے اس نقش کو
بادشاہ زادی کے سینے پر جوں ہی دھرا، ووہیں اس نے اپنے پہلے
خاوند کا اور اس لڑکے کا احوال ایک بہ یک کہہ دیا۔ بادشاہ نے
جو یہ بات سنی، اسے جگا کر نہایت مہربانی کی اور سینے سے لگا

کر کہا ''جانی ! کس واسطے یہ راز مجھ سے پہلے ہی نہ کہا۔''
وہ گھبرا کر بولی ''میں نے کون سی بات چھپائی ؟'' بادشاہ نے کہا
''وہ تیرا سگا بیٹا تھا ، تو نے غلام کیوں بتایا؟'' تب اس نے آنکھیں
نیچی کر کے عرض کی کہ مجھے شرم معلوم ہوتی تھی ۔ کہتی تو کیوں
کر کہتی ۔ بادشاہ نے اسی گھڑی اس جلاد کو بلوا کر کہا کہ جلد
اس لڑکے کو میرے پاس لے آ۔ اگر مارا ہے تو اس کی گور کہاں
ہے ، بتلا ؟ اس نے کہا کہ جہاں پناہ! میں نے اسے تا حال نہیں مارا ۔
وہ خدا کے فضل سے جیتا جاگتا موجود ہے ۔ یہ بات سنتے ہی
بادشاہ نہایت خوش ہوا اور اسی وقت لڑکے کو بلوا کر اس کی
ماں کے حوالے کیا ۔ اس نا امید نے لڑکے کو گودی میں لے کر
درگاہ الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کیا ۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کر کے کہا ۔ '' اے کد بانو ! اگر
تجھ کو بھی کوئی کام مشکل پڑے تو تو بھی اسی کی طرح بیان کرنا ۔
خیر اب جا اور اپنے معشوق سے مل ۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا
کہ اپنے تئیں اس کے پاس پہنچا وے ، اتنے میں پو پھٹی ، مرغ نے
بانگ دی ۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا : تب یہ فرد پڑھی
اور رونے لگی :

اے سحر یہ یقیں ہوا مجھ کو
وصل کی شب میں اب نہ دیکھوں گی

اتنے میں میمون شوہر اس کا سفر سے آیا اور مینا کے پنجرے
کو خالی دیکھ کر کہنے لگا ''میری مینا کہاں اڑ گئی؟'' خجستہ
کہنے بھی نہ پائی کہ طوطے نے عرض کی ''پیر مرشد ! ہماری
بندگی ۔ آپ ادھر تشریف لائیں ۔ ہم جو کچھ کہیں آپ اس پر دھیان
لگائیں ۔ احوال مینا کا اور بی بی خجستہ کا ہم سے پوچھیں ۔'' میمون
نے کہا ''کیا کہتا ہے کہہ ؟'' طوطا بولا ''مینا کو آپ کی

بیگم صاحب نے گردن مڑوڑ کر اپنے یار کے واسطے مار ڈالا اور مجھے بھی مارا چاھتی تھیں ، سو میں نے آپ کے قدم دیکھے ، پر وہ بے چاری ان پر نثار ھوئی ۔''

میمون نے کہا ''ایں ! یہ کیا بکتا ھے؟'' توتا کہنے لگا ''مجھے اپنے پیدا کرنے والے کی قسم ! بی‌بی نے ایک نوجوان یار کیا تھا ۔ اس کے واسطے وہ ماری گئی ۔'' اس بات کے سنتے ھی وہ تاب نہ لا سکا ۔ ایک ھی تلوار سے خجستہ کا کام تمام کیا ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔ جھوٹ سچ کہنے والا جانے ۔ اللہ تعالیٰ سب کی حرمت رکھے ۔

بہ تاریخ بست و ششم شہر ذی قعدہ سنہ مرقومۃالصدر روز پنج شنبہ بہ وقت شام بہ خوبی تمام خدا کے فضل سے یہ قصہ شیریں کلام انجام کو پہنچا اور ''توتا کہانی'' اس کا نام رکھا :

کہانی ھوئی ختم جب حیدری
تو ھاتف نے نام اس کا سن کر کہا
سر آہ کو کھینچ کر تو نے خوب
رکھا نام ''توتا کہانی'' بجا

ظاھرا معلوم ھوتا ھے کہ ھندی میں حرف طوئے (ط) نہیں اور اس احقر نے ''طوطی نامہ'' فارسی کو زبان ریختہ میں لکھا ۔ اس واسطے طوطی کی طوئے (ط) کو تے (ت) سے بدل کیا ۔

فرہنگ

استا : حجام

بکسنا : کِھل جانا ، پھیلنا

بکھ : زہر

خجند : خراسان میں ایک مقام کا نام ہے -

دو سار : دو ٹکڑے

دھوندھڑ: مدھم ، پھیکا

دیورا : مندر

ڈاڑھا : سخت ، خشک

ڈلنا : جھولنا ، ہلنا

رائے : شہزادہ (ہندو)

رین : رات

رینکنا : گدھے کی آواز

رش : زخمی

فتوت : سخاوت، جوان مردی

ماواری : بچے کے لیے پیار کا کلمہ

مجھلا : وقفہ

مچھی : بوسہ

ندان : آخر کار، بہرحال

نوئین : شہزادہ ، عظیم الشان

نیر : آنسو (پانی ؟)

ہون : ایک سکہ ، عبادت گاہ